ماشاءاللہ لاقوۃ الا باللہ

ARAISH MEHFIL

آرائشِ محفل!

ہر قسم کی کتب بکفایت ملنے کا پتہ
ایس غفور بخش خواجہ بخش تاجران کتب چوراہنہ نائی منڈی آگرہ

الیکٹرک ابو العلائی پریس آگرہ میں چھپا

ان فی قصصہم عبرۃ لاولی الابصار

سبحان اللہ

الرسالۃ مجمل التصوف

سبحان اللہ

الیکٹرک ابوالعلائی پریس

آگرہ

الٰہی دے مجھے روشن بیانی | کہ تا دل پر کھلے راز نہانی
زباں کو مخزن تقریر کر دے | دہن کو گوہر معنی سے بھر دے
کمیتِ خامہ کو سیر سے لگا پر | یم معنی میں مجھ کو آشنا کر
پلادے مجھ کو جامِ ارغوانی | کہ جس سے ملے ہو حاتم کی کہانی
نہیں سنکر اے اربابِ اردو | کہے یہ گوہرِ نایاب اردو

یہ قصہ عبارت سلیس سے زبان فارسی میں کسی شخص نے آگے لکھا تھا اب اسکو سید حیدر بخش متخلص بہ حیدری دہلی کے رہنے والے نے امیر والا تدبیر پشت و پناہ پیر و جوان بستگیر درماندگان و بیکساں نوشیرواں وقت ہمایوں بخت زبدۂ نوئینانِ عظیم الشان مشیر خاص شاہ کیوان بارگاہ انگلستان مارکوئس ولزلی گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ کے عہد حکومت میں اور خداوند خدائیگان والاشان عالی خاندان جان گلگرسٹ صاحب دام اقبالہ کے حکم سے سنہ ۱۲۱۶ھ سنہ ۱۸۰۱ء کے موافق اور سن جلوس بیالیس شاہ عالم بادشاہ غازی کے مطابق زبان ریختہ میں اپنی طبع کے موافق اس کتاب سے جو ہاتھ لگی تھی ترجمہ کیا۔ اور اس کا نام آرائش محفل رکھا۔ مگر اکثر اسمیں اپنی طبیعت سے جہاں موقع پایا وہاں اور زیادہ کیا۔ تاکہ قصہ طولانی ہو جائے سننے والے کو خوش آئے لکھنے والے نے لکھا ہے کہ اگلے زمانہ میں طے نام یمن کا ایک بادشاہ تھا نہایت صاحب حشم عالیجاہ فوج کیطرف سے فرخندہ حال زر و جواہر سے مالا مال اسکی رعیت ہر غریب و نادار او سپہ بیشمار القصہ اپنے چچا کی بیٹی اپنے عقد میں لاکر ثمرۂ جاودانی کا امیدوار ہوا۔ بارے خدا کے فضل سے کتنے دنوں میں اس بیگم سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ یہ خبر فرحت اثر سنکر اسنے نجومیوں حکیموں رمالوں پنڈتوں کو بلا کر کہا۔ تم اپنی اپنی عقل کی رسائی دلوبتی۔ قرعہ کی رو سے دریافت کرو کہ اس لڑکے کے نصیب کیسے ہیں انہوں نے جو دریافت کیا تو ہر طرح سے شہزادہ کو خوش نصیب پایا عرض کی خداوند اہمکو تو اپنے علم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہزادہ ہفت اقلیم کا بادشاہ ہوگا۔ اور تمام عمر برائے خدا کام کریگا۔ اور اسکا نام خورشید کیطرح قیامت تک چمکیگا۔ یہ بات سنکر لوگوں کو بہت خوشی حاصل ہوئی۔ بادشاہ نے سجدۂ شکر ادا کرکے انکو زر و جواہر سے مالا مال کیا اور اس کا نام حاتم رکھکے مصاحبوں سے کہا کہ تم بہت جلد اسبات کا اشتہار دو کہ میری قلمرو میں آج جس شخص کے یہاں

لڑکا پیدا ہوا ہو وہ آجکی تاریخ سے نوکر شاہی ہے۔ بلکہ اسکے والدین محل شاہی میں پہونچا دیں وہ
یہیں پرورش ہوریگا۔ چنانچہ اُسی روز اُسکے ملک میں چھ ہزار لڑکے پیدا ہوئے تھے۔ یہ حکم سنکر
ہر ایک کے والدین اپنا اپنا لڑکا حضور عالی میں پہنچا گئے۔ اُسیوقت چھ ہزار دائیاں رکھی گئیں اور
ہر ایک لڑکے کو تقسیم ہو گئیں اور کئی دائیاں حاتم کیواسطے مقرر ہوئیں۔ وہ ہر طرح سے لوریاں
دیکر چمکارتی تھیں کہ دودھ پئے۔ مگر شہزادہ نہ آنکھیں کھولتا تھا اور نہ کسی کی چھاتی منہ میں لیتا تھا
چنانچہ یہ خبر بادشاہ تک پہنچی اُسنے متفکر ہو کر اہلکاروں سے کہا سیانوں کو جلد بلواؤ۔ غرض کہ وہ
آکر عرض کرنے لگے کہ جہاں پناہ یہ حاتم زمانہ ہوگا۔ دودھ ہرگز نہ پئے گا۔ پہلے اوروں کو پلاکر پھر آپ
پئے گا۔ اور جبتک رہیگا تنہا نہ کھائیگا نہ پئے گا۔ الحاصل جب سب لڑکے پی چکے تب اُسنے بھی
پیا اور ابتدا سے نہ روتا نہ اکیلا کھاتا اور نہ غفلت کی نیند سوتا۔ جب دودھ چھڑایا تو انہیں چھ ہزار
لڑکوں کے ساتھ کھانا پینا مقرر ہوا حق تو یہ ہے کہ جس غریب غربا بھوکے ننگے کو دیکھا تو بغیر روپیہ
پیسہ دیئے نہ رہا۔ اور رات دن دینے میں مشغول رہتا تھا۔ فضل خدا سے جب چودہ برس کا ہوا تو
باپ نے جو زر و جواہر جمع کیا تھا راہ خدا میں صرف کرنے لگا جب شکار گاہ میں جاتا اور شکار
نظر آتا تو زندہ ہی پکڑ لیتا اور چھوڑ دیتا۔ اور کبھی کسیکو سخت و سست نہ کہتا اگر کوئی سر سواری بھی
فریاد کرتا تو گھوڑیکی باگ تھام کر اسے داد کو پہنچا دیتا۔ اور جو نہ مانتا تو اسکو میٹھی باتوں سے
سمجھا دیتا اور کبھی ظلم و ستم کا روادار نہ ہوتا۔ نہ اپنے کی حمایت نہ بیگانہ کی رعایت کرتا۔ بارے
فضل الٰہی سے تھوڑے ہی دنوں میں جوانی کا سبزہ رخسار نازنین پر لہکا۔ حسن دونا چمکا۔ تو ہر ایک
کو یوں نصیحت کرنیلگا کہ بندگان خدا سبھی مخلوق ہیں۔ قدرت خالق دیکھیے کہ اُسنے اپنی
منت خداوندی سے اٹھارہ ہزار مخلوق کو پیدا کیا ہے اُسکی سیر کیجئے اور سجدہ شکر الٰہی بجا لائے
اور اپنی زندگی جوانمردی و نام آوری سے بسر کرے چنانچہ اُسکے حسن خلق اور دلیری و شجاعت
سے اسکا شہر و قصبہ میں ہوا جسنے سنا بیساختہ مرحبا کہا۔ اور اکثر اُسکے دیکھنے کو آتے تھے اور مسرور
ہو کر واپس جاتے تھے۔ اتفاقاً وہ کسی جنگل میں شکار کھیلنے گیا کہ ایک شیر غراتا ہوا آیا یہ اپنے
دلمیں اندیشہ کرنے لگا کہ اگر خنجر مارتا ہوں تو یہ بے زبان زخمی ہوتا ہے یا مارا جاتا ہے اگر چھوڑتا ہوں
تو میں جان سے جاتا ہوں یقین ہے کہ یہ لپکے اور مجھے جان سے کھا جاوے۔ ان دونوں عقلوں
پر نظر کرکے کہا۔ کہ اگر میرا گوشت کھا کر اپنا دل تازہ کرے تو اس بات سے اور کیا بہتر ہے تمکو ثواب
ہوگا اور اسکا پیٹ بھر لیگا یہ سوچکر اُسکے آگے جا کر کہا۔ اے شیر صحرائی میرا دریچہ گھوڑے کا گوشت

حاضر ہے جیسے گوشت کی رغبت ہو اُسکے گوشت کو کھا کر اور اپنا پیٹ بھر کر جہاں چاہے چلا جا۔ یہ سُنکر شیر
جھپکائی حاتم کے قدموں پر گرا۔ اپنی آنکھیں اُسکے تلوؤں سے ملنے لگا۔ حاتم نے کہا کہ اے شیر حاتم کی
ہمت سے دور ہے کہ تو بھوکا جاوے۔ اگر مجھکو نہیں کھاتا تو میرا گھوڑا موجود ہے اسکو کھا کر جنگل
کو چلا جا۔ وہ کچھ نہ بولا اور سر جھکا کر چلا گیا۔ حاصل کلام یہ کہ اپنے شہر میں مستوں سمیت رہا کرتا تھا
اور کار خلق برائے خدا کیا کرتا تھا۔

پہلا قصہ حسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی کے خراسان کے شہر سے نکالے جانیکا اور کسی جنگل سے زر و جواہر بیشمار اُسکے ہاتھ آنے کا اور منیر شامی شہزادہ کا اُسپر عاشق ہو جانیکا اور حاتم کی مدد کرنے کا

سُنا ہے کہ خراسان کے ملک میں ایک بادشاہ تھا کہ لاکھوں سوار و پیادے اُسکے جلوس میں ہمیشہ
ساتھ رہا کرتے تھے۔ اور عدل و انصاف میں ایسا تھا کہ شیر اور بکری کو ایک گھاٹ پر پانی
پلاتا تھا۔ بلکہ اپنی بیٹے کا بھی پاس نہ کرتا تھا۔ اُسکے وقت میں برزخ سوداگر نہایت مالدار اپنے
گماشتوں کو ہر ایک ملک میں سوداگری کا مال و اسباب دیکر بھیجا کرتا تھا اور آپ اس ملک میں
دلجمعی سے رہتا تھا۔ بادشاہ سے بھی اُسنے بہت ہی رسوخیت بہم پہونچائی تھی اور بادشاہ کی بھی
اُس پر کمال مہربانی تھی۔ ایک مدت بعد قریب الرگ پہنچا اُسکی زندگی کا پیالہ بھر گیا۔ ایک حسن بانو
کے سوا بیٹا بیٹی کوئی نہ رکھتا تھا چنانچہ وہ مال اُسی لڑکی کو ملا۔ اُسوقت وہ بارہ برس کی تھی۔
آخر اُسکو اُسنے اپنے گھر کا وارث کیا اور اُسکو بادشاہ کے سپرد کرکے آپ ملک عدم کا رستہ لیا۔ بادشاہ
نے اُسکو بھی اپنی لڑکیوں کیطرح رکھا اور اُسکے زر و جواہر کا کچھ لالچ نہ کیا۔ بلکہ وہ سب اسباب اُسی کو
سونپا۔ چند روز بعد جب وہ لڑکی شعوردار ہوئی تو اپنے ذہن کی رسائی اور نیک بختی کے باعث
دائی سے کہا اماں مہربان دنیا مانند حباب ہے۔ اسکا تھمنا کچھ بڑی بات نہیں۔ اسقدر دولت تنہا
لیکر میں کیا کروں گی مصلحت یہی ہے کہ اسکو خدا کی راہ میں لٹا دوں اور آپ کو آلائش دنیاوی سے
پاک رکھوں۔ اور شادی نہ کروں بلکہ یاد خدا میں مصروف رہوں۔ اسواسطے تم سے پوچھتی ہوں
کہ اس سے کسطرح چھٹکارا پاؤں جو مناسب جانو کہو۔ دائی نے کہا ایجان پدر تو ان سات سوالوں کا تختہ
لکھکر دروازہ پر چسپاں کر دے اور کہہ کہ جو کوئی میرے ساتوں سوال پورے کریگا میں اُسکو قبول کرونگی اور وہ

سوال یہ ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ "وہ کیا ہے جو ایکبار دیکھا دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے" دوسرا سوال یہ ہے کہ "نیکی کر اور دریا میں ڈال" تیسرا سوال یہ ہے کہ "کسی سے بدی نہ کر اگر کریگا تو وہی پاویگا" چوتھا سوال یہ ہے کہ "سچ کہنے والے کو ہمیشہ راحت ہے" پانچواں سوال یہ ہے کہ "کوہ ندا کی خبر لادے" چھٹا سوال یہ ہے کہ "وہ موتی جو مرغابی کے انڈے کی برابر بالفعل موجود ہے اسکی جوڑی پیدا کرے" ساتواں سوال یہ ہے کہ "حمام بادگرد کی خبر لادے" حسن بانو نے دائی کی اس بات کو پسند کیا اور خوش ہو کر دلمیں کہا وہ ایسا کون ہے جوان ساتوں سوالوں کو بہم پہنچاوے گا۔ اسی گمان پر وہ ہر وقت روزہ نماز میں مشغول رہتی۔ ایک روز کوٹھے پر بازار کا تماشہ دیکھ رہی تھی کہ اتنے میں ایک فقیر بزرگ صورت معہ چالیس خادموں کے اسکی طرف سے گذرا وہ پاؤں زمین پر نہ رکھتا تھا۔ چنانچہ اسکے ساتھی سونے چاندی کی اینٹیں رکھتے اور وہ اُن پر قدم رکھتا چلا جاتا تھا حسن بانو نے یہ حال دیکھکر دائی سے کہا کہ اے مادر یہ فقیر بڑا صاحب کمال معلوم ہوتا ہے جو اس شان و شوکت سے راہ چلتا ہے۔ اُسنے کہا کہ یہ بادشاہ کا پیر ہے ہر مہینہ میں بادشاہ دو چار بار اسکے پاس جاتا ہے اور کبھی یہ بھی بادشاہ کے پاس آتا ہے۔ اسکے برابر دنیا میں کوئی درویش نہیں کیونکہ یہ نہایت پرہیزگار ہے۔ حسن بانو نے کہا کہ تم پروانگی دو کہ میں اس فقیر کی مہمانی کروں۔ اور تھوڑی دو گھڑی بلا عذر تکلیف دوں۔ اور آنکھیں اسکے قدموں پر ملوں۔ دائی نے کہا کہ یہ کام تو خوب ہے کہ مثل مشہور ہے آنکھوں ٹھنڈک کلیجے ٹھنڈک الغرض اُس فقیر سے کہلا بھیجا کہ کسی دن میرے سیہ خانہ کو اپنے قدم مبارک سے روشن کرو تو یہ کمترین دونوں جہان کی دولت حاصل کرے اور اپنی دامن مراد کو گوہر مقصد سے بھرے غرض ایک شخص نے اُس فقیر سے جاکر کہا کہ بزرگوں کو لازم ہے کہ خوردوں پر مہربانی کرکے اُنکے دامن تمنا کو گل مراد سے بھر دیں۔ یہ اُسنے قبول کیا اور کہا یہ ضرور آؤنگا کیونکہ یہ سنت نبوی ہے جو اس سے پھرے وہ فقیر جہنم میں گرے مگر آج مجھے کام ہے کل ضرور آؤنگا یہ خبر حسن بانو کو پہنچی کہ کل دو چار گھڑی دن چڑھے شاہ صاحب معہ چالیس آدمیوں کے رونق افروز ہونگے یہ سنکر اُسنے ہر قسم کے کھانے پکوائے اور کئی خوان میوے اور مٹھائی کے تیار کئے اور کئی کشتیاں زر و جواہر کی بھی شاہ صاحب کی نذر کیلئے رکھیں اس امید پر کہ کل شاہ صاحب آوینگے تو اونکی نذر یہ کرونگی۔ یہ اسی انتظار میں تھی کہ صبح کو وہ درویش معہ چالیس فقیروں کے سونے چاندی کی اینٹوں پر قدم رکھتا ہوا حسن بانو کے گھر

تک آیا کہ کروں وصف اُس کا میں اب تجھ سے کیا۔ وہ ظاہر میں انسان تھا سخرا جو باتوں پہ اُسکے
کرو نگاہ نظر تو شیطان سے بھی ہے وہ ابلیس تر۔ نہ بالے کا خطرہ نہ بوڑھے کا غم۔ وہ سنے قتل کر نہیں
تازہ دم۔ اور حسن بانو نے دروازہ سے نشستگاہ تک زرین فرش بچھوا رکھا تھا۔ وہ اسکو روندتا
ہوا مسند شاہانہ پر آبیٹھا۔ خواجہ سرا زر و جواہر کی کشتیاں روبرو لائے اوس نے قبول نہ کیا۔ اور کہا
یہ اسباب میرے کس کام کا ہے۔ اسکے بعد ایک دسترخوان لطیف اور پاکیزہ بچھا کر اس پر سونے چاندی کے
خوان میوے بھرے ہوئے رکھے اُسمیں ہر قسم کے کھانے بھی تھے اور فرش شاہانہ بچھا تھا۔ اور پردے
زربفت کے کلابتون کی ڈوریوں سے دروں پر بندھے تھے۔ اور ایک شمگیرہ الماس کا اسکے آگے
جھم جھما رہا تھا۔ اور خوجے لباس زرین پہنے ہوئے چاندی کی سلابچی آفتابہ لائے۔ اور ہاتھ دھلوا کر
باادب کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے ہماری بی بی اس بات کی آرزومند ہے کہ خداوند کچھ تناول
کریں۔ یہ بات سنکر وہ مکار کھانا کھانے لگا اور سونے چاندی کے اسباب کو بھانپنے لگا اور
ہر نوالہ پر اپنے جی میں کہتا تھا کہ برزخ سوداگر بڑا مالدار تھا جو اتنا اسباب بادشاہوں کی طرح چھوڑ گیا
آج ہی رات کو یہ سب اپنے گھر لیجانا چاہیے۔ اسی سوچ میں اس ملعون نے تھوڑا بہت کھانا زہر مار
کر کے ہاتھ کھینچا۔ پھر خواص جڑاؤ عطردان لائی۔ اسنے وہ عطر اپنی داڑھی اور پوشاک میں ملا۔ اور
ظروف مینا کار کو آنکا اور حسن بانو کو دعائیں دیکر رخصت ہوا۔ حسن بانو کے نوکر اسکی ضیافت
کے کاروبار میں تھک کر رات کو بے اختیار ہو کر سو رہے نہ اُنہوں نے کوٹھوں کے دروازے بند کیے
نہ زر و جواہر کو ٹھکانے سے رکھا پھر رات گئے وہ ڈکیت انسان صورت شیطان خصلت اپنے
چالیس پچاس چوروں کیساتھ اُنکی حویلی میں آیا۔ اور تمام زر و جواہرات غارت کر نیلگا۔ اس عرصہ
میں تھوڑے لوگ جاگ اُٹھے وہ ان ظالموں کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور کچھ مارے گئے۔ حسن بانو کھڑکی
سے جھانک رہی تھی اور سب کو پہچان کر کہہ رہی تھی کہ افسوس یہ تو وہی خانہ خراب فقیر اور اسکے
ساتھی ہیں اسکا علاج کوئی کیا کرے۔ غرض رات اسی پچھتاوے میں کاٹی صبح کو مردوں اور
زخمیوں کو چارپائی پہ ڈال کر بادشاہ کے حضور میں لیگئی اور فریادیوں کی طرح بآواز بلند دوہائی
دینے لگی کہ میں لٹ گئی۔ بادشاہ نے پوچھا کون ہے۔ اور کس کے ظلم سے اتنی بیقرار ہے۔ خبرداروں نے عرض
کی۔ برزخ سوداگر کی لڑکی چارپائیوں پر کئی زخمی اور مردے لائی ہے۔ اور رو رو کر عرض کرتی ہے کہ اگر
جہاں پناہ نزدیک بلائیں تو یہ لونڈی کچھ حال اپنی واردات کا حضور میں بیان کرے۔ یہ سنکر
بادشاہ نے نزدیک جاکر پوچھا۔ اسنے مجرا دیکر کہا۔ عمر و دولت خداوندی کی بڑھے اور مہر انصاف سپہر

ہستی پر تا قیامت جلوہ گر رہے۔ کل دن کو لونڈی نے فقیر کی دعوت کی تھی۔ اُسنے یہ غضب مجھ پر
کیا کہ پہر رات گئے اپنے چالیسوں ساتھیوں سمیت آکر میرے گھر کو لوٹا۔ دس بیس کو زخمی کیا
اور چار کو مار ڈالا۔ اور گیارہ بارہ لاکھ روپیہ کا زر و جواہر لے گیا خدا اُسکا مُنہ کالا کرے کہ آنا ظلم و
ستم اُسنے مجھپر کیا۔ یہ سُنکر بادشاہ غصہ ہوکر کہنے لگا اے بیوقوف تجھے کچھ بھی شعور ہی جو ایسے
ولی کو تہمت لگاتی ہے وہ تمام جہان کی چیزوں سے نفرت رکھتا ہی حسن بانو نے پھر کہا کہ
ای حضرت ایسے کافر کو ولی نہ کہئے یہ تو شیطان سے بھی زیادہ ہی۔ آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں
اسکو کسطرح سے کہیں انسان ہے یہ ملعون زادہ شیطان ہے اسبات کو سُنکر وہ بادشاہ اور بھی
غضبناک ہوا۔ اور تاؤ پیچ کھاکر کہنے لگا کہ ارے کوئی ہی جو اس کمبخت لڑکی کو میرے سامنے ہی
سنگسار کرے تاکہ یہ اپنی سزا کو پہنچے اور دوسروں کو عبرت ہو اور کوئی پھر یہ حرکت نکرے کہ ایسے بزرگ
کو یہ بات کہے اتنے میں ایک وزیر نیک خواہی جگہ سے اٹھا اور پایہ تخت شاہی چوم کر عرض کرنے
لگا کہ جہاں پناہ یہ وہی برزخ سوداگر کی بیٹی ہے کہ جسکے سر پر حضور دست شفقت اسکے باپ کی
زندگی میں پھیرتے تھے اور پیار کرکے پاس بٹھاتے تھے آج اسکو سنگسار کرتے ہو۔ اسکو مارو گے تو
اُن غلاموں کے دلوں سے خداوند کی مہربانی اور بندہ پروری کا اعتماد اپنے فرزندوں کے حق
میں اٹھ جائیگا۔ اور ہر ایک اس اندیشہ سے ہلاک ہوگا کہ جہاں پناہ ہمارے فرزند کے ساتھ بھی
یہی سلوک کرینگے جو آج اس لڑکی کیساتھ کرتے ہیں۔ اور اسکا خیال کرکے کنارہ کش ہوں گے
اغلب ہے کہ غنیم سے جا ملیں اور حضور سے دشمنی کریں۔ واجب تھا عرض کیا آگے جو مرضی خداوند کی
بادشاہ نے کہا کہ میں تیری سفارش اور برزخ سوداگر کی روح کی خاطر سے اسکی جان بخشی کی اگر یہ
اپنا بھلا چاہتی ہو تو اس شہر سے نکل جائے بلکہ حضور عالی کے لوگ اسکو وہیں نکالا دیں اور
اور زر و جواہر سے لیکر جھاڑو کا تنکا تک اس کا توشہ خانہ میں داخل کریں۔ یہ سُنکر شاہی فوج
اسکے گھر جاکر جو کچھ رہا تھا سب لے آئی۔ وہ بیچاری اپنی پالنے والی سمیت جنگل میں جاکر پھرتی
اور دائی سے کہا کہ ایسی کیا خطا ہوئی جو میں اس عذاب میں پڑی؟ وہ گلے لگاکر دلاسا دیتی
تھی۔ بیٹا گردش فلک سے کچھ چارہ نہیں۔ صبر کر خدا کو منظور ہوگا تو پھر سب سامان مہیا ہو جائیگا
اسیطرح گریہ و زاری کرتی ایک جنگل میں پہنچی۔ اور ایک درخت کے نیچے بیٹھی چار دن کی بھوکی
پیاسی تو تھی ہی سو گئی خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ نیک خصلت سفید کپڑے پہنے عصا
سبز ہاتھ میں لئے تسبیح گلے میں ڈالے گھڑا کھلے ہنسے کہتا ہے کہ بیٹی غم نکھا وہ کریم کارساز

عجب نہیں کہ تجھکو اُسی مرتبہ پر پہنچاوے۔ چنانچہ اس درخت کے نیچے سات بادشاہت کی دولت گڑی ہی حق تعالیٰ نے تیرے ہی لئے چھپا رکھی ہے اب تو اُٹھہ اور اُسے اپنے تصرف میں لاکر یادِ الٰہی کر۔ اُسنے کہا کہ میں کیونکر کھودوں اور کس طرح اپنے قبضہ میں لاؤں؟ اُسنے کہا کہ لکڑی سے تھوڑا کھود کر قدرتِ خدا کو دیکھہ کہ کیونکر وہ اس مشکل کو آسان کرتا ہے۔ یہ سُنکر حسن بانو چونک پڑی اور دائی سے خواب کا حال کہا آخرکار دونوں نے اپنی زور کیموافق اُس درخت کی جڑ ہلائی اور لکڑی سے کھودی تو سات کنوئیں اشرفیوں سے بھرے۔ اُس موتی سمیت جو مرغابی کے انڈے کی برابر تھا دکھائی دئے۔ حسن بانو اس دولت خداداد سے نہایت خوش ہوئی اور سجدہ شکر ادا کرکے دائی سے کہا کہ تم ابھی شہر جاکر ہماری کنبہ کے لوگوں کو خبر کرو اور کچھہ چیز کھانے پینے کی بھی لیتی آنا وہ بولی کہ تمہیں تنہا چھوڑ کر کیونکر جاؤں۔ اگر تیرے پاس کوئی اور ہوتا تو خوف نہ تھا۔ ڈر ہے کہ کہیں اور آفت نہ آئے۔ اسی گفتگو میں تھی کہ حسن بانو کا ایک رفیق فقیری بھیس بنائے آنکلا اور اسکے پاؤں پر گر کر سر و چشم چومنے لگا۔ اُسنے اسکو گلے لگا کر دلاسا دیا۔ اور کہا تو خاطر جمع رکھہ حق تعالیٰ نے اسقدر زر و جواہر دیا ہے کہ جس کا حساب نہیں تو اسوقت خرچ راہ لے اور شہر میں جاکر میرے کل اقربا کو اس حال سے آگاہ کرکے لے آ۔ اور اچھے اچھے مزدور معمار بلا لا تاکہ ایک عمارت عالیشان تیار کریں کیونکہ مجھے ایک بہت بڑا شہر آباد کرنا منظور ہے۔ اور اُسکا نام شاہ آباد رکھونگی۔ مگر یہ حال کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ یہ سُنکر وہ کچھہ روپیہ لیکر شہر میں گیا۔ اور اسکے اقربا جو جابجا بھیک مانگتے پھرتے تھے اُن سبھوں کو جمع کرکے اُنکے پاس لے آیا جب وہ آئے تو حسن بانو کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور ایک خیمہ کھڑا کرکے اسمیں رہنے لگے اس کار وبار سے فارغ ہوکر وہ شہر میں آیا اور معماروں کے سردار سے ملاقات کرکے کہا کہ تم کاریگروں کو اپنے ہمراہ لیکر فلاں جنگل میں چلو مجھے تم سے کام ہے۔ یہ بات سردار نے قبول کرکے مع اپنی کاریگروں کے حسن بانو کے پاس آیا اُسنے جس کام کیلئے بلایا تھا اسمیں لگا دیا۔ چھہ ماہ بعد جب ایک حویلی بن چکی تب معماروں سے کہا کہ اب اسکے گرد ایک عالیشان شہر کی بنا ڈالو اور اُسے آباد کرو۔ انھوں نے عرض کی کہ بغیر مرضی بادشاہ کے اتنا بڑا شہر بسانا اچھا نہیں یہ سُنکر حسن بانو مردانہ بھیس بدلکر ایک عربی گھوڑے پر سوار ہوکر تھوڑے پیادوں کو ساتھہ لیکر شہر کی طرف روانہ ہوئی۔ یہ خبر بادشاہ کو پہونچی کہ ایک سوداگر بچہ نہایت خوبصورت آیا ہے اور حضور کی قدمبوسی کی آرزو رکھتا ہے اور در دولت تک آپہنچا ہے بادشاہ نے کہا کہ اسکو عزت کیساتھہ حاضر کرو۔ لوگ اُس کو

ہاتھوں ہاتھ حضوری میں لے آئے وہ مجرا گاہ کھڑی ہو کر آداب و
تسلیمات بجا لائی اور نذر کے خوان زیر تخت رکھکر مہربانی کی امیدوار ہوئی۔ بادشاہ
نے اسکو دیکھکر خوش ہو کر پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو اور یہاں کیوں آئے ہو
اور تمہارا کیا نام ہے۔ وہ ہاتھ باندھکر عرض کرنے لگی کہ میں فلاں سوداگر کا لڑکا ہوں۔ قبلہ گاہی گردش
فلک سے فلاں شہر میں مر گئے ہیں۔ اس آستانے پر جبیں سائی کی کمال آرزو رکھتا تھا۔ آج طالع
کی مدد سے یہاں تک پہنچا۔ اب امیدوار ہوں کہ دامن دولت کے سایہ میں باقی عمر بسر کروں
کیونکہ اس در دولت سے مشرف ہونا کمال سعادت دارین ہے اب یہ خواہش ہے کہ اگر حکم ہو تو فلاں
جنگل میں چندے رہوں۔ اور ایک شہر آباد کرکے اُس کا نام شاہ آباد رکھوں۔ بادشاہ یہ سنکر
خوش ہوا اور خلعت فاخرہ دیکر کہا کہ اے جوان آج سے تو بجائے والدین کے مجھکو سمجھ میری
فرزندی میں داخل ہو کر جو چاہے سو کر جہاں چاہے وہاں رہ کچھ اندیشہ دل میں مت کر جو چاہے
سو لیجا۔ حسن بانو نے یہ سنکر آداب بجا لا کر کہا کہ اگر غلام کو شہزادوں میں قبول کیا ہے تو کسی عمدہ
خطاب سے مزین فرمائیے تاکہ حرمت و عزت بڑھے۔ بہرام نام بہتر لائق نہیں۔ بادشاہ نے یہ سنکر اُس
کا نام ماہرو شاہ رکھکر فرمایا اے فرزند ارجمند وہ جنگل یہاں سے دور ہے جی چاہتا ہے ایک شہر اپنے نام
سے اس شہر کے قریب آباد کرکے اسمیں رہ۔ اُسنے عرض کیا جہاں پناہ وہ جنگل نہایت دلچسپ ہے
اسکے سوائے نزدیک دار السلطنت کے شہر بسانا ترک ادب ہے۔ امیدوار فضل و کرم کا ہوں ہمارے
کو ارشاد عالی ہو کہ اس جنگل کو بسا دیں۔ بادشاہ نے اس شہر کے آباد کرنیکی اجازت دی اور وہ ہفتہ
میں دو تین بار مجرے کو حاضر ہوتی تھی۔ اور ہر روز معماروں کو تاکید کرتی تھی دو سال میں شہر
تیار ہوا اور اس کا نام شاہ آباد رکھا اور کاریگروں کو انعام دیکر رخصت کیا۔ پھر تو حسن بانو اکثر
بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگی۔ ایک دن بادشاہ کے مجرے کو گئی۔ بادشاہ اسوقت
درویش شیطان سیرت کے گھر جانا چاہتے تھے۔ حسن بانو کو دیکھکر کہا کہ اے فرزند جی چاہتا
ہے کہ دونوں اُس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو کر سعادت دارین حاصل کریں۔ کیونکہ ایسے
غوث زمانہ کی زیارت نجات کی صورت ہے حسن بانو نے کہا بسم اللہ چلیے ایک تو بزرگ کی صحبت
سے دونوں جہان کی خوبی حاصل ہو۔ دوسرے جہاں پناہ کے ہمرکاب چلنا میرے لئے اس
سے بہتر اور کیا ہوگا جو نہ کروں اور نعمت عظمیٰ سے ہاتھ اُٹھاؤں۔ مگر دل میں کہتی تھی کہ ایسے مجسم
شیطان کی صورت دیکھنا روا نہیں۔ لیکن کیا کروں بادشاہ کے ساتھ چلنا ضرور ہے۔ الحاصل

اس فقیر کے گھر پہنچ گئے۔ بادشاہ اُسکی تعریف اس شیطان سے کرنے لگا۔ یہ ماہرو شاہ کے نام سے مشہور تھی اپنا سر جھکائے اپنی تعریف سُنکر دلمیں کہتی یہ سب زر و جواہر کی تعریف ہی نہیں تو ہیں وہی برزخ سوداگر کی لڑکی ہوں کہ جسکو شہر بدر کرکے اسباب لوٹ لیا۔ اتنے میں بادشاہ نے فقیر سے اجازت چاہی تھی۔ کہ ماہرو شاہ نے کہا کہ اگر پیر و مرشد اس کمترین کے گھر میں قدم رنجہ فرمائیں تو عین بندہ نوازی ہو اور یہ بات بزرگوں کی خصلت سے بعید نہیں۔ فقیر نے کہا کہ بابا میں ضرور آؤنگا۔ پھر ماہرو شاہ نے بادشاہ سے کہا کہ میری حویلی شہر سے دور ہے شاہ صاحب کو تکلیف ہوگی۔ صلاح یہ ہے کہ برزخ سوداگر کی حویلی جو قابل شاہانہ ہے اور بالفعل خالی پڑی ہے اگر دو چار روز کیواسطے عنایت ہو تو غلام ایسے ولی کی خدمت کرکے دولت بے زوال حاصل کرے بادشاہ نے کہا تجھے اسکی کیونکر خبر ہوئی۔ اُسنے کہا اس شہر کے رہنے والے اکثر اسکی تعریف کرتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا وہ حویلی مینے تجھے بخشی۔ یہ سُنکر ماہرو شاہ آداب بجالا کر مع اپنے آدمیوں کے اُس حویلی میں آیا اور اسکو بے مرمت دیکھکر بہت رویا اور کہا کہ اسکی مرمت کراؤ یہ کہکر اپنے گھر میں گیا اور ایک ماہ بعد سامان ضیافت کا تیار کرکے اُسمیں بھیجا اور کئی خوان سونے چاندی کے جڑاؤ برتنوں سمیت مع ایک بوم طلائی اور ایک طاؤس یاقوتی کے اور بہت سا زر و جواہر اپنے ساتھ لایا اور بادشاہ کے پاس جاکر کہا کہ میرا ارادہ ہے چندے اس حویلی میں رہوں اور سلام و مجرے کو روز آؤں۔ اور کل اپنے پیر و مرشد کی تواضع کروں۔ بادشاہ نے کہا تجھے اختیار ہے بلکہ میری بادشاہت بھی اپنی جان۔ اُسنے اُٹھکر آداب بجالا کر عرض کی کہ اسقدر بندہ نوازی خداوند کی محض پرورش ہے۔ فدوی ہر طرح تابعدار ہے۔ غرض کہ بادشاہ سے رخصت ہو کر گھر پر آنکر ضیافت کی تیاری کی اور خادم سے کہا کہ اُس مکار فقیر کو کہو کہ اگر کل تشریف لاؤ تو گویا کمترین کو بیدامون مول لو۔ غرض اُسنے فقیر سے جاکر کہا فقیر نے منظور کیا اور صبح کو مع اپنے ہمراہیوں کے سونے چاندی کی اینٹوں پر قدم رکھتا ہوا ماہرو شاہ کی حویلی میں آیا اُسنے مسند شاہانہ پر بٹھا کر خوان زر و جواہر مع طاؤس مرصع نذر دئے فقیر نے قبول نہ کئے تو اُسنے طاقوں میں چنوا دئے تاکہ فقیر کی نگاہ اُسپر پڑے اور طمع زیادہ بڑھے پھر دسترخوان زربفت کا بچھوا کر اُسپر ہر قسم کے کھانے چنے اور گنگا جمنی چلمچی میں ہاتھ دھلا کر عرض کی کہ حضور نوش کریں۔ اور احقر کو سرفراز فرمائیں۔ یہ سُنکر اُسنے مع چالیسوں فقیروں کے کھانا شروع کیا اور دو چار لقمے کھا کر کہا کہ بس فقیر کو زیادہ پیٹ بھر کر کھانا درست نہیں ورنہ عبادت الٰہی

نہ کر سکیں گے۔ ماہرو شاہ نے کہا دو چار نوالے اور تناول فرمائیے۔ اُسنے کہا آپنا کھانا تیری
خاطر سے کھایا۔ ورنہ رات دن میں صرف دو چار نوالے کھاتا ہوں آٹھوں پہر یادِ الٰہی میں
مصروف رہتا ہوں۔ اگر زیادہ کھاؤں تو عبادت کیا خاک کروں۔ پردل میں کہتا تھا
کہ سب مال اپنا ہی جاتا کہاں ہے۔ پھر ایک مرصع عطردان اور پاندان لاکر رکھا۔ اُسنے عطر
ملا اور پان کھا کر رخصت ہو کر گھر آیا۔ اور رات کو چوروں کے کپڑے پہنکر مع ساتھیوں کے
اُسکی حویلی کی طرف چلا۔ ماہرو شاہ نے اپنے لوگوں سے پہلے ہی کہہ رکھا تھا کہ یہ
سامان پڑا رہنے دو۔ مگر مستعد رہنا اور کوتوال شہر کو خبر کی کہ رات کو ڈاکہ پڑنے کی خبر ملی
ہے کچھ لوگ ہمراہ لیکر جلد آؤ۔ کسی کونے میں چھپ جاؤ۔ جب اس حویلی سے شور و غل کی
آواز آئے تو فوراً آن کر چوروں کو باندھ لینا۔ کوتوال یہ خبر سُنکر مع دو سو پیادوں کے دائیں بائیں
بیٹھ رہا۔ اتنے میں وہ اجل گرفتہ ایک دھاڑا لیکر وہیں اُس حویلی میں آیا۔ اور اسباب لوٹنے
لگا غرضکہ ہر ایک طرح کا اسباب باندھکر اپنے سر و نیز پر رکھا۔ اور وہ طاؤس بھی اُس فقیر نے
لیا اور حویلی سے باہر نکلا۔ پیادے تو اسی تاک میں لگے تھے۔ اپنی جگہ سے آکر انکو باندھ لیا
غرضکہ جب مشکیں باندھ کر گٹھریاں اُنکے گلے میں ڈال دیں اور شور و غل کیا کہ کوتوال شہر بھی
آگیا۔ اُنہوں نے کہا آپ اُن سے خبردار رہیں صبح کو حضور عالی میں لے چلیں گے جو حکم ہوگا
سو کیا جائیگا۔ حسن بانو ان دشمنوں کو پابہ زنجیر دیکھ کر خوش ہوئی۔ اور اپنے نوکروں کو انعام
دیکر ٹھنڈے جی پاؤں پھیلا کر سو رہی۔ جب صبح ہوئی تو بادشاہ نے تخت پر جلوس فرمایا وزیر
امیر مجرا دیکر اپنے اپنے پایہ پر کھڑے ہوئے۔ حضرت بادشاہ نے فرمایا کہ رات کو شور و غل شہر
میں کیسا تھا؟ اتنے میں کوتوال ان سبھوں کو لیکر آیا۔ اور آداب بجا لاکر عرض کیا۔ کہ جہاں پناہ
آدھی رات کو برزخ سوداگر کی حویلی میں ڈاکہ پڑا۔ نمک خوار اس حال کو دریافت کرنے کے
لئے وہاں گیا۔ اور ان سبھوں کو مع سامان حضور عالی میں لے آیا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ جیسے انکو کہیں دیکھا ہے۔ ظاہرا صورت آشنا نظر پڑتے ہیں۔ اتنے میں ماہرو شاہ بھی آیا۔ اور
مجرا دیکر ایک کرسی جواہر نگار پر بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے پوچھا اے فرزند ارجمند کیا رات کو تمہاری
حویلی میں چور چلے آئے تھے؟ وہ بولا جہاں پناہ کوتوال وقت پر پہنچا نہیں تو گھر لٹتا اور میں
مارا جاتا۔ یہ سُنکر بادشاہ نے چوبداروں کو سامنے بلایا۔ وہیں انکو بندھا ہوا کوتوال نے
حاضر کیا بادشاہ نے ہنسکر کہا کہ اے فرزند یہ تو ہمارے ازرق شاہ معلوم ہوتے ہیں ان کو

نزدیک لاؤ۔ جب قریب آئے تو بخوبی پہچانے گئے تو وہی تھے مع چالیس مریدوں کے پھر کوتوال کو
دیا کہ ان کی گٹھریاں کھولکر اسباب دکھاؤ۔ اسنے جھاڑا لیا تو ہر ایک کے پاس مال اور کمندیں اور
پھانسیاں نکلیں۔ بادشاہ یہ دیکھکر متعجب ہوا۔ اور کہا کہ انکو ابھی سولی دو تاکہ پھر کوئی ایسا
فعل نہ کرے وہاں زبان ہلانے کی دیر تھی۔ جلادنے ہر ایک کا کام تمام کیا۔ حسن بانو نے دیکھا کہ
دشمن اپنے ساتھیوں سمیت مارا گیا۔ کرسی سے اُٹھی اور ہاتھ باندھکر عرض کیا کہ جہاں پناہ یہ لونڈی
برزخ سوداگر کی بیٹی ہے حضرت نے اسی فقیر بےحیا کی وجہ سے اس لونڈیکو شہر بدر کیا تھا تب بھی اس
عاجزہ کی تقصیر نہ تھی۔ چنانچہ میرے باپ کا تمام اسباب اسکے گھر میں ہے۔ اگر خداوند اُسکا گھر کھدوائیں تو
بندی کا سچ جھوٹ حضور میں ظاہر ہو۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ازرق کا گھر کھدے۔ اور حسن بانو کو تحسین و
آفریں کی۔ اور جب اُسکا مکان کھودا تو تمام مال برزخ سوداگر کا نکلا۔ حسن بانو نے اُسکو بادشاہی
کے سپرد کیا اور کہا کہ اگر آپ میرے گھر پر قدم رنجہ فرمائیں تو یہ لونڈی بہت کچھ رکھتی ہے سب کا سب حضور
عالی میں گذرانے اور اپنی حقیقت بھی بیان کرے۔ بادشاہ نے اوسکی غرض قبول کی وہ رخصت
ہوکر اپنے شہر میں آئی اور تمام شہر کی آئینہ بندی کراکر محل کو فرش سے آراستہ کیا دوسرے روز جس
بادشاہ نے اسکے شہر کی طرف کوچ کیا۔ جب وہ نزدیک پہنچا تو اپنی سپاہ سمیت تکلف سے استقبال
کے لئے شہر سے باہر آئی اور قدمبوس ہوکر بخوبی اہتمام کرتی ہوئی مسند شاہانہ پر بٹھایا اور دوسرا
طاؤس مرصع اور کئی خوان زر و جواہر کے آگے دھر اور کہا کہ بادشاہ سلامت کو لدوا کر خزانہ شاہی
میں داخل کریں۔ بادشاہ نے وزیروں سے کہا کہ ابھی تم اس مال کو خزانہ میں بھجوا دو۔ اور کنوؤں
کو دیکھا کہ زر سرخ سے مالامال ہیں جب چاہا کہ نکالیں تو وہ زر سانپ بچھو ہوگیا۔ وہ یہ دیکھکر
حیران ہوگئے اور حسن بانو کے چہرے کا رنگ زرد پڑگیا۔ تب بادشاہ نے فرمایا کچھہ اندیشہ نہ کرو۔
حق تعالی نے یہ مال و اسباب تمہاری ہی قسمت میں لکھا ہے دوسرا اسکو نہ لے سکیگا تو مختار ہے
حسن بانو یہ سُنکر خوش ہوئی اور آداب بجا لاکر عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو یہ لونڈی راہ خدا میں خرچ کرے
بادشاہ نے پروانگی دی اور رخصت ہوکر دولت خانہ کو تشریف لے گیا اور تھوڑی سپاہ اسکی حفاظت
کو وہاں چھوڑی اسنے اسی روز سے ایک عالیشان مسافر خانہ بنوایا۔ اور ہر ایک مسافر کو کھانا
دیکر رخصت کرتی چنانچہ جو کوئی کہیں کا ارادہ کرکے وہاں آتا تھا یہ اُسکو اُسکے قدر کیموافق
خرچ دیکر رخصت کرتی تھی کتنے دنوں میں یہ وصف و چلن اُسکا مسافروں نے ہر ملک و شہر میں مشہور
کیا کہ ایک نئے شہر میں ایک لڑکی ایسی پیدا ہوئی ہے اور سخاوت اتنی کرتی ہے کہ ہر ایک بندہ

خدا کا سہرا اپنے سر سے جھکا دیتی ہے۔ اپنی شیریں سخنی سے ہر ایک بشر کو غلام بنا لیتی ہے حق تو یہ ہے کہ
ایسی سنی نہ دیکھی اور نوکر بھی اسکے امانت دار ہیں۔ ہر ایک غریب کو روپیہ اشرفیوں سے مالا مال کر دیتی
ہیں اسکا نام اس سخاوت کیوجہ سے چاند سورج سے بھی زیادہ روشن ہے یہ خبر رفتہ رفتہ خوارزم
میں پہنچی۔ وہاں کا بادشاہ لشکر عظیم رکھتا تھا اور اس کا ایک لڑکا منیر شامی چودہ برس کا
حسین و خوبصورت تھا اتفاقاً حسن بانو کی سخاوت کا آوازہ سنا تو اسپر عاشق ہو گیا اور ایک
مصور کو بلا کر کہا کہ میں تجھکو اتنا روپیہ دیتا ہوں۔ تو شاہ آباد جا اور حسن بانو کی تصویر جسطرح ہو سکے
کھینچ لا۔ وہ کئی مہینہ کا وعدہ کر کے اس سے رخصت ہو کر شاہ آباد جا پہنچا کئی نوکر حسن بانو کی
اسی کام کیواسطے معین تھے وہ ہر ایک مسافر کو اپنے مکان پر لیجا کر اچھے کھانے کھلاتے اور جب
اسکو رخصت کرتے تو حسن بانو کے پاس لے آتے وہ اسکا حال پوچھکر اسکے مطابق خرچ دیکر رخصت
کرتی تھی۔ اسی صورت سے وہ لوگ اسکو بھی اسکے پاس لیگئے۔ تب اسنے پردہ ڈالکر اپنے پاس اسکو بلا کر
حال پوچھا۔ اسنے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ باقی عمر آپکے سایۂ دولت میں بسر کروں۔ اسنے
کہا کہ تو کیا کام جانتا ہے؟ وہ بولا میں مصوری کا کام جانتا ہوں ایسا کہ جسکی تصویر چاہوں کھینچ لوں
یہ سنکر اسنے نوکر رکھا۔ تھوڑے دنوں بعد اسکو یہ خیال گذرا کہ اپنی تصویر کھنچوا کر دیکھیے جھوٹ
سچ معلوم ہو جائیگا۔ ایک دن اسے بلا کر کہا اے مصور میری تصویر بے دیکھے کھینچ اسنے کہا
آپ کوٹھے پر جائیں اور ایک لگن پانی بھروا کر زیر دیوار رکھدیں۔ میں پانی میں ذرا عکس دیکھ
لوں تو تمہاری تصویر ہو بہو کھینچ لوں اسنے ایک تخت پانی بھروا کر زیر دیوار رکھوا دیا اور آپ
اوپر گئی اسکی پرچھائیں پانی میں پڑی مصور نے اسکی شبیہ پانی میں دیکھکر گھر جا کر دو تصویریں
کھینچیں اور اچھی تصویر اپنے پاس رکھی اور ایسی ویسی حسن بانو کے سپرد کی۔ اسنے اسکو پسند کیا اور
انعام دیکر رخصت کیا مصور کچھ دنوں میں منیر شامی کے پاس جا پہنچا۔ اور تصویر دیکر انعام کا خواستگار
ہوا۔ وہ اسکو دیکھکر بیہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو دل میں یہ بات ٹھہرائی کہ بہتر یہی ہے کہ
اب نکل چل۔ گو والدین کی مرضی نہیں آخر کار فقیری بھیس بنا کر آدھی رات کو تن تنہا گھر سے
نکلکر شاہ آباد کیطرف روانہ ہوا ایک مدت تک مصیبتیں اٹھاتا ہوا اس شہر میں پہنچا پر کچھ نہ
کھایا۔ یہ خبر حسن بانو تک پہنچی کہ ایک مسافر آیا ہے جو نہ کچھ کھاتا ہے اور نہ کسی سے بات کرتا ہے
حسن بانو نے اسکو اپنے پاس بلا کر پوچھا کہ اے مسافر تو نے کھانا پینا کیوں چھوڑا۔ اسقدر زر نقد کیوں
نہ لیا جو کسی وقت تیرے کام آتا۔ کچھ تو کہہ۔ اسنے کہا میں زر و جواہر کا محتاج ہو کر نہیں آیا۔

ہوں میں بھی بہت سی دولت حشمت رکھتا ہوں بلکہ خوارزم کا شہزادہ ہوں اُسنے پوچھا فقیروں کا سا حال کیوں بنایا ہے وہ بولا کہ تیری تصویر دیکھکر شہزادگی کو خاک میں ملا کر تمام جگہ کی خاک چھانتا ہوا یہاں آپہنچا فقط آرزوئے وصال رکھتا ہوں جو بات سچ تھی کہی آگے تیری مرضی جو چاہے سو کر یہ بات سنکر اُسنے تامل کیا تھا کہا کہ اے جوان اس خیال کو دور کر کیونکہ اگر خاک ہو کر ہوا کیسا تھا پھرتا پھریگا تو کبھی پھر ایک رونگٹے تک نہ پہنچیگا۔ منہ دیکھنے کا تو کیا ذکر ہے مگر وہ شخص جو میری ساتوں شرطیں پوری کریگا۔ تب شہزادہ بولا میں اپنی جان تیری دروازہ پر دونگا وہ بولی جان دینا آسان ہے پر میرا دیکھنا مشکل تب اُسنے کہا کہ تمکو اپنی جان عزیز کی قسم ہے بتاؤ وہ کیا سوال ہیں ؟ تب اُسنے کہا کہ اول سوال یہ ہے کہ "ایکبار دیکھا ہے دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے" اسکا جواب دے ! اُسنے کہا کہ وہ کہاں ہے اور کب سے یہ سخن کہتا ہے ؟ یہ بات سنکر وہ ہنسی کہ کیا خوب اگر میں جانتی تو تجھسے کیوں پوچھتی ! شہزادہ یہ بات سُنکر گریبان میں منہ ڈالکر جی میں کہنے لگا کہ اب کیا کروں بغیر دیکھے اُدہر کیونکر جاؤں تب حسن بانو بولی اے عزیز یہی اندیشہ ہے تو میری دید کے خیال کو دل سے اُٹھا کر جہاں چاہے چلا جا۔ یہ سُنکر اُسنے کہا کہ اے سراپا ناز تیرے حق میں تیرے شہر کا رہنا اچھا ہے اور یہیں مرنا مبارک ہے یہ سُنکر اُسنے کہا کہ ہم ایسے بیہودہ لوگوں کو اپنے شہر میں نہیں رہنے دیتے۔ اگر اسکو جاتا ہے تو جا ورنہ بے حرمت ہو کر نکلے گا۔ شہزادہ مایوس ہو کر ایک سال کا وعدہ کر کے چلنے کا قصد کرتا تھا۔ تب حسن بانو نے جانا کہ یہ اپنا نقد دل کھو چکا ہے کچھ زادراہ دیکر نام پوچھا۔ اُسنے کہا منیر شامی یہ کہکر روانہ ہوا۔ صحرا الصحرا روتا پیٹتا اور ہنستا چلا جاتا تھا۔ اور بھی اس فتنہ انگیز کے یہاں شہزادے اور وزیر زادے آئے اور انہیں سوالوں میں گرفتار ہو کر گنتی کے قریب ہوگئے۔ بہتیری مرمٹے پر اسکے سوال کو پورا ایک بھی نہ کر سکا۔ القصہ منیر شامی اسکی تصویر بغل میں دابے جنگلوں میں بگولے کی مانند پھرتا تھا پر کہیں مطلب کا پتہ نہ لگتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن یمن کی جا پہنچا اور ایک درخت کے نیچے ابر نو بہار کی طرح زار و قطار رونے لگا۔ حاتم اُس طرف شکار کیلئے گیا تھا۔ اتنے میں ایک دردناک آواز اسکے کان میں آئی اُسنے اپنی لوگوں سے کہا کہ اس آواز کی خبر لاؤ۔ دیکھو تو اس بیابان میں ایسا ستم رسیدہ کون ہے جو اسقدر پھوٹ پھوٹ کر روتا ہے۔ غرض کئی شخص گئے اور آکر عرض کرنے لگے اے خداوند ایک نوجوان خوبصورت فقیروں کی شکل غلاں درخت کے نیچے بیٹھا روتا ہے نہ کچھ کہتا ہے نہ کسی سے بولتا ہے حاتم یہ سُنکر اُسطرف آیا اور دور سے کھڑے ہو کر تماشہ دیکھنے لگا۔ وہ بیخبر رو کر آہیں بھرتا اور اپنے جگر کے ٹکڑے کرتا تھا یہ حالت اُسکی دیکھکر حاتم بیتاب ہو گیا۔ آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور دل میں کہا یا الٰہی اسپر ایسا کیا حادثہ گذرا ہے

جو اسکا یہ حال ہوگیا غرض اپنے گھوڑے سے اُتر کر اسکے سرہانے جاکر پوچھنے لگا۔ اے جوان رعنا تجپر
ایسی کیا مصیبت پڑی ہے جو تیری یہ حالت ہے اُسنے سر اُٹھاکر جو دیکھا تو ایک جوان رعنا شاہانہ
پوشاک پہنے ہوئے احوال پوچھتا ہے۔ جب اُسنے اُلفت و شفقت کیساتھ اُسے دیکھا تو بولا اے
بھائی نہ طاقت تحریر اور نہ قدرت تحریر کی ہے اسکے سوا کوئی نظر نہ آتا جو میرا درد دل سُنکر اُسکا علاج
کرے۔ حاتم نے کہا تو خاطر جمع رکھہ اور مجھہ سے کہہ میں نے راہ خدا پر کمر باندھی ہے۔ تیرا کام کرنے میں تا مقدور
کوشش کروں گا اگر دولت دنیا درکار ہے تو ابھی لے۔ اگر کسی دشمن نے ستایا ہے تو سامنا کر
مرونگا یا مارونگا۔ اگر معشوق کے ملنے کی آرزو ہے تو اسکے ملنے کی کوشش کرکے تجھہ سے
ملاونگا۔ اگر سر کا طالب ہے تو یہ بھی حاضر ہے۔ منیر شامی یہ سُنکر خوش ہوا اور کہا اے جوان صاحب
وفادار سلامت رہے جو ہم غریبوں کو دلاسا دیتا ہے۔ یہ کہہ کر ایک تصویر بغل سے نکال کر
دکھلائی اور کہا تو ہی بتا کہ بغیر اسکے دیکھے کیونکر جیوں اور اپنا حال تباہ کیونکر نہ کروں حاتم
وہ تصویر دیکھکر جھجکا۔ اور کہا حق بجانب تیرے ہے۔ تو بیتاب نہ ہو ذرا صبر کر خاطر جمع رکھہ خدا
سے دھیان لگا نا اُمید نہ ہو۔ میں بھی تیرے کام میں قصور نہ کروں گا جب تک تیرا یار تجھہ
سے نہ ملے گا تیرا ساتھہ نہ چھوڑوں گا۔ غرض تسلی دیکر اسکو ہمراہ یمن میں لیگیا حمام کروا کر
پوشاک بدلوائی۔ ضیافتیں کھلا کر ناچ دکھائے۔ دو چار روز اسی شغل میں رکھا۔ پھر ایک
دن اوداس دیکھکر کہا۔ اے عاشق صادق میں تجھے ٹالتا نہیں اب تیرے مطلب کی
تلاش میں کمر ہمت باندھتا ہوں۔ شہزادہ بولا میرے کام کا آغاز ہے نہ انجام میں نہیں چاہتا
کہ میری وجہ سے تم اپنے عیش و آرام کو چھوڑ کر مصیبت میں پڑو حاتم بولا تو نہ چاہ۔ مگر میں
اپنے سخن کو تا مقدور اپنے نبھاؤنگا۔ اور تجھے تیری محبوبہ سے اگر زندہ رہا تو ملاؤنگا غرض
تمام ارکان دولت کو جمع کرکے کہا کہ جس طرح بھوکوں کو کھانا اور ننگوں کو کپڑا مفلسوں
کو خرچ میرے سامنے ملتا ہے اسی طرح میرے آنے تک ملا جاوے۔ یہ کوئی نہ سنے کہ حاتم شہر
میں نہیں اب کون کسی کو دے۔ اس امر میں تغافل نہ کرنا بلکہ یہ کاروبار بخوبی جاری رکھنا
اس طرح سے اُن کو سمجھا کر آپ منیر شامی کے ساتھہ شاہ آباد کا راستہ لیا۔ تھوڑے دنوں میں
وہاں پہنچا حسن بانو کے آدمی جو مہمانداری پر مقرر تھے پیشوائی میں آکر اُن کو مہمان سرا کو
میں لے گئے ہر قسم کے کھانے اور اشرفی روپے آگے لا کر رکھے اور منت عرض کیا کہ آپ
کھانا نوش جان فرما کر جسقدر زر سُرخ و سفید درکار ہو بے تکلف لیجئے۔ اُس نے کہا اس

بندگان خدا میں محتاج روٹی کا اور طالب زر و جواہر کا ہو کر نہیں آیا ہوں۔ حق تعالیٰ نے
مجھے بہت کچھ روپیہ دیا ہے اور بہت ملکوں کا وارث کیا میری آرزو شہزادی سے ملنے کی ہے
لوگوں نے حسن بانو سے کہا اُسنے دونوں کو بلا کر چلمن کی اوٹ میں بیٹھکر کہا کہ تمہارا کیا حال ہے حاتم
نے کہا کہ شکر خدا ہے لیکن ہاں یہ مدعا ہے کہ شہزادی کو اپنی صورت دکھا کر اسکے دلکو تسکین دو تاکہ وہ اپنی
زندگی کا پھل پائے اسنے کہا بندۂ خدا میں نامحرم کے سامنے کیونکر آکر اپنا دیدار دکھاؤں
مگر ہاں جو کوئی یہ ساتوں سوال پورے کریگا وہی عقد کے بعد میرے گلشن عیش سے گل راحت
چنے گا اور شراب وصل پئے گا۔ تب حاتم نے کہا وہ کون سے سوال ہیں؟ تم اپنی شیریں
زبان سے بیان کرکے قول دو کہ ان سوالوں کو پورا کرے تجھے جسکو چاہوں دوں۔
اس نے اسباب کو مان کر اقرار کیا پھر ایک دسترخوان بچھا کر طرح طرح کے کھانے کھلا کر

تصویر لیجانا حاتم کا منیر شامی کو اپنے شہر یمن میں اور تسلی دینا



تھوڑے روپیہ دیکر رخصت کیوقت یہ کہا کہ اے حاتم پہلا سوال تو یہ ہے کہ "ایک بار دیکھا ہے دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے" اسکی خبر لا کہ وہ کون ہے؟ اور کہاں ہے؟ اور اسنے ایسا کیا دیکھا ہے کہ جسکے دوبارہ دیکھنے کی ہوس ہے؟ پہلے اس کو پورا کر پھر دوسرے کی فکر کیجیو۔ حاتم نے یہ سُنکر منیر شامی کو اس کے سپرد کر کے کہا یہ میرا بھائی ہے۔ جبتک میں نہ آؤں تب تک اسکو اپنی مہمانی میں رکھنا اور خاطرداری کیا کرنا۔ یہ کہکر حاتم وہاں سے رخصت ہوا۔ اور منیر شامی کو مہمان سرائے میں چھوڑ کر کسی طرف کو چلدیا۔

پہلا قصّہ حاتم کے جانیکا اور پہلی شرط بجالانے کا

القصّہ حاتم جب تھوڑی دور گیا تب اپنے دل میں کہنے لگا کہ اب میں کیا کروں اور کس سے پوچھوں بے دیکھے بھالے کدھر جاؤں اور اس عقدہ کی گرہ کیونکر کھولوں۔ مگر برائے خدا یہ مشکل اپنے ذمہ لی ہے وہی آسان کریگا۔ مجھ سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ یہ کہکر توکل بخدا آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک بھیڑیا قریب ہے کہ ایک ہرنی کو پکڑے اور پھاڑ کر کھا جاوے۔ اس بیکسی میں ہرنی کو دیکھکر للکارا کہ او نابکار یہ کیا کرتا ہے۔ یہ غریب بچہ والی ہے۔ دودھ اسکی چھاتیوں سے بہا جاتا ہے وہ یہ سُنکر ڈرا اور کہا شاید تو حاتم ہے جو ایسے وقت میں اُسکے آڑے آیا۔ وہ بولا تونے کیونکر جانا؟ اُس نے کہا تیری ہمت اور شفقت سے پہچانا۔ لیکن تمام شہر میں یہ بات مشہور ہے کہ تو ہر ایک مخلوق کے حق میں احسان کرتا ہے نہ معلوم تونے میرا شکار مجھ سے کیوں چھینا؟ تب حاتم بولا۔ تو کیا چاہتا ہے؟ وہ بولا میری خوراک گوشت ہے۔ جو پاؤں تو کھاؤں۔ حاتم بولا میرا گوشت جہاں کا چاہے کاٹ کر کھا اور اپنا پیٹ بھر کر چلا جا۔ اُسنے کہا سرین کا گوشت بے ہڈی کا ہوتا ہے۔ اگر وہ دو تو خوب سا کھا کر دعائیں دوں۔ تب حاتم نے خنجر سے ایک لوتھڑا گوشت کا کاٹ دیا۔ وہ کھا کر بولا۔ اے حاتم ایسی کیا مصیبت پڑی جو یمن کو چھوڑ کر تکلیفیں اٹھاتا ہوا اس جنگل خونخوار میں آپڑا۔ تب حاتم بولا۔ منیر شامی حسن بانو پر عاشق ہوا ہے۔ اور وہ سات سوال رکھتی ہے جو کوئی پورے کریگا اُسے قبول کریگی۔ میں نے للّٰہ اس کام پر کمر باندھی ہے چنانچہ پہلا سوال اُسکا یہ ہے کہ ایک شخص کہتا ہے۔ ایک بار دیکھا دوسری دفعہ دیکھنے کی ہوس ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ مکان کہاں ہے۔ اور وہ شخص کون ہے اور ایسا کیا دیکھا ہے کہ دوسری بار دیکھنے کی ہوس رکھتا ہے۔ پر خدا کی طرف لو لگائے چلا جاتا ہوں کہیں تو اُس کا پتہ لگیگا۔ یہ سُنکر بھیڑیے

نے کہا میں اس مکان کو جانتا ہوں وہ دشت ہویدا میں ہے جو وہاں جاتا ہے تمام دن آواز سنتا ہے۔ حاتم نے کہا وہ دشت کس طرف کو ہے؟ وہ بولا یہاں سے تھوڑی دور جا کر دو راستے ملیں گے تو بائیں ہاتھ کی راہ چھوڑ کر داہنے ہاتھ پر ہو لینا۔ یقین ہے کہ وہیں پہنچ کر اپنا مدعا حاصل کرے گا ہرنی اس کو دعا دیکر چلدی اور بھیڑیا بھی رخصت ہوا۔ مگر دونوں حاتم کی جوانمردی پر عشعش کرتے تھے حاتم دو چار قدم ہی چلا تھا کہ درد کے باعث پیر لڑکھڑائے ناچار درخت کے نیچے گر کر تڑپنے لگا۔

وہاں گیدڑ کا ایک بھٹ تھا۔ اور وہ مادہ سمیت خوراک کیواسطے گیا تھا۔ دو چار گھڑی بعد آیا اور حاتم کو تڑپتا دیکھا تو مادہ نے نر سے کہا کہ یہ آدم زاد کہاں سے آیا اب اس گھر کو چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ غیر جنس سے کس طرح صحبت بنے۔ مثل مشہور ہے۔ آدم کو حیوان سے کیا نسبت گیدڑ نے کہا۔ شاید یہ جوان حاتم ہے۔ اور دشت ہویدا کی خبر لینے جاتا ہے۔ اب چوٹ کے درد سے یہاں گر پڑا ہے اور جان دیتا ہے۔ اسنے پوچھا تجھے کیونکر معلوم ہوا؟ وہ بولا اپنے بزرگوں کی زبانی سنا ہے کہ فلاں تاریخ اور فلاں روز حاتم اس جگہ آکر اذیت اٹھائیگا سو وہ دن اور تاریخ یہی ہے۔ وہ بولی اسکا حال بیان کر۔ وہ بولا یہ یمن کا شہزادہ ہے۔ فلاں جنگل میں ایک ہرنی بچہ والی چرتی تھی اسپر ایک بھیڑیا لپکا اسنے اپنے چوتڑ کا گوشت دیکر وہ ہرنی چھڑا کر اپنے اوپر یہ مصیبت لی اسنے کہا انسانوں میں کب ایسے صاحب مروت ہوتے ہیں اور کب کسی پر رحم کھاتے ہیں وہ بولا یہ کیا کہتی ہے انسان ہر ایک مخلوق پر بزرگی رکھتا ہے۔ خصوصاً حاتم نہایت اہل ہمت اور صاحب مروت و قدرداں و خدا پرست ہے۔ سخاوت بھی اسقدر کرتا ہے کہ اپنا گوشت دیکر ہرنی کی جان بچادی اسنے اتنی خوبیاں سنکر کہا کہ ایسے زخم سے کیونکر اتنی دور جائیگا؟ گیدڑ نے کہا کہ اگر یہ میخ کے سر کا بھیجہ اسکے زخم پر لگے تو بہت جلد اچھا ہو جائے۔ مگر اس کا ملنا مشکل ہے۔ کیونکہ وہ ایک جانور ہے جو دشت ماژندران میں ملتا ہے کہ جسم اسکا سور کی مانند اور سر آدمی کا سا ہوتا ہے جو کوئی اسکو شربت پلاتا ہے تو وہ مست ہو کر ناچتا ہے۔ وہ بولی اس کا سر کاٹ کر کون لا سکتا ہے جو حاتم کو اچھا کرے۔ اسنے کہا اگر تو اسکی خبرگیراں رہے تو میں جا کر اس کا سر کاٹ لاؤں وہ بولی اس سے کیا بہتر ہے جو انسان پر حیوان کا احسان ہو۔ غرض دونوں کو چھوڑ کر دشت ماژندران میں گیا۔ اور ایک درخت کے نیچے اسے سوتا پاکر اسکا سر اس زور سے کھینچا کہ بدن سے الگ ہو گیا۔ اسکو لیکر اپنے وعدہ پر آپہنچا۔ مادہ بھی حاتم کے پاس اسکی خبرداری میں مصروف تھی چنانچہ اسکے آنے تک چڑیا کے بچے کو بھی اسکے پاس نہ آنے دیا اور رات ودن

اسکے سرہانے بیٹھی جاگا کی۔ حاتم بھی اسکی محنت کو دیکھتا رہا۔ اتنے میں گیدڑ پریرنج کا سر لایا۔ مادہ نے سر توڑ کر اسکا مغز حاتم کے چوتڑ پر لگایا۔ وہ زخم وہیں بھر آیا اور درد جاتا رہا حاتم نے کہا اے گیدڑ تونے بُرا کیا کہ میرے واسطے ایک جانور کی جان لی۔ اسکا عذاب مجھپر ہوگا خدا کو کیا جواب دونگا؟ یہ سُنکر گیدڑ نے کہا اسکا عذاب میری گردن پر ہوگا تو اندیشہ نہ کر ہم بھی خالق کو جانتے ہیں۔ پھر حاتم نے کہا تونے مجھپر احسان کیا ہے کچھ کام مجھسے بھی کہہ تاکہ انجام کو پہنچاؤں گیدڑ بولا۔ ایجوانمرد یہاں کفتارین رہتی ہیں وہ ہمارے بچے ہر سال کہا جاتی ہیں ہمارا قابو نہیں کہ ان کو مار کر اپنے بچے بچائیں۔ اگر تو اُن کو مارے تو ہم پر بڑا احسان کرے بلکہ بے داموں مول لے حاتم نے کہا اُن کا مکان مجھے دکھا دو۔ میں تا بمقدور قصور نہ کرونگا وہ مکان وہاں سے چھہ کوس پر تھا۔ وہ حاتم کو لے گیا اور مکان دکھا کر جھاڑی میں چھپ رہا۔ حاتم آگے گیا اور وہ جگہ خالی دیکھہ کر بیٹھہ گیا۔ اتنے میں ایک جوڑا آیا۔ اور حاتم کو دیکھکر کہا کہ یہ جگہ تیری نہیں جو یہاں آکر بیٹھہ گیا۔ اگر بھلا چاہے تو لوٹ جا ورنہ ابھی تکا بوٹی کرے لیتے ہیں۔ حاتم نے کہا میں مردآزار نہیں۔ اور نہ میں شکار ہوں کیوں ڈرتے ہو۔ اگر یہ مکان تمہارا ہے تو تمہیں مبارک رہے۔ شوق سے آرام کرو۔ کفتاروں نے کہا تو ہم کو فریب نہ دے چلا جا ورنہ رنج اُٹھائے گا اور مارا جائے گا۔ حاتم بولا ایجوان برائے خدا جیسی اپنی جان جانتے ہو ویسی غیر کی بھی جانو۔ یہ کیا ناانصافی ہے کہ گیدڑ کے بچوں کو مار کر آپ کو پالو۔ وہ بولے کیا تو اس گیدڑ کا حمائتی بنکر ہم سے لڑنے آیا ہے؟ حاتم نے کہا تجدا اُن کا حمائتی بنکر نہیں آیا بلکہ منت کرتا ہوں کہ تم اُسکے بچے کھانے سے باز آؤ۔ وہ بولے کہ اُنکو تو کھائیں ہت تجھکو آج بھی نہ چھوڑیں گے۔ حاتم نے کہا کہ قسم ہے خدائے برتر کی جس نے اٹھارہ ہزار مخلوق کو پیدا کیا ہے تم گیدڑ کے بچوں سے درگذرو وہ کریم روزی رساں ہے۔ تمکو بہر صورت رزق پہنچائے گا۔ وہ نہ مانیں تب حاتم نے معلوم کیا کہ یہ کمبخت سخت دل ہیں خدا کی قسم بھی نہیں مانتے انکو جان سے مارنا چاہیئے۔ اور غصہ ہوکر دونوں کی گردن پکڑکر زمین پر دے مارا۔ اور دلمیں کہا مینے آج تک کسی کو نہ مارا اور نہ دکھہ دیا ہے پر انہوں نے خدا کی قسم سے انکار کیا ہی کچھہ سزا دینی چاہیئے۔ یہ کہکر خنجر کمر سے نکالا اور اُنکے دانت اور ناخن توڑ کر سجدہ شکر ادا کر کے دعا مانگی خدایا الہی ان حیوانوں کا درد دور کر یہ دعا اسکی جناب باری میں قبول ہوئی اور دونوں کا دکھہ جاتا رہا۔ پھر اُنہیں آزاد کیا۔ وہ رو کر کہنے لگے کہ اب ہمیں رزق کیونکر پہنچے گا اور کیونکر جیئیں گے؟ حاتم نے کہا اس کا اندیشہ نہ کر خدا رزاق ہے وہ کبھی نہ کسی طرح

پہنچائیگا۔ اتنے میں گیدڑ نے آکر کہا کہ اس کا اندیشہ نہ کر آج کے دن سے ان کا کھانا پینا ہمارے ذمہ ہوا ہے۔ جبتک زندہ ہیں جہاں سے پائیں گے انکو لاکر کھلائیں گے۔ یہ بات سُنکر حاتم اُن سے رخصت ہوکر آگے بڑہا اتنے میں مادہ نے نر سے کہا کہ یہ مروت سے بعید ہے کہ حاتم دشت ہویدا کو تنہا جاوے

تصویر حاتم اور گیدڑ اور اُن دونوں گفتاروں دندان شکستہ کی



اور تو اُسکا ساتھ نہ دے۔ یہ سُنکر اُسنے حاتم سے کہا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں گا۔ اُسنے کہا کہ میں تیرے ایک احسان سے تو گردن اُٹھا نہیں سکتا۔ دوسرا کیونکر لوں۔ اور اپنے واسطے تجھے وطن سے کیونکر آوارہ کروں برائے خدا تو ان باتوں سے باز آ یہ ہرگز نہ ہوسکیگا اگر تو ساتھ دینے پر مرتا ہے تو یہی بس ہے کہ مجھے راہ راست بتادے۔ اُسنے کہا جو راہ نزدیک ہے اُسمیں آفتیں بہت سی ہیں اور دوسری راہ دور دراز ہے۔ اسمیں خطرہ نہیں۔ اس لئے میں تیرے ساتھ چلتا ہوں کہ تجھکو بتادوں۔ آگے تیری خوشی۔ اُسنے کہا خدا کو ہر راہ نزدیک ہے مجھے آسان کردیگا۔ تب گیدڑ نے کہا جو راہ تیرے آگے ہی یہی نزدیک ہے۔ اگر سلامت رہا تو دشت ہویدا کو پہونچے گا۔ حاتم اسکو رخصت کرکے آگے بڑہا ایک مدت بعد چوراہا ملا۔ وہاں کھڑا ہوکر سوچنے لگا کہ اب کدہر جاؤں اُس جنگل میں خرس کی بادشاہت تھی۔ تمام ریچھ ہی دیکھے تھے۔ اتفاقاً سو دو سو ریچھ سیر کرتے

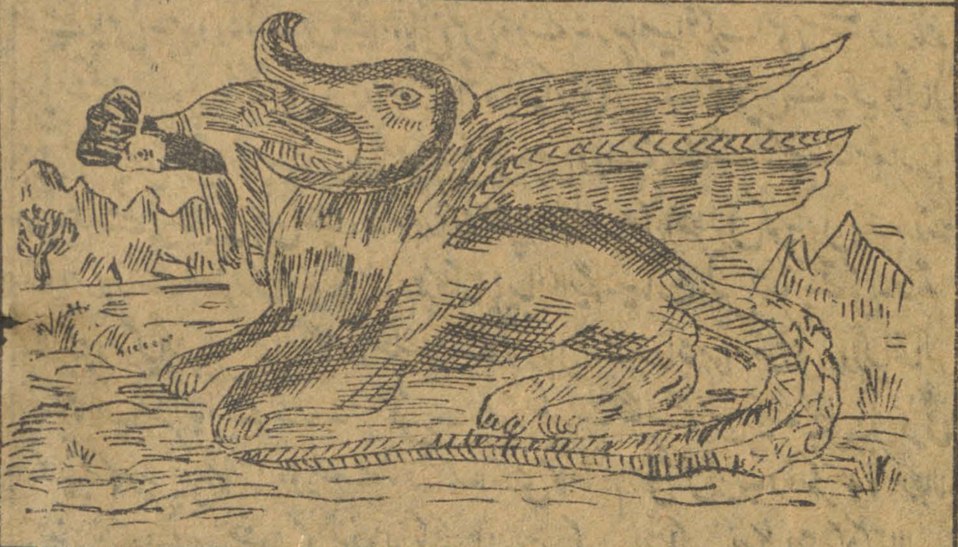
اُسطرف آئے اور حاتم کو دیکھکر خوش ہوا اُنے بادشاہ کے پاس لیگئے وہ خوش ہوکر بولا کہ میرے پاس بیٹھکر تو اپنا حال کہہ کہ کہاں سے آیا ہے اور کون ہے؟ ہمکو یمن کا بادشاہ معلوم ہوتا ہے یہ سُنکر حاتم نے کہا تم سچ کہتے ہو میں حاتم بن طے ہوں۔ برائے خدا اس جنگل میں آگیا ہوں۔ اُسنے کہا میں تمہارے آنے سے خوش ہوا اور اپنی بیٹی تمہیں بیاہ دونگا۔ کیونکہ اس جنگل میں کوئی میری دامادی کے قابل نہ تھا۔ مگر تم آئے ہو۔ اسبات کو سُنکر حاتم نے کہا میں انسان تو حیوان میری موافقت کیونکر ہو؟ وہ بولا اے حاتم شہوت کی لذت میں انسان و حیوان یکساں ہیں تو اندیشہ نہ کر اور دو چار خرسوں سے کہا کہ تم لڑکی کو عروسی گہنا اور کپڑے پہنا کر فلاں حجرہ میں بٹھا دو۔ وہ اُس لڑکی کو بنا سنوار کر اُس حجرے میں لے گئے اور حاتم کو بھی لائے۔ حاتم اُس پری پیکر رشک قمر کو دیکھکر متعجب ہوکر مجلس میں پھر آیا۔ اور کہا کہ اے خرس تو بادشاہ ہے اور میں فقیر۔ اگر اس شہزادی کو اپنی جورو کروں تو نہایت ترک ادب ہے۔ اُسنے کہا کہ اسکو قبول کر حیلہ و حجت چھوڑ کیونکہ تو بھی یمن کا شہزادہ ہے۔ یہ سُنکر متفکر ہوکر حاتم نے کہا میں کس بلا میں آپھنسا۔ میں تو ایک کام کو آیا ہوں اگر شادی کر کے رنگ رلیاں مناؤں گا تو منیر شامی میرا انتظار کر کے مر جائیگا۔ میں خدا کو کیا جواب دونگا۔ بادشاہ خرس نے اسکو سر بزانو دیکھکر پوچھا کیوں خوش ہوا اگر تو اسبات کو منظور نہ کریگا تو قیامت تک نہ چھوٹے گا۔ اُسنے اُسکا نہ جواب دیا اور نہ سر اُٹھا کر دیکھا۔ تب خرس نے غضبناک ہوکر اپنی قوم سے کہا کہ اسکو فلاں غار میں ڈالکر اُسکے مُنہ پر ایک سل سنگ خارا کی دھر دو اور خبردار رہو۔ یہ سُنکر اُس غار میں ڈالکر پتھر ڈھانک دیا۔ وہ بھوکا پیاسا حیران تھا کہ سات دن بعد خرس کے بادشاہ نے حاتم کو بلا کر پھر کہا کہ اے حاتم تم میری لڑکی قبول کرو پھر وہ سر بزانو ہوکر اس سخن کو دھیان میں نہ لایا تب اسنے ایک میوہ کا خوان اُسکے آگے رکھا وہ بھوکا تو تھا ہی بے اختیار کھانے لگا جب کھا چکا تو پھر اُسنے کہا اے جوان اُس پری پیکر کو اپنے نکاح میں لا کر حظ زندگی اُٹھا۔ حاتم نے کہا یہ مجھ سے نہ ہوسکیگا۔ انسان کو حیوان سے کیا نسبت۔ اُسنے پھر اُسی غار میں ڈالدیا وہ کئی دن تک بے آب و دانہ اُس غار میں رہا۔ اتفاقاً ایک شب کو خواب میں دیکھا کہ ایک پیر مرد سرہانے کھڑا کہتا ہے کہ اے حاتم کیوں اپنی جان اندھیرے کنوئیں میں دیتا ہے یہ نہیں جانتا کہ کس کام کو آیا ہے جبتک اس لڑکی کو قبول نہ کریگا تب تک اس قید سے نہ چھوٹیگا یہ سُنکر حاتم نے کہا اگر میں اسکے ساتھ بیاہ کرونگا تو وہ کب فرصت دیگی جو اپنے آپ کو اس کام میں لگاؤنگا؟ اسنے کہا اے حاتم تیرا چھٹکارا اسی میں ہے۔ بخطر کر ورنہ اسی میں

مرجائیگا۔ تجھکو لازم ہی کہ اُسکی بیٹی کو راضی خوشی رکھے وہی تجھکو رخصت دلائیگی۔ یہ خواب دیکھتے ہی وہ چونک پڑا۔ اتنے میں بادشاہ نے پھر بلایا اور کہا کہ اے حاتم تیرے حق میں بہتر ہے کہ میری لڑکی قبول کر۔ حاتم نے کہا اس شرط پر شادی کرونگا کہ کوئی ریچھہ میرے گھر میں نہ آوے۔ بادشاہ نے کہا اے حاتم کس کی تاب ہے جو وہاں کا دھیان بھی کرے۔ الحاصل اُسنے ارکان دولت کو جمع کرکے مجلس شادی کی جمائی۔ مسند شاہانہ بچھائی اور حاتم کو اُسپر بٹھاکر اپنی رسوم کے مطابق اُس لڑکی کو حاتم کیساتھہ بیاہ دیا اور اُس کا ہاتھہ اُسکے ہاتھہ میں پکڑا کر آپ اپنے لوگوں سمیت حجرے سے نکل آیا۔ حاتم نے اُسکے ساتھہ آرام فرمایا اور مزہ اُٹھایا۔ اسی صورت سے ہر روز اُسکے ساتھہ عیش کرتا اور ہر قسم کے میوے کھاتا۔ غرض کہ اتنا میوہ کھایا کہ جی بھر گیا۔ آخر اکتا کر ایک روز اپنے خسر کے پاس گیا اور کہا کہ حضرت میوہ کھاتے کھاتے دل گھبرا گیا اگر اناج کی قسم سے عنایت ہو تو جی بھرے اور طبیعت لگے۔ اُسنے اُسیوقت اپنے ریچھوں سے غلہ گھی شکر وغیرہ گاؤں اور شہر سے منگوائے حاتم نے انواع اقسام کے کھانے پکوا کر اپنی بیوی کیساتھہ بیٹھکر کھائے۔ اور ہر روز اسی طرح کھاتا اور عیش و عشرت کرتا تھا۔ جب تین ماہ گذر گئے تو عین اختلاط میں اپنی اہلیہ سے کہا کہ جانی میں ایک کام کیواسطے اپنے ملک سے آیا تھا یہاں وارد ہوا تو یہ مصیبت پیش آئی اب کسطرح سے تو اپنے باپ سے مجھے رخصت دلاوے تو عین مہربانی ہے جب میں اس کام سے فرصت پاؤں گا اور زندہ بچونگا تو پھر تجھہ سے ملونگا۔ اُسنے یہ سُنکر اپنے باپ سے جاکر کہا کہ باباجان وہ اسطرح کی بات کہتے ہیں اُسنے کہا کہ اگر تو اس بات سے راضی ہی تو وہ تیرا خاوند ہی اور تو اسکی بیوی وہ جانے اور تو جانے وہ بولی کہ وہ مرد نہایت راست گو معلوم ہوتا ہی اپنے وعدہ پر مقرر آئیگا کچھہ مضائقہ نہیں پروانگی دو۔ اُسنے بلواکر رخصت کیا۔ اور چند ریچھوں سے کہا کہ اسکو بخوبی اپنی سرحد سے باہر نکال دو تب اُسکی لڑکی نے ایک مہرہ حاتم کی پگڑی میں باندھ کر کہا کہ یہ اکثر تیرے کام آئیگا۔ غرض وہ اُنسے رخصت ہوکر آگے چلا۔ چند روز بعد ایک ایسے ریگستان میں پہنچا کہ جہاں دانہ پانی نہ ملا۔ مگر شام کے وقت ایک پیر مرد برقع منہ پر ڈالے دو روٹیاں اور ایک آبخورہ پانی کا دیجاتا تھا وہ اُسے کھاکر رات دن منزلیں طے کرتا تھا کہ ایک اژدہا پہاڑ کی مانند سامنے نظر آیا۔ یہ اسکو دیکھکر گھبرایا لیکن چلنے سے باز نہ آیا۔ یہ جونہیں اُسکے پاس پہنچا ویں اُسنے دم کھینچا۔ حاتم نے ہر چند آپکو سنبھالا پر نہ سنبھل سکا صاف اُسکے منہ میں چلا گیا اور اُسکے پیٹ میں آپکو دیکھکر سجدہ شکر بجالایا اور یہ کہنا شروع کیا کہ خوب ہوا جو میرا تن آلودہ گناہ ایک بندہ خدا کے پیٹ میں پڑا نہیں تو

یہ جامئہ خاکی کسی کام کا نہ تھا۔ حق تو یہ ہے کہ جو کوئی آپ کو راہ خدا میں ڈالے اور اپنا گھر برباد کرے اور
آپ اسکی یاد کرے تو برباد نہیں ہو سکتا۔ مگر امتحان کیواسطے کچھ رنج دیتا ہے اگر وہ اس مصیبت
میں ثابت قدم رہا تو بجز مشقت سے گوہر مراد لے نکلا۔ اسیطرح سے اپنے دلکو حاتم تسلی دیتا تھا۔ اور
حضرت ایوب کی مصیبتوں پر دھیان کرتا تھا اور کہتا تھا کہ خداوند کریم کارساز ہے میری بھی
مشکل آسان کریگا غرض تین دن تک وہ اُسکے پیٹ میں رہا اور ادہر اُدہر راستہ ڈھونڈا کیا۔
راہ کہیں نہیں پائی مگر گندگی میں لتھڑ پتھڑ ہو گیا۔ پر سانپ کے زہر نے اسپر اثر نہ کیا اسکی وجہ یہ
تھی کہ اُسکی جورو نے چلتے وقت اُسکی پگڑی میں ایک مہرہ باندہ دیا تھا اُسکے یہ خواص تھے
کہ جسکے پاس یہ ہو وہ نہ آگ میں جلے نہ پانی میں ڈوبے نہ زہر اسپر اثر کرے اسی سبب سے وہ زندہ
رہا اسکے زہر نے کچھ اثر نہ کیا تین روز بعد وہ اژدہا گھبرا کر جی میں کہنے لگا کہ میں نے یہ کیا بلا کھائی
ہے جو ہضم نہیں ہوتی اور پیٹ میں دوڑی پھرتی ہے غرض وہ اپنے پیٹ کے درد کہنے سے بیقرار رہا
اور حاتم اسکے پیٹ میں چین نہ لیتا تھا۔ اور دوڑتا پھرتا تھا اور اسکی انتڑیوں کو پیروں سے روندتا
تھا آخر کار اُسنے معلوم کیا کہ یہ لقمہ تمام عمر کا کھایا پیا نکالیگا۔ یہ بات دلمیں ٹھہرا کر قے کی۔ حاتم
نکلکر کھڑا ہو گیا کپڑے سکھانے لگا وہ خشک ہوئے تو وہاں سے روانہ ہوا۔ تھوڑی دور گیا تھا کہ
ایک تالاب نظر آیا اُسکے کنارے بیٹھکر کپڑے دہو کر سکھانے لگا اتنے میں ایک مچھلی پانی سے نکلی
اُسکا نیچے کا دھڑ مچھلی کا تھا۔ اور سر سے ناف تک آدمی کا حاتم اسکی شکل عجیب دیکھکر سجدہ شکر بجالایا
اور صنعت خداوندی پر عش عش کرنے لگا اور ٹکٹکی باندہے دیکھ رہا تھا کہ وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر تالاب
میں لیگئی۔ اور لیجا کر اُسے ایک ستھرے بچھونے پر بٹھا کر آپ سر تا پا نازنین عورت ہو کر ارادہ
ہمبستری ہونیکا کیا۔ حاتم نے اسبات کو نہ مانا اور کہا کہ میں ایک کام کیواسطے اپنے گھر کو تباہ کر کے
یہاں تک آیا ہوں تو راہ ہی میں رہزنی کرنی چاہتی ہے کہ ٹھہار رکھے یہ مجھسے کب ہو سکیگا
کہ تیرے ساتھ عیش کروں۔ مگر اسصورت پر کہ جہاں سے تو لائی ہے وہیں پہنچا دے تو خیر میں
بھی تیرے ساتھ چندے صحبت گرم کر کے تیرے دل کی آرزو بر لاؤں اُسنے اسبات کو قبول
کر کے کہا کہ تین روز بعد جہاں سے لائی ہوں پہنچا دونگی۔ حاتم خوش ہو کر برغبت تمام اُس سے ملا
تین روز بعد حاتم نے مچھلی سے کہا کہ اب تو بھی اپنا وعدہ پورا کر۔ وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر پانی میں
غوطہ لگا کر کنارہ پر پہنچی اور کہا کہ ایجوان تو مجھسے جدا کیوں ہوتا ہے حاتم نے کہا کہ میں ایک
کام سے جاتا ہوں نہیں تو تجھسے کب جدا ہوتا اور اس چین کو چھوڑ کر یہ دکھ کیوں سہتا وہ

یہ بات سُنکر چلی گئی - حاتم نے کپڑے سکھا کر اپنا راستہ لیا - ایک مدت بعد ایسے پہاڑ پر پہنچا کہ جسپر ہزاروں
درخت لہلہاتے تھے اور سینکڑوں مکان عالیشان ستھرے چمکتے تھے - ہر طرف آب جوئیں جاری
تھیں اور ہر سمت پھلواری نظر آتی تھی - ہر مکان ہوادار تھا - یہ تھکا ماندہ تو تھا ہی جاتے ہی
سو رہا اتنے میں مالک مکان آ پہنچا - دیکھا کہ ایک جوان خوبصورت سو رہا ہے - اسکے نزدیک بیٹھ
گیا - حاتم سو کر اُٹھا - اور آنکھیں ملکر دیکھا تو ایک شخص کو پاس بیٹھا دیکھکر گھبرایا اور اُٹھکر سلام کیا

قصہ ایک بہت بڑے اژدہے کی حاتم کو نگل جانے اور اگل دینے کی



اُسنے کہا تو کون ہے کہاں جائیگا اور اس جنگل میں کس کام کو آیا ہے؟ حاتم نے کہا کہ میں دشت ہویدا
کو جاؤنگا - بہتر ہوا کہ آپ کی بھی زیارت نصیب ہوئی آگے جو مرضی اللہ کی - اُسنے کہا اے جوان اس
خیال خام کو دل سے دور کر کیوں جان گنواتا ہے - مجھکو یہ افسوس ہے کہ تیری آشناؤں میں ایسا کوئی
نہ تھا جو تجھکو منع کرتا - اُسنے کہا کچھ میں اپنی مراد کو نہیں جاتا ہوں میں نے للہ ایک غیر کیلئے کمر ہمت
باندھی ہے - اور قدم جستجو راہ سعی میں دھرا ہے آگے جو مرضی حق تعالیٰ کی - ایک شخص منیر شامی
خوارزم کا شہزادہ ہے حُسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی پر عاشق ہوا ہے - اور وہ سات سوال رکھتی
ہے جو کوئی اسکے ساتوں سوال پورے کرے وہ اسکو قبول کریگی وہ شہزادہ اسکے جواب سے عہدہ برا
نہیں ہو سکا - تب اُسنے اپنے شہر میں نہ رہنے دیا ناچار وہاں سے نکلا - اور جنگل میں آوارہ پھر
اور بے آوارہ رونے لگا اسی صورت سے بحال تباہ میرے پاس آیا - میں نے احوال پوچھا - اُسنے

ابتدا سے انتہا تک تمام حال سنایا۔ اسوقت میرے دلمیں یہ خیال گذرا کہ حال پوچھکر اسکی مدد
نہ کرنا انسانیت سے دور ہے۔ اسواسطے میں نے کمر ہمت باندھی اور اسقدر مصیبت اپنے اوپر لی
اسبات کے سنتے ہی اُسنے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تو حاتم بن طے ہے۔ کیونکہ اُسکے سوا اس زمانہ میں
کون ہے جو ایسا کام کرے اور غیر کیواسطے آپ آفت میں پڑے خیر کچھ اندیشہ نہ کر خدا رحیم و کریم ہے یہ مشکل
آسان ہوگی لیکن یہ خطرہ ہے کہ آج تک دشت ہویدا سے کوئی پھر کر نہیں آیا۔ اور کوئی پھرا بھی
تو وہ آپا میں نہیں رہا۔ یہ نصیحت میری بدل یاد رکھ کہ جسوقت تو اُس دشت کے قریب
پہنچے گا تو پریزاد ظلمات میں لیجائیں گے تو چپکا چلا جانا کسی جگہ اڑ نہ جانا۔ اور جو پری پکڑ کر تیری
خواہش کرے تو اسکی طرف ہرگز التفات نہ کرنا۔ انکے پیچھے ایک ایسی نازنین مہ جبین آویگی
کہ جسکے دیکھتے ہی تیرا دل ہاتھ سے جاتا رہیگا اور تو بے اختیار ہو جاویگا پر خدا کیواسطے
کہیں استقلال نہ چھوڑنا اور اضطراب نہ کرنا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ جونہی تیرا ہاتھ پکڑیگی تو دشت
ہویدا میں جا پہونچے گا۔ اگر ایک ہفتہ تک اُس سے کچھ کام کو کہے گا تو تا دم مرگ پریشان رہیگا
وہ دونوں اسی گفتگو میں تھے کہ ایک نوجوان دو پیالے کھیر کے اور دو کوزے پانی کے اپنے
ہاتھوں پر دہرے غیب سے پیدا ہوا اور اُنکے آگے رکھدیئے۔ ان دونوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور
سجدۂ شکر ادا کرکے وہ رات کاٹی اور صبح کو حاتم اُس سے رخصت ہوکر کسی جنگل کی طرف راہی
ہوا تھوڑے دنوں کے بعد ایک تالاب خوش قطع پر جا پہنچا اور پانی پیا۔ اتنے میں ایک عورت
مہ جبین سر سے پاؤں تک ننگی تالاب سے نکلی۔ اور حاتم کا ہاتھ پکڑ کر اسی تالاب میں غوطہ مار کر
چلی گئی جوں ہی حاتم کا پاؤں زمین کی تہہ پر پہنچا آنکھ کھولی تو آپ کو اُس نازنین کے ایک
پھلے پھولے باغ میں پایا۔ وہ نازنین اسکو چھوڑ کر ادھر طرف چلدی اور حاتم سیر کرتا ادھر اُدھر کا
تماشہ دیکھتا چلا جا رہا تھا ایک طرف سے ہزاروں پری پیکر غول باندھے گلے میں ہار ڈالے سر سے
پاؤں تک گہنے میں لدی ہوئی نکل آئیں اور حاتم کو زبردستی اپنی طرف کھینچنے لگیں۔ اُسنے نہ کسی
کی طرف رغبت کی اور نہ سر اٹھا کر دیکھا۔ کیونکہ اُس مرد کا کہنا اسکو یاد تھا اور دلمیں کہتا تھا کہ ایسا
نہو کہ استقلال کا پاؤں ڈگے اور تو خواہ مخواہ مکر و فریب کے اندھے غار میں گرے خبردار رہ کہ
ظلمات یہی ہے۔ آخرکار وہ ایک مکان میں لے گئیں جو تمام جواہرات سے لدا اور تخت مرصع
تکلف سے ایک دالان میں بچھا تھا جب وہ تخت کے پاس پہنچا تو وہ سب نقش بدیوار
ہو گئیں غرض تخت کے پاس وہ کھڑا ہی تھا دلمیں کہا اے حاتم اگر تو یہاں بیٹھا ہے تو

تخت پر بھی بیٹھہ یہ سوچکر اُسنے جونہی پیر رکھا تو ایک تراقے کی آواز آئی اُسنے خیال کیا شاید اس کا
پایا ٹوٹ گیا نیچے جھانکا تو سالم پایا پھر اسپر بیٹھہ گیا پھر ویسی ہی آواز آئی اور آواز کے ساتھہ ہی وہ
نازنین جو سب سے زیادہ خوبصورت تھی نقش دیوار کی ہیئت چھوڑ کر حاتم کے پاس ناز و ادا سے
چلی آئی حاتم یہ دیکھکر حیران ہوا اور دلمیں کہا کہ الٰہی یہ تو دیوار پر تصویرونکی مانند لگی تھی پھر کیونکر نقاب
ڈالے ہوئے اور اس تخت کے آگے آ کھڑی ہوئی - وہ چاہتا تھا کہ اس کا گھونگھٹ کھولکر رخسار نازنین
کی دید کرے کہ اس مرد کی نصیحت یاد آگئی اور دلمیں کہا کہ اگر اس کا ہاتھ پکڑوں گا تو قیامت تک
اس ظلمات سے چھٹکارا نہ ملے گا۔ غرض وہ تین رات دن تخت پر بیٹھا رہا جب رات ہوئی تو
وہ سب صورتیں جو نقش بدیوار تھیں مجسم ہوکر ناچتیں تھیں اور وہ نازنین حاتم کو دیکھہ کر مسکراتی
تھی اور طرح طرح کے میوے بھی حاتم کے آگے دھرے تھے - ہر چند وہ کھاتا مگر پیٹ نہیں بھرتا
تھا۔ تب حیران ہوکر کہتا تھا کہ الٰہی میں اتنا کھاتا ہوں مگر سیر نہیں ہوتا کیا وجہ ہے۔ القصہ
چوتھے روز اسکے دلمیں آیا کہ اگر یہاں عمر بھر رہوں گا تو بھی اس میوے سے سیر نہوں گا اور نہ
اس مجلس سے نکلوں گا۔ اور منیر شامی کو جو منتظر چھوڑ آیا ہوں اگر اسکو کچھہ ہو گیا تو خدا کو کیا
جواب دونگا۔ جلد اس نازنین کا ہاتھ پکڑا اور وہیں ایک اور مہ جبین نے ایک ایسی لات ماری کہ
کہیں کا کہیں جا پڑا اور وہاں سر اٹھا کر دیکھا تو وہ نازنین نظر آئی اور نہ وہ تخت و باغ۔ مگر ایک
جنگل لق و دق اور سنسان نظر پڑا کہ جس کا اور نہ چھور۔ تب اُسنے معلوم کیا کہ دشت ہویدا یہی ہے
اور وہ شخص یہیں ہوگا جو کہتا ہے کہ ایک بار دیکھا ہے اور دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے اور اُسی صورت
سے ہر طرف دیکھتا پھرتا تھا کہ ایک آواز اوسکے کان میں آئی تب اُسی طرف دوڑا گیا تو دیکھا ایک
شخص باریش سفید زمین پر بیٹھا ہے - یہ اسکے پاس گیا اور اسلام علیکم کہا اُسنے پوچھا اے
جوان خوشرو کہاں سے آیا ہے - اور اس جنگل میں کیا کام رکھتا ہے؟ حاتم نے کہا کہ میں اس بات
کا متجسس ہوکر آیا ہوں کہ تم نے ایسا کیا دیکھا ہے کہ جسکے دیکھنے کی دوبارہ آرزو رکھتے ہو بہر خدا کہو
اُسنے کہا کہ تم بیٹھو میں کہوں گا۔ اس بات کو سنکر حاتم بیٹھ گیا۔ جب رات ہوئی دو روٹیاں اور دو
آبخورے پانی کے اُنکے آگے خود بخود آئے۔ ایک آبخورہ پانی کا اور ایک روٹی حاتم کو دی اور
دوسرا حصہ آپ لیا۔ غرض دونوں نے روٹی کھا کر پانی پیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو حاتم
نے کہا اے بندہ خدا اب کہو۔ اُسنے کہا اے مسافر شہر غریب میں ایک روز سیر کرتا ہوا ایک تالاب
خوش قطع پر جا نکلا اور اُسکے کنارے پر بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگا۔ اتنے ایک عورت شکیلہ سر سے پاؤں

تک نکلی اُس تالاب سے نکلی اور میرا ہاتھ پکڑ کر اُس تالاب میں لے گئی بیٹے تھے پر جا کر آنکھیں کھولکر دیکھا تو ایک باغ نہایت دلچسپ نظر آیا - اور بہت سی عورتیں خوبصورت ہر طرف سے نکلیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر تخت مرصع کے پاس لے گئیں - میں اُس پر بیٹھکر تماشا دیکھنے لگا اتنے میں ایک نازنین منھ پر نقاب ڈالے میرے پاس آئی اُوسکو دیکھکر میں غش کر گیا - اور دل ہاتھ سے جاتا رہا - آخر برقع اُٹھا کر اُس کا منھ دیکھا تو عجیب حُسن خدا داد تھا - جوں ہی میں نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا وہیں ایک عورت نے تخت کے نیچے سے نکلکر ایک لات ایسی ماری کہ میں اُس مکان سے نکلکر اس ویران جنگل میں آپڑا - اور وہ عشرت کدہ میری نظر سے غائب ہو گیا - اُسی دن سے میں آٹھوں پہر گریہ و زاری کے سوا کچھ کام نہیں رکھتا اور چاہتا ہوں

تصویر پہنچنا حاتم کا پاس اُس فقیر کے جو دشت ہویدا میں آواز دیتا تھا اور پوچھنا سبب آواز دینے کا - اُسکو اسکے مطلب کو پہنچا کر شاہ آباد کو لوٹنا



کہ اُسے دل سے بھلا دوں مگر فراموش نہیں ہوتی - یہ کہکر اُس نے ایک نعرہ مارا آہ بھر کر بگولہ کی طرح جنگل میں دوڑنے لگا اور یہی کہتا تھا کہ "ایک بار دیکھا ہے دوسری دفعہ دیکھنے کی ہوس ہے" حاتم نے معلوم کیا کہ یہ عاشق ہی کہا اے پیر مرد اگر اس تماشہ کو دیکھے تو خوش ہو اُسنے کہا اے مسافر یہ بات محال ہے - اگرچہ ہ

یہ کرتا ہوں شب کو خاک پر رکھ کر جبیں ‏ ‏ ‏ دے ملا دلبر کو میرے جامع المتفرقین

پر کچھ اثر نہیں رکھتا۔ تب حاتم نے کہا اے پیر مرد تو میرے ساتھ چل وہ جلسہ ہیں تجھے دکھاؤں اس سخن کو سنکر وہ حاتم کے ہمراہ چلا۔ چند روز بعد دونوں ایک درخت کے نیچے جو متصل تالاب کے تھا جا پہنچے۔ حاتم نے کہا اے پیر مرد اگر اُس نازنین کو ہمیشہ دیکھنا چاہتا ہے تو کبھی ہاتھ نہ پکڑنا اگر پکڑیگا تو اپنے کو پھر اُسی جنگل میں پائیگا۔ اور پھر اُس مکان میں قیامت تک نہ جائیگا بس اب تو جا آگے وہی تالاب ہے۔ یہ سُنکر وہ عاشق زار تالاب پر پہنچا تھا کہ ایک ننگی عورت اُس تالاب سے نکلی اور اُسکا ہاتھ پکڑکر تالاب میں لیگئی اور حاتم شاہ آباد کیطرف روانہ ہوا۔ ایک مدت بعد آفتیں کھینچتا شاہ آباد کیطرف آیا حُسن بانو کے لوگ ہاتھوں ہاتھ حُسن بانو کے پاس لیگئے اور عرض کی کہ حاتم صحیح وسالم آیا ہے اُسنے بلاکر پردہ کے پاس بٹھایا اُسنے سب حال کہکر کہا کہ دلی آواز اب نہیں آتی حُسن بانو نے حاتم کی ہمت پر آفرین کی۔ حاتم اُٹھ کھڑا ہوا اور منیر شامی کے پاس آٹھ روز رہکر تمام ماجرا بیان کیا۔ نویں دن حُسن بانو سے جاکر کہا کہ دوسرا سوال کیا ہے؟ خدا کیواسطے جلد بیان کر حسن بانو نے کہا کہ وہ دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک شخص نے دروازہ پر لکھکر لگادیا ہے کہ نیکی کر اور کنوئیں میں ڈال "آیا وہ کیا بھید ہے؟ اُسنے ایسی کیا نیکی کی ہے اُسکی خبر لا۔ یہ سنکر حاتم اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور حُسن بانو سے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے اور کس طرف رہتا ہے

دوسرا سوال حاتم کے جانے اور اُس شخص کے دروازہ کے نوشتہ کی خبر لانیکا

بس اتنی بات دریافت کرکے وہاں سے چلا ایک مدت بعد کسی ہیبتناک جنگل میں جا پہنچا اور شام کے وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک دردانگیز آواز اسکے کان میں آئی کہ اسکو سنکر آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور دل میں کہا کہ یہ بات جوانمردی سے دور ہے کہ ایک بندۂ خدا کسی آفت میں گرفتار ہو کر روئے اور تو اسکی مدد نہ کرے اور اُس کا حال نہ پوچھے یہ کہکر اسطرف کی راہ لی۔ تھوڑی دیر میں اسجگہ جا پہنچا جہاں سے رونیکی آواز آتی تھی دیکھا کہ ایک نوجوان سطح آب پر بیٹھا گوہر اشک چشمہ چشم سے لیے گل رخسار نازنین پر بہار ہا ہے اور سرد آہیں بھر کر یہ قطعہ پڑھتا ہے **قطعہ**

جاؤں میں کہاں اور کہوں کس سے عزیزو
ٹک سوچو تمہیں میرے دل زار کا احوال

جو مجھ پہ گذرتی ہے رقم کر نہیں سکتا
اور کہہ بھی نہیں سکتا کہ بھری ہے زباں لال

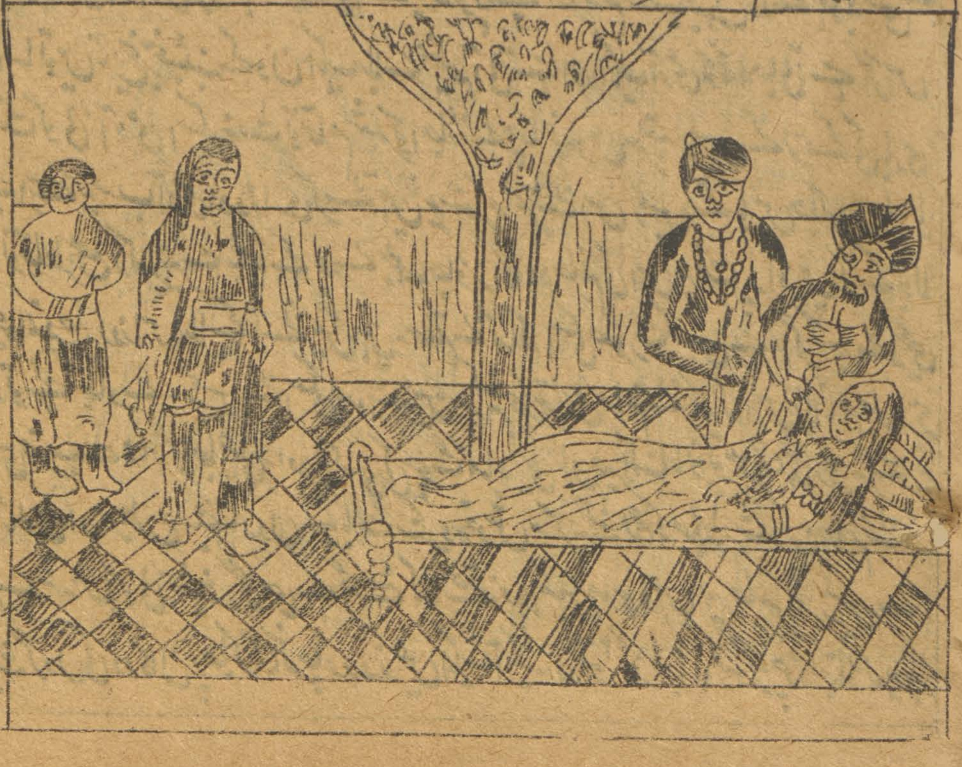
حاتم نے کہا۔ اے جوان دردمند تجھپر ایسی کیا مصیبت پڑی ہے جو اتنا حیران و پریشان ہے؟ اُسنے کہا اے مسافر میں سوداگر ہوں یہاں بارہ کوس پر ایک شہر عالیشان ہے وہاں حارث نام ایک

سوداگر رہتا ہے اُسکی ایک لڑکی پری پیکر ہے اتفاقاً میں کسی طرف سے چلتا پھرتا سامان سوداگری
لیکر اُس شہر میں جا نکلا اور اسکی حویلی کے نیچے سایہ میں بیٹھا۔ یکایک میری نظر کوٹھے پر پڑی تو
ایک نازنین کو دیکھکر میری حالت بگڑ گئی۔ اور لوگوں سے پوچھا یہ لڑکی شوہردار ہے یا نہیں؟
اُنھوں نے کہا کہ اس کا باپ شادی نہیں کر سکتا لڑکی خود مختار ہے اور تین سوال رکھتی ہے جو کوئی
اُسکے سوال پورے کریگا اسی سے شادی کریگی۔ یہ سُنکر میں اُسکے دروازہ پر گیا۔ اُسنے اندر بلا کر کہا کہ
اگر تو اپنے عہد و پیمان پر قائم رہے تو میں اپنے سوال بیان کروں میں نے کہا فرمایئے۔ اُس نے
کہا پہلا سوال یہ ہے کہ "اس شہر کے قریب ایک غار ہے اُسکے اندر آج تک کوئی نہیں گیا۔ نہ
معلوم اُسکی انتہا کہاں تک ہے" دوسرا سوال یہ ہے کہ شب جمعہ کو ایک آواز جنگل سے آتی ہے
کہ میں نے وہ کام نہ کیا جو آج کی شب کام آتا" تیسرا سوال یہ ہے کہ وہ مہرہ جو سانپ کے پیٹ میں
ہے مجھے لادے" یہ سُنکر میرے اوسان بھی رہے سہے ہوش جاتے رہے میں نے ذرا پاؤں کھینچا اُس نے
دست ظلم سے میرا تمام اسباب و جواہر لوٹ کر شہر سے نکلوا دیا۔ میں ناچار ہو کر اس جنگل میں آپڑا
ایک تو مال گیا دوسرے رسوا ہوا تیسرے عشق کے تیر نے کلیجہ کو چھلنی کر ڈالا۔ ہمراہیوں نے ساتھ
چھوڑ دیا۔ میں فقیر ہو گیا۔ حاتم نے کہا تو خاطر جمع رکھ اور مجھے وہاں لیچل میں تیرا اسباب بھی دلا دوں
اور معشوقہ سے بھی ملوا دوں یہ کہکر اسکے ساتھ شہر میں آکر کاروانسرائے میں اُترا اور اُس کو وہاں
بٹھا کر آپ اُسکے دروازہ پر گیا اور کہا کہ میں بیاہ کرنے آیا ہوں۔ خبرداروں نے لڑکی کو خبر دی کہ
ایک شخص تجھ سے بیاہ کرنیکو آیا ہے۔ اُسنے یہ سُنکر پردہ ڈالکر گھر پر بلا لیا اور عہد و پیمان اس سے
لئے۔ حاتم نے کہا جس روز فضل خدا سے یہ کام کر لوں اُسوقت میں مختار ہوں تجھے جسکو چاہوں
دوں اُسنے کہا بہت بہتر حاتم نے کہا کہ اپنے باپ کو بلا لاؤ۔ اُسنے حارث کو بلایا۔ حاتم نے یہ حال
اس سے بھی کہا اُسنے مانا پھر حاتم نے کہا اب اپنے سوال بیان کر تب اُس لڑکی نے کہا۔ اس شہر
کے نزدیک ایک غار ہے اُسکی خبر لا کہ کتنا گہرا اور لمبا ہے اور اسمیں کیا ہے" یہ سُنکر حاتم رخصت ہوا
اور چند آدمی ساتھ ہوئے اور اس غار کو دکھا کر چلے گئے۔ حاتم اسمیں کود پڑا ایک دن و رات غلطاں
و پیچاں چلا گیا۔ ایک عرصہ بعد روشنی معلوم ہوئی تب حاتم نے کہا کہ اب غار تمام ہوا یہاں سے اُٹھیے
پھر خیال آیا کہ اگر کسی نے حقیقت پوچھی تو کیا جواب دونگا۔ یہ خیال کرکے آگے بڑھا تو ایک میدان
اور اُسکے بیچ میں ایک تالاب صاف پانی سے بھرا دیکھا حاتم اُسکے پاس گیا صراحی پانی کی اور کچھ
بادام تھے کبھی کبھی دو تین بادام کھا کر پانی پی لیتا اور رات دن چلا جاتا تھا یکایک پانی قطرہ

گیا تو اُسنے تالاب کا پانی پیا اور صراحی بھر کر آگے روانہ ہوا سامنے ایک دروازہ ملا یہ اندر چلا گیا تو وہاں ایک بستی ملی۔ وہاں ہزاروں دیوؤں نے چاہا کہ اسکو کھائیں کہ ایک نے اُنمیں سے کہا کہ اے یارو اسکو نہ مارو یہ آدمی ہے کیونکہ گوشت اسکا لذیذ ہوتا ہے اِسے بادشاہ کے پاس لیچلو اُنھوں نے کہا کہ ہمارا ایسا کون دشمن ہے جو بادشاہ کے پاس لیجائیں آخر سب چھوڑ گئے۔ حاتم نے دوسری طرف کا راستہ لیا۔ اتنے میں ایک گاؤں دکھائی دیا اُسنے معلوم کیا کہ یہ بستی آدمیوں سے آباد ہوگی۔ اسی گمان پر آگے بڑھا تو پھر بہت سے دیوؤں نے آکر گھیر لیا اور کھانیکا قصد کیا اُن میں سے بھی ایک نے کہا کہ اسکو نہ کھاؤ بلکہ زندہ ہی بادشاہ کیخدمت میں لیچلو کیونکہ اُسکی بیٹی بیمار ہے شاید اسکے ہاتھ سے اچھی ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ تو کیا کہتا ہے ہم سینکڑوں آدمیوں کو لیجاکر شرمندہ ہوئے اب ہمیں کیا ضرورت ہے جو لیجائیں یہ کہکر چھوڑ دیا۔ حاتم وہاں سے بھی آگے بڑھکر ایک اور موضع میں پہونچا وہاں کے دیو اُسکو اپنے سردار کے پاس لے گئے اس سردار کی بی بی کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ اور پانی آنکھوں پھر بہتا تھا۔ اسکے غم میں سردار سر جھکائے بیٹھا تھا حاتم کو دیکھکر بولا اسکو یہاں کیوں لائے ہو اسکو چھوڑ دو جہاں جی چاہے جائے۔ حاتم نے اسکو غم میں گرفتار دیکھکر پوچھا کہ تجھے کس بات کا غم ہے؟ اسنے کہا کہ میری زوجہ کی آنکھیں دکھتی ہیں اسوجہ سے میں نے اپنا آرام و چین چھوڑ دیا اُسنے کہا کہ تو خاطر جمع رکھ میں اُسکی آنکھیں اچھی کردونگا یہ سنکر وہ حاتم کو اپنے محل میں لیگیا اور اپنی جورو پاس بٹھاکر عرض کیا کہ اے شخص اگر تیری دوا سے یہ اچھی ہوگئی تو تا زندگی اپنی بساط کے موافق کچھ نہ کچھ خدمت ضرور کیا کرونگا۔ یہ سنکر حاتم نے اس سے کہا بشرطیکہ تو میری یہ بات قبول کرے کہ جب تیری زوجہ کی آنکھیں اچھی کردوں تب تو اپنے بادشاہ پاس لیجاکر میری حکمت کی تعریف کر اُس دیو نے حضرت سلیمانؑ کی قسم کھاکر کہا کہ اگر تیری تدبیر سے اچھی ہوگئی تو میں تجھے دربار شاہی میں لیجاکر ملازمت شاہی دلادونگا۔ حاتم نے پگڑی سے مہرہ نکالکر پانی میں رگڑا اور اُسکی آنکھوں میں لگادیا اُسنے وہیں شفا پائی اور درد جاتا رہا اسی طرح اُسنے دو تین بار لگایا تو آنکھیں کٹوری سی کھل گئیں اور درد جاتا رہا۔ دیو نے خوش ہوکر اُسکی خدمت کی۔ اور چند روز بعد بادشاہ کے پاس لیجاکر اسکی تعریف کی کہ خداوند یہ شخص دانائے دہر ہے اور حکمت میں یکتائے عصر ہے۔ چنانچہ میری زوجہ کی آنکھیں برس سے دکھتی تھیں اسنے ایک پل میں اچھی کردیں یہ سنکر خوشحال بادشاہ نے نہایت مہربانی سے کہا کہ اے مسافر میں آزار شکم رکھتا ہوں اور میری قوم سے کوئی دوائی نہ کرسکا اگر تیرے ہاتھ سے شفا پاؤں تو میں

بھی مرہون احسان رہوں حاتم نے کہا جس وقت تم کھانا کھاتے ہو اسوقت کتنے خادم حاضر رہتے ہیں
اور کھانا کھاتے وقت مجھکو بلا لینا الغرض کھانا چنا گیا تو بادشاہ نے چاہا کہ کچھ کھانا اٹھا کر کھائے -
حاتم نے روکا اور سب اہالی موالی کو سرپوش اُٹھا کر کھانا ہانک دیا - ایک دم کے بعد دیکھا تو تمام قاب
کیڑوں سے بھری تھی - بادشاہ نے حیران ہو کر پوچھا یہ کیا سبب ہے؟ حاتم نے کہا یہ دیوؤں کی نظر کا باعث
ہے آپکو لازم ہے کہ تنہا نعمت خانہ میں کھانا نوش جان کیا کریں تاکہ یہ نہ دیکھیں آستے اُس روز جو اس
طرح سے کھایا تو آرام رہا - درد وغیرہ نہ ہوا دو تین روز میں آرام ہو گیا تو حاتم کو گلے لگا کر کہا مانگ
کیا مانگتا ہے؟ حاتم نے کہا میں انسان ہوں اور میرے بہت سے بھائی تیری یہاں قید ہیں اُن کو رہا کردے
تو عین بندہ پروری ہے - یہ سنکر بادشاہ نے سبھوں کو بلا کر خلعت فاخرہ دیکر رخصت کیا - اور
حاتم سے عرض کیا کہ ایک بات اور قبول کر - حاتم نے کہا میں حاضر ہوں - بادشاہ نے کہا میری
لڑکی بیمار ہے اگر اسکو دیکھکر کوئی تدبیر کرے تو ممنون احسان ہوں یہ سنکر حاتم اٹھ کھڑا ہوا اور کہا
بسم اللہ چلئے میں اُسے بھی دیکھ لوں - بادشاہ اپنے ساتھ محل میں لیگیا - حاتم نے دیکھا کہ لڑکی بہت
دبلی ہو رہی ہے اور رنگ زرد ہو گیا ہے - حاتم نے تھوڑا سا شربت منگا کر مہرہ گھس کر اسمیں ملا یا اور
اسکو پلا دیا تھوڑی دیر بعد دست آنے لگے - تمام دن یونہی گذرا شام کو کئی مرتبہ قے کر کے غش میں

تصویر حاتم اور فروقاش بادشاہ دیوؤں کی اور غش آنا اسکی بیٹی کو



ہو گئی۔ بادشاہ نے ڈر کر کہا العزیز یہ کیا حالت ہے ایسا نہ ہو یہ مر جائے۔ حاتم نے کہا تو اندیشہ نکر خدا آرام کریگا۔ تمام رات اسیطرح گذری صبح ہوتے ہی اسکو ہوش لگی نہا دھو کر کے کچھہ نوش جان کیا عرض پندرہ روز میں آزار جاتا رہا چہرہ چمکنے لگا۔ حاتم نے بادشاہ سے کہا۔ اب تمہاری بیٹی نے شفا پائی مجھہ کو رخصت کرو جس کام کیلئے آیا ہوں پورا کروں بادشاہ نے بہت سے روپے اور اشرفیاں اور جواہر کے خوان منگا کر رکھے حاتم نے کہا میں تن تنہا یہ کیونکر اٹھاؤں اور کہاں لیجاؤں؟ اسنے اپنے دیوؤں سے کہا کہ اسے زر و جواہر سمیت غار پر پہنچا دو حاتم اس سے رخصت ہوا اور ایک ماہ بعد اس کو دیوؤں نے غار پر پہنچا دیا آپ چلے گئے۔ ایک جاسوس کو حارث کی بیٹی نے غار پر تعین کیا تھا ڈر کر بھاگا تب حاتم نے پکار کر کہا مت بھاگو میں وہی ہوں جو غار کی خبر لینے گیا تھا۔ اب خدا کے فضل سے زندہ پھر آیا۔ بارے حاتم کی آواز پہچان کر پھرا تو دیکھا کہ حاتم ہے جھٹ سب سامان کو اٹھوا کر حاتم کاروانسرائے میں آیا اور اسی سوداگر کو بخشدیا۔ وہ اسکے پاؤں پر گر پڑا۔ حاتم نے گلے لگایا خبرداروں نے لڑکی سے کہا اسنے بلا کر غار کا حال پوچھا۔ حاتم نے کل حقیقت سے آگاہ کر کے کہا کہ تیری ایک شرط بجا لایا۔ اب دوسری کہہ اسنے کہا کہ جمعہ کی رات کو ایک آواز آتی ہے کہ میں نے وہ کام نہ کیا جو آج کے دن میرے کام آتا۔ اسکو سنکر حاتم روانہ ہوا اور صحرا بصحرا پھرنے لگا چند روز بعد وہ آواز اسکے کان میں آئی۔ یہ اسکے کھوج میں رات دن پھرنے لگا کہ ناگاہ ایک گاؤں نظر آیا۔ وہاں کے لوگ گریہ و زاری کر رہے تھے۔ یہ آگے بڑھ کر پوچھنے لگا کہ تم سب کیوں روتے ہو؟ کسی نے کہا ساتویں تاریخ پنجشنبہ کے دن ایک بلائے عظیم آتی ہے اور ایک آدمی کو کھا جاتی ہے اگر اس وقت کوئی آدمی اسکو نہ ملے تو تمام شہر کو اجاڑ دے چنانچہ اس مرتبہ رئیس کے لڑکے کی باری ہے اسلئے یہ سب آدمی آہ و زاری کرتے ہیں یہ سنکر حاتم نے اس رئیس کے پاس جا کر دلاسا دیا کہ تو خاطر جمع رکھہ تیرے بیٹے کے بدلے میں جاؤنگا وہ حاتم کی اس جرأت پر آفرین کر کے بولا اے جوانمرد چار روز اس بلا کے آنے میں ہیں۔ حاتم نے کہا کہ اسکی صورت کیسی ہے۔ اگر کسی نے دیکھی ہو تو مجھے بتا دے۔ رئیس نے اسکی صورت زمین پر کھینچکر بتلائی حاتم نے کہا کہ اس کا نام حلوقہ ہے کسی ضرب سے نہ ماری جائیگی۔ اور نہ کسی کی چوٹ کھا دیگی ہاں پھر اگر کہنا مانو تو میں تمہارے سر سے یہ بلا ٹالوں اور جسطرح بنے ماروں۔ یہ بات سنکر وہ خوش ہو کر کہنے لگا کہ جلد ارشاد کرو حاتم نے کہا تیرے شہر میں کوئی شیشہ گر بھی ہے اسنے کہا جتنے چاہئیں موجود ہیں پھر حاتم اور رئیس نے شیشہ گروں کی دوکان پر جا کر کہا کہ چار روز میں ایک آئینہ دو سو گز لمبا اور سو گز چوڑا بنا دو کہ یہ بلا

ٹلے۔ اُنہوں نے تین روز میں آئینہ بناکر حاتم کو خبر کی۔ اُسنے کہا کہ تم سب چھوٹے بڑے بستی کے اس آئینہ کو جہاں بلا آتی ہے لیجاکر کھڑا کردو۔ اُنہوں نے اُسکے کہنے کے بموجب کیا۔ حاتم نے پھر اُن سے کہا کہ اسکے لئے چادر لاؤ کہ جس سے اُسکی پوشش ہو۔ اسیوقت چادر آئی اور آئینہ کو ڈہانپا۔ پھر حاتم نے کہا کہ اب اپنے گھروں کو جاؤ اور خاطر جمع رکھو اور جس کا تماشہ دیکھنے کو جی چاہے وہ ٹھہرا رہ کسی نے جواب نہ دیا۔ مگر رئیس کے لڑکے نے کہا میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ اسکے باپ نے ہر چند کہا کہ ای جانِ پدر ایسا قہر نہ کر کیونکہ میں نے تیرے واسطے انتا روپیہ خرچ کیا اور تو اسکے ساتھ جاتا ہے؟ وہ بولا بابا جان تم نے تو آگے ہی اُس کا نوالہ مقرر کیا تھا اب کیا ارشاد کرتے ہو میری یہی رضامندی ہے کہ اس جوان کے ساتھ جاؤں۔ بصد خوشی اسکی ہمراہی قبول کی جب دن آخر ہوا اور رات آئی تب وہ آواز بدستور سابق اُن کے کان میں آئی سب بھاگ گئے تھوڑی دیر بعد گنبد کی مانند ایک شکل نمودار ہوئی اسصورت سے کہ نو ہاتھ۔ نو پاؤں۔ نو منھ بدن میں ہیں اور لوٹتا چلا آتا ہے اور دھواں و شعلہ ہر منھ سے نکلتا ہے۔ رہنے والے اُس گاؤں کے کوس دو کوس کے تفاوت سے دیکھتے تھے ڈر کر بھاگے۔ حاتم نے دیکھا کہ وہ پہنچا فوراً اُس چادر کو آئینہ سے ہٹادیا وہ اپنی صورت آئینہ میں دیکھکر دم بخود ہو گیا۔ اور ایسا نعرہ مارا کہ تمام زمین اُس گاؤں کی ہل گئی اور

تصویر مردہ ہوئے مخلوقہ کی کہ جسکے نو ہاتھ نو پاؤں اور نو منہ تھے اور رہائی خلایق کی



خلقت غش میں ہو گئی۔ آخر اُسنے یہاں تک دم کھینچا کہ پیٹ پھٹ گیا۔ تب ایک ہولناک آواز
پیدا ہوئی کہ باقیماندہ لوگ بھی ہوش میں ہو گئے۔ پھر سب نے اپنے مقدور کیموافق ہر ایکسطرح کا زر و جواہر
اسکے آگے رکھا۔ اور بمنت وزاری ہاتھہ باندہکر کہا کہ اسکو قبول کرو تاکہ ہماری تسکین ہو۔ حاتم
نے کہا مینے زر و جواہر کیوجہ سے یہ کام نہیں کیا میں برائے خدا اسطرح سے کام کرتا ہوں۔ اور ایک
مدت سے اسی کام پر کمر باندہی ہی۔ پھر اُنھوں نے کہا۔ حضرت سلامت آپکا آنا اسطرف کیونکر
ہوا۔ وہ کہنے لگا آج جمعہ کا دن ہی اور میں نے سُنا ہے کہ ایک آواز اس جنگل کی طرف سے اس
ڈہب کی آتی ہی کہ مینے وہ کام نہ کیا جو آجکی رات میرے کام آتا۔ اس بات کے دریافت کرنے
کو شہر سے یہاں تک آیا ہوں۔ اب اس حقیقت کو دریافت کر آؤں پھر جاؤں نگار ئیس نے کہا
صاحب میں اس آواز کو مدت سے سنتا ہوں پر یہ نہ معلوم کہ یہ کس کی آواز ہے اور کہاں سے آتی
ہی حاتم اُس روز وہیں رہا جب رات ہوئی تو وہ آواز پھر آئی وہ اُسکو سُنکر اُسیطرف روانہ ہوا اور
کئی دن تک چلا گیا۔ ایک دن ایک ٹیلے کے پیچھے چھہ سو سوار و پیادے نظر آئے کہ آرہے ہیں پھر
غور جو کیا تو نہ وہ سوار ہیں نہ پیادے۔ ایک قبرستان ہے حاتم نے معلوم کیا کہ شاید مزار کا ملین کے
ہیں اور یہ آواز بھی شاید یہیں سے آتی ہے یہیں بیٹھنا چاہیے۔ اتنے میں رات ہوئی تو وہ آواز
پھر آئی۔ حاتم یاد الٰہی میں مصروف ہوا۔ جب پہر رات گئی تو ایک مُردہ بحال تباہ گندے کپڑے پہنے
برہنہ پا ایک ٹوٹی قبر سے نکلا اور بہت سے مردے اپنی اپنی قبر سے نکلکر مسند پر بیٹھ کر قہوہ پیا
کئے اور وہ دیکھا کیا نہ کسی نے آنکھ اُٹھا کر اُسکی طرف دیکھا اور نہ کسی نے اُسکو قہوہ دیا۔ تب اُسنے
ایک آہ سرد کھینچکر باواز بلند کہا۔ آہ وہ کام نہ کیا میں نے جو آجکی رات میرے کام آتا۔ حاتم نے
یہ آواز سُنکر کہا۔ احسان خدا کا کہ میں اپنی منزل مقصود کو پہنچا۔ اتنے میں بہت سے خوان غیب سے اُن
بزرگوں کے پاس آئے ہر ایک خوان میں ایک پیالہ کہیر کا اور ایک کوزہ پانی کا تھا۔ ایک خوان زیادہ
تھا اُنھوں نے کہا جو مہمان ہمارے یہاں آیا ہی اُسکو بھی بلاؤ کہ یہ اُس کا حصہ ہی۔ تب ایک آدمی اُٹھا
اور حاتم کو بُلا کر مسند پر بٹھایا۔ اور ایک خوان حاتم کے آگے رکھدیا۔ حاتم نے اُسکی طرف دیکھا۔ جوان
سب سے دور خاک پر بیٹھا نعرہ مار رہا تھا۔ اُسکے آگے ایک پیالہ تھوہر کے دودہ اور سنگریزوں سے بھرا
تھا اور کوزہ میں بجائے پانی کے پیپ اور لہو تھی۔ یہ دیکھکر حاتم سر جھکا کر کھانے لگا۔ اتنے میں سب
کھا چکے تب حاتم نے متفکر ہو کر اُن سے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ آپ تو مسند پر باعزو وقار کیساتھ بیٹھے
بیٹھے ہوئے ایسے لذیذ کھانے کھاویں اور وہ غریب خاک پر پڑا ہوا تھوہر کا دودہ

استعمال کریں وہ اُنھوں نے کہا ہم اس راز سے آگاہ نہیں اُسی سے پوچھہ۔ حاتم نے اُسکے پاس جاکر پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے؟ اُسنے کہا ایجوان میں ان لوگوں کا سردار ہوں اور میرا نام یوسف سوداگر ہے۔ سوداگری کیواسطے خوارزم کو جاتا تھا۔ اور بخیل ایسا تھا کہ خدا کی راہ میں نہ آپ دیتا نہ کسی کو دینے دیتا اور اگر کوئی نوکر چھپکر کسی کو کچھہ دیتا اور مجھے معلوم ہوتا تو اُسے منع کرتا کہ کیوں دیتا ہے۔ بلکہ اکثر غلاموں کو خیرات کرنے پر مارتا۔ وہ کہتے ہم خدا کی راہ میں دیتے ہیں کہ ہماری عاقبت میں کام آئیگا میں اُنپر ہنستا۔ غرض کہ وہ اس ڈھب کی نصیحت کرتے تو میں نہ سنتا۔ ایک دن چور آن چڑھے اور سبھوں کو لوٹا اور مارکر یہیں گاڑ دیا۔ اُنھوں نے اپنی سخاوت کے عوض یہ مرتبہ پایا۔ میں اپنی بخیلی کے باعث اس بلا میں گرفتار ہوا۔ وطن میرا چین ہے۔ اولاد میری خراب حال میں بھیک مانگتی پھرتی ہے اور ایک درخت کے نیچے میرے حجرے میں بہت سا مال گڑا تھا یہ میرے طالع کی شومی ہے کہ میرے نوکر مسند پر بیٹھے تیسیر برنج اور ٹھنڈا پانی نوش کرتے اور بہشت کے حلّے پہنتے ہیں اور میں اس خستہ حالی میں گرفتار ہوں۔ حاتم نے پوچھا کہ کوئی طریقہ بھی تیری رہائی کا ہے؟ اُسنے کہا مدّت سے آہ وزاری کرتا ہوں لیکن کوئی مدد کو نہیں پہنچتا مگر آجکی رات تو آیا ہے اگر تجھکو خدا توفیق دے شہر چین میں جا اور میری حویلی سوداگروں کے محلے میں ہے۔ وہاں جاکر اور فلاں جگہ میرا مال واسباب بیحد گڑا ہے۔ اسکے چار حصے کرکے ایک حصہ میرے فرزندوں کو دے اور تین حصے خدا کی راہ میں صرف کر بھوکوں کو کھانا ننگوں کو کپڑا دے۔ امید ہے کہ تیری وجہ سے میں بھی نجات پاؤں اور ان کا ہمنشین ہوں۔ حاتم نے کہا اے عزیز اگر میں تیرا کام بخوبی نہ کروں اور تیری فریاد کو نہ پہنچوں تو طے کے نطفے سے نہیں غرضکہ رات کو حاتم وہیں رہا اور دیکھا کہ وہ سب عیش وعشرت میں مصروف ہیں اور یہ فریاد وزاری میں جب صبح ہوئی تو شہید اپنی اپنی قبروں میں گئے۔ اور حاتم چین کیطرف روانہ ہوا ایک مدت بعد اتفاق سے ایک مقام پر پہنچا۔ دیکھا کہ ایک آدمی کنوئیں پر کھڑا پانی بھر رہا ہے حاتم نے چاہا کہ اسکے ہاتھ سے ڈول لیکر پانی پیئے کہ اتنے میں ایک سانپ نے ہاتھی کی سونڈ کی مانند منھ نکالا اور اُس آدمی کی کمر پکڑکر کنوئیں میں کھینچ لیا۔ یہ دیکھکر حاتم ہاتھ ملکر کہنے لگا کہ اے موذی تونے یہ کیا کیا جو اس پردیسی کو لیگیا۔ وہاں اسکے بال بچے امید رکھتے ہوں گے کہ بابا جان کچھہ خرچ لاتے ہونگے یا خود آتے ہونگے تونے اسکو جان ہی سے کھو دیا۔ پھر دل میں کہا اے حاتم افسوس ہے کہ تو یہ حال آنکھہ سے دیکھے اور اسکی داد کو نہ پہنچے۔ پس خدا کو کیا جواب دیگا اور تیرا نام دنیا میں کیا خاک رہیگا یہ کہکر کنوئیں میں کود پڑا جب زمین پر پاؤں لگا تب آنکھیں کھولکر دیکھا تو نہ وہ چاہ ہے نہ پانی۔ ایک میدان صاف ہے جو ہرا بھرا

درختوں سے نظر آتا ہی اور وہاں ایک محل سُنہرا سا دکھائی دیا۔ یہ اُسکی طرف چلا اور دل میں کہتا تھا کہ وہ مسافر کو کہاں لیگیا اور یہ محل کہاں سے آیا اسی سوچ میں اس حویلی کے پاس جا پہنچا۔ کیا دیکھا کہ ایوان پاکیزہ میں بلور کا تخت بچھا ہے اُسپر ایک مرد دراز قد سوتا ہے۔ اسکو دیکھکر دلمیں سوچا کہ جب یہ اُٹھیگا تو اس سے یہ حال معلوم ہوگا اتنے میں وہی سانپ مسافر کو باغ میں چھوڑ کر حاتم کیطرف لپکا۔ حاتم مسافر کے باعث سے غصہ میں بھر اٹھا۔ پکڑ کر ایسا دبایا کہ وہ چلانے لگا۔ اُسکے شور سے دیو چونک پڑا اور کہا اے عزیز کیا کرتا ہی۔ یہ میرا ایک سانپ ہے چھوڑ دے۔ حاتم نے کہا جبتک یہ مسافر نہ چھوڑیگا میں اسے نہ چھوڑونگا۔ یہ سُنکر سانپ نے دیو سے کہا خبردار یہ کوئی زبردست معلوم ہوتا ہی اغلب ہے کہ ہمارے طلسم توڑکر تیرے منہ میں بیٹھے۔ یہ کہکر حاتم پر جھپٹا اور نگل گیا حاتم نے پیٹ میں گھس کر دیکھا کہ اندھیرا گھپ ہی اور سانپ کا کچھ نشان نہیں معلوم کہ کہاں ہی یہ حیران ہو کر ادھر اودھر پھرتا تھا کہ ایک آواز کان میں آئی۔ اے حاتم اندھیرے میں جو چیز ہاتھ لگے فوراً خنجر سے کاٹ ڈال تو اس طلسمات سے نکلیگا نہیں تو تیرا آنا قیامت بھی گھرے۔ یہ سُنکر ہاتھ بڑھا کر وہ ٹٹولنے لگا کہ آنتیں ایک چیز گائے کی صورت اُسکے ہاتھ لگی وہیں اُس نے خنجر سے چیر ڈالا تو ایک دریا لہریں لیتا ہوا پیدا ہوا اور حاتم غوطے کھانے لگا۔ بعدہٗ اُسکا پاؤں زمین کی تہ پر جا لگا۔ اُس نے آنکھ کھولکر دیکھا تو نہ وہ سانپ ہے نہ وہ باغ ہی مگر ایک صحرا نظر آتا ہی جسمیں ہزارہا آدمی ہیں جن میں کچھہ قریب المرگ پہنچے اور بعض سوکھہ کر کانٹا ہو گئے اور وہ مسافر بھی وہیں کھڑا ہے حاتم اس سے پوچھنے لگا اے بھائی تجھے یہاں کون لایا ہی؟ اُسنے کہا مجھے یہاں ایک سانپ لا کر چھوڑ گیا ہی اب معلوم نہیں وہ کہاں گیا اور ان لوگوں نے کہا کہ ہمکو بھی وہی لایا تھا۔ مگر یہ فرمایئے کہ آپ کیونکر تشریف لائے؟ تب حاتم نے اس طلسم کا حال بیان کر کے کہا کہ تم اپنے اپنے گھر جاؤ میں نے تمھارے طلسم کے دشمن کو مار ڈالا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم میں سے کتنے ہی مارے بھوک پیاس کے مر گئے اور کتنے قریب ہلاکت کے پہونچے ہیں۔ حق تعالیٰ تمکو اسکی جزائے خیر دے کہ ہم تمہاری دستگیری سے اس موذی کے چنگل سے نکلے یہ کہکر سب اپنے اپنے گھروں کو سدھارے اور حاتم چین کیطرف روانہ ہوا۔ چند روز بعد ایک شہر عالیشان کے دروازے پر پہونچا۔ اندر جانے کا قصد کیا دربانوں نے روکا کہ کہاں جاتا ہی؟ پہلے بادشاہ کے پاس چلکر سوال و جواب کر پھر یہاں جی چاہے جانا۔ حاتم نے اُن سے کہا بھائیو تمھارے شہر کا یہ کیا چلن ہے۔ مسافروں کو تو ہر شخص آرام دیتا ہی اور تم لوگ ایذا دیتے ہو؟ دربانوں نے کہا کہ مسافر اس شہر کی رہ چلنے سے رہ گئی ہی۔ اسلیئے کہ یہاں کے بادشاہ کی ایک لڑکی ہی اُس کے روبرو

تصویر حاتم اور اُن قیدیونکی جو اُم طلسم مین پھنسکر بعض مرگئی اور بعض قریب ہلاکت کے پہنچی تہی



مسافر کولیجاتے ہیں وہ اُس سے تین سوال کرتی ہے۔ اگر وہ ان کا جواب نہ دے تو صبح کو اُسکو سولی دیجاتی ہے اسواسطے اس شہر کا نام بیداد نگر رکہا ہے۔ آخر حاتم اُنکے ساتھ بناچاری بادشاہ کے پاس گیا۔ تب اُسنے حاتم سے پوچھا کہ تو کون ہے اور کیا نام ہے؟ حاتم نے کہا میں بنی آدم ہوں اور چین جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میرے نام سے تمہیں کیا کام اور تمہارے سوا جہان میں کوئی مسافروں کو ایذا نہیں دیتا۔ بلکہ ہر ایک اپنے حوصلہ کیموافق اُسکی مہمانی کرتا ہے اسواسطے کہ کہلائے اور نیکی کیساتھ اسکا نام تمام دنیا میں مثل آفتاب روشن رہے یہ سُنکر بادشاہ رو دیا اور کہا اے مسافر میں کیا کروں یہاں ایک بلا نازل ہوتی ہے پہلے اس شہر کا نام عدل آباد تھا اب اس کمبخت لڑکی کے ظلم سے بیداد نگر مشہور ہے۔ ایک مدت سے یہاں مسافر مارے جاتے ہیں اور میری گردن پر خون ہوتا ہے حاتم نے کہا پھر مار کیوں نہیں ڈالتا اُسنے کہا کہ آج تک کسی نے بھی ایسا کیا جو میں کروں۔ یہ سُنکر حاتم نے کہا تو ناچار ہے۔ تیرا کچھ بس نہیں۔ خدا کریم دکارساز ہے اس بوجھ کو تیری گردن سے دور کریگا پھر حاتم کو لڑکی کے پاس جا بٹھایا۔ حاتم نے اُسے دیکھکر دل میں کہا کہ اسکی برابر دنیا میں کوئی خوبصورت نہیں اور اسکا بھی پردہ حجاب اٹھ گیا اور حاتم کے حُسن خداداد پر عاشق ہو کر تخت پر بٹھالیا اور آپ کرسی زرین پر بیٹھی اور دائی سے کہا کہ اے مادر مہربان آج میں اس مسافر پر عاشق و مبتلا ہوئی اور یہ بھی بہ ہنگ زیادہ معلوم ہوتا ہے حیف ہے کہ صبح کو یہ بھی سولی دیا جائیگا

دائی نے کہا اے جان مادر نصیب نہایت بد معلوم ہوتے ہیں اور ہم کیا کریں۔ بہت سے لوگ تیرے ہاتھ سے مارے گئے۔ اُن کا خون تیری گردن پر رہیگا۔ لیکن شاید تیرا کام اس سے نکلے اتنے میں حاتم نے کہا وہ کونسا کام جسکے واسطے مسافر مارے گئے؟ دائی نے کہا ایجوان رات کو یہ لڑکی دیوانی ہو کر سوال کرتی ہے جو مسافر جواب نہیں دیتا اسکو آپ مار ڈالتی ہے یا سولی دلواتی ہے حاتم نے دل میں کہا کہ دیکھئے یہاں مجکو موت لائی ہے یا حیات۔ اتنے میں دائی نے کھانا لا کر کہا ای مسافر اجل گرفتہ کچھ کھا۔ حاتم نے کہا اس کام کو پورا کر کے کھاؤنگا۔ اب یہ کھانا مجھپر حرام ہے اور عقلمندوں سے بعید ہے۔ دائی نے کہا کہ معلوم ہوا اس کام کا سر انجام تجھ سے ہو۔ کیونکہ تو حق نمک سمجھتا ہے اتنے میں رات ہوئی نوکر چاکر باہر گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ پہر رات کے بعد وہ لڑکی دیوانوں کی طرح کودنے لگی اور بیہودہ سخن زبان پر لائی۔ اور حاتم کیطرف متوجہ ہو کر بولی کہ اے حاتم تجھکو اپنی جان کا خطرہ نہ تھا جو نامحرم ہو کر یہاں چلا آیا۔ اور آیا ہے تو ہمارے سوالوں کا جواب دے۔ حاتم نے کہا سوال بیان کر اُسنے کہا پہلا سوال یہ ہے وہ قطرہ کونسا ہے جو جاندار پیدا ہوتا ہے۔ حاتم نے کہا کہ وہ قطرہ دریائے اسرار انسان ہے یعنی نطفہ کہ جاندار پیدا ہوتا ہے پھر حاتم نے کہا دوسرا سوال کہہ اُسنے کہا کہ "وہ کونسا میوہ ہے جو میووں سے زیادہ میٹھا ہے۔ حاتم نے کہا وہ فرزند ہے جو سب میووں سے زیادہ میٹھا ہے پھر حاتم نے تیسرا سوال پوچھا اُسنے کہا وہ چیز کیا ہے جو ہر کسی کو کھا لیتی ہے" حاتم نے کہا وہ موت ہے جو کسی کو نہیں چھوڑتی۔ لڑکی آنکھیں نیچی کر کے کانپنے لگی اور کرسی سے گر کر بیہوش ہو گئی کہ ناگاہ کالا سانپ آیا اور حاتم کیطرف لپکا۔ حاتم نے کہا اگر اسکو مارتا ہوں تو ایذا دہندہ ٹھہرتا ہوں اور نہیں تو یہ مجھکو نہ چھوڑیگا۔ یہ سوچ کر منہ میں مہرہ رکھکر سانپ کو پکڑ کر ہانڈی میں بند کر کے خنجر سے قد آدم گڑھا کھود کر گاڑ دیا۔ اور آپ تخت پر جا بیٹھا پچھلے پہر لڑکی کو ہوش آیا تو کہا اے نامحرم تو کون ہے اور اس تخت پر کیوں بیٹھا ہے؟ حاتم نے کہا ای نادان اتنی جلدی بھول گئی میں وہی ہوں کہ کل تیرے باپ کے لوگ مجھے ہاتھوں ہاتھ لائے تھے یہ سُنکر اُس سے دائی نے پوچھا کیا وجہ جو مسافر زندہ رہا۔ لڑکی نے کہا آج مجھے اپنا بدن ہلکا معلوم ہوتا ہے ہمیشہ تو بھاری ہوتا تھا۔ دائی نے حاتم سے پوچھا تو نے یہاں کیا دیکھا اور رات کو کیونکر بچا۔ حاتم نے کہا کہ جب ایک پہر رات گئی تو یہ لڑکی دیوانی ہوئی اور واہیات کلمے بک کر غصہ سی جھاگ نکال کر میری طرف دوڑی اور کہا کہ تو نے اتنا مقدور کہاں سے پایا جو بید ھڑک میری حویلی میں آیا۔ اگر آیا ہے تو میرے تین سوال کا جواب دے۔ اسکے سوالات کے میں نے بخوبی جواب دے

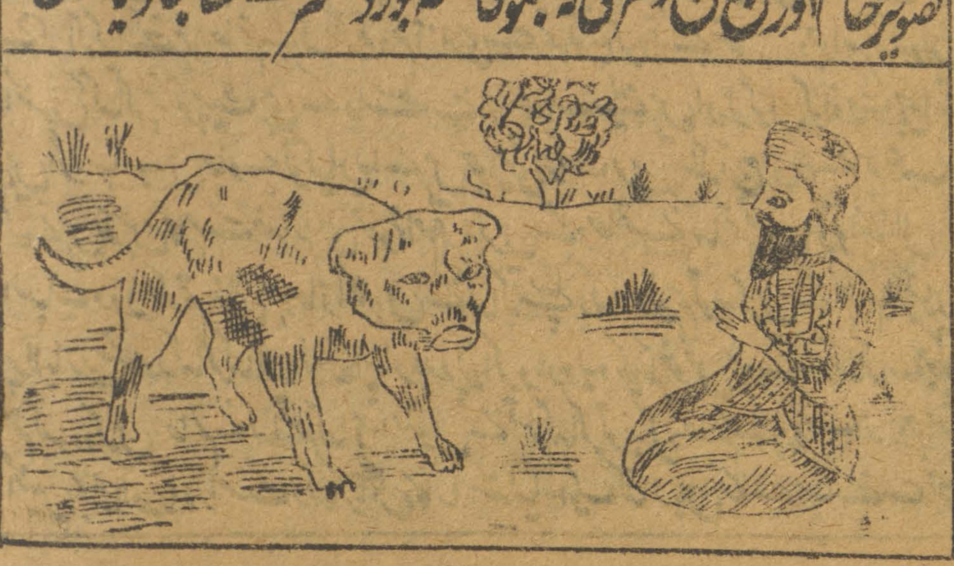
اسبات کو سُنکر وہ کانپنے لگی اور بیہوش ہو کر کرسی پر سے گر پڑی پھر ایک سانپ پہلو سے نکلا اور مجھہ
لپکا مینے پکڑ کر انگنائی میں گاڑ دیا ہی یا ورنہ ہو تو دیکھہ لو۔ پھر لڑکی ہوش میں آکر حجاب کرنے لگی بادشاہ
نے کہا یہ کیا اصرار تھا حاتم نے کہا ایک جن اسپر سوار تھا جو سانپ بنکر ہر مسافر کو مار ڈالتا تھا۔ باری
خدا کے فضل سے یہ بلا تمہارے سر سے ٹلی۔ بادشاہ نے خوش ہو کر کہا کہ یہ لڑکی مینے تجھہ ہی کو دی اور میرا
یہی قول تھا تجھے یہی چاہیے کہ تو یہی قبول کرے وہ بولا کہ اس لڑکی کو جہاں چاہوں لیجاؤں کوئی
مزاحم نہوگا۔ بادشاہ نے کہا تجھے اختیار ہی جہاں چاہے لیجا۔ حاتم نے اس سخن کو مانا۔ پھر بادشاہ نے
اسی رسم کیموافق اسکا نکاح کر کے حاتم کے ہاتھہ میں ہاتھہ دیدیا حاتم تین ماہ تک اسکے ساتھہ عیش و
عشرت کرتا رہا جب اُس عورت کو پیٹ رہا تو حاتم نے کہا کہ اب رخصت دے اور ایک بات میری
سُن میں یمن کا رہنے والا ہوں۔ یہ نطفہ طے کے نطفے سے ہے اگر لڑکا پیدا ہو اور یمن جانے کا
ارادہ کرے تو اس پتہ سے بھجوانا اور لڑکی پیدا ہو تو کسی مرد نیک سیرت کے ساتھہ منسوب کر دینا اگر
میں زندہ رہا تو تیرے پاس مقرر آؤنگا اور بخوبی خبر لونگا۔ اسطرح کی باتیں کر کے وہ اُن سے رخصت
ہوا۔ تھوڑے دنوں میں چین جا پہنچا اور وہاں کے لوگوں سے پوچھا کہ سوداگروں کا محلہ کہاں ہے غرضکہ
وہاں پہنچکر یوسف سوداگر کی حویلی دریافت کی اور اُسکی آل اولاد کو پوچھا۔ لوگوں نے اُسکے بیٹے سے
کہا کہ ایک مسافر کہیں سے آیا ہی اور تمکو بلاتا ہی وہ سُنکر حاتم کے پاس آئے تو حاتم نے کہا میں تمہارے باپ
کے پاس سے آیا ہوں اور جو مجھ سے کہا ہی کہنا چاہتا ہوں۔ اُنہوں نے کہا بہت بہتر حاتم نے کہا فلانی
کھجری میں جو خاص اُسکے سونیکی جگہ ہی اُسکے پاس فلاں درخت کے نیچے بہت سا زر و جواہر گڑا
ہی لیکن اُسے کوئی نہیں جانتا جسقدر وہاں سے زر و جواہر نکلے اسکے چار حصے کر کے ایک حصہ
تم لو اور تین حصے راہ خدا میں خرچ کرو یہ کہکر جو کچھہ ماجرا دیکھا تھا سب کہہ سُنایا۔ تب اُنہوں نے کہا
کہ یہ حرکت بغیر کہے بادشاہ کے کیونکر کریں۔ پھر وہ سب حاتم کو بادشاہ کے پاس لیگئے بادشاہ نے
پوچھا کہ ای شخص جو کچھہ تو نے دیکھا ہو بتا۔ حاتم نے کہا جہاں پناہ مینے یوسف سوداگر کو اسطرح
دیکھا اور اُسنے یہ کہلا بھیجا ہی۔ یہ سُنکر اُسنے ہنسکر کہا کہ تیرے ملک میں فصد لینے والا کوئی حجام نہیں
جو تو یہاں آیا ہی۔ تو تو دیوانہ ہی جا اپنی فصد لے کیونکہ اسکو مرے ہوئے عرصہ ہوا پھر تجھسے کیونکر ملاقات
ہوئی ای بیوقوف کہیں مردے بھی کسی سے ملاقات کرتے ہیں جو اُسنے تجھ سے کی اور حقیقت کہلا بھیجی
اور کوئی اسکو شہر بدر کر دے۔ حاتم نے عرض کی اے بادشاہ عادل زمان و اے دستگیر درماندگاں یہ
اسرار الٰہی ہیں جاننے والے اسکو دریافت کر سکتے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ شہید ہمیشہ زندہ رہتے ہیں

یوسف مرد بخیل تھا وہ اس سبب سے رنج و مصیبت میں گرفتار ہے اسبات کو میری مانو تاکہ وہ غریب عذاب سے
چھوٹکر ثواب میں داخل ہو سکے۔ اگر میں دیوانہ ہوں تو اس حجرے کے خزانہ کی خبر کیونکر کہتا ہوں
بادشاہ سنکر متعجب ہوا اور اوسکو ساتھ لیکر یوسف سوداگر کی حویلی میں آیا اور بائیں حجرہ کو کھدوایا تو
بہت سا مال نکلا تب بادشاہ نے اُسکے چار حصے کرکے ایک اُسکے لڑکوں کے حوالہ کیا۔ اور تین حصے
حاتم کو دیکر کہا کہ اے عزیز یہ تو دیا تمہارے اس خزانہ کو راہ خدا میں خرچ کر۔ حاتم نے تھوڑے دنوں میں
اسکو خرچ کر دیا بھوکوں کو کھانا کھلایا ننگوں کو کپڑا پہنایا محتاجوں کو روپیہ دیا کہ وہ مالا مال ہو گئے پھر
بادشاہ سے رخصت ہوکر عادل آباد میں آکر اپنے قبیلہ سے ملا لڑکا جو پیدا ہوا تھا اسکو دیکھکر نہایت خوش
ہوا نام سالم رکھا۔ کئی دن بعد قبرستان میں گیا تین روز وہاں رہا۔ شب جمعہ کو سب کے سب تہہ بند باندھے
اپنی قبروں سے نکلے اور فرش مکلف بچھا کر بیٹھے وقت مقررہ پر اسیطرح کے اُنکے آگے کھانے چنے گئے اور
اس سوداگر کے پاس بھی وہی کھانا رکھا گیا۔ پھر حاتم نے ملاقات کی اور اُسکا حال پوچھا۔ اُسنے کہا
مرحبا جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔ اس تیری محنت کا ثمرہ حق تعالی تجھے دے سچ تو یہ ہے کہ ایک جوانمرد
راست گو تو ہی نظر آیا اور تیری وجہ سے یہ مرتبہ مجھکو ملا جو آفت سے بچا۔ اور اُنکے ساتھ فریاد
کرنے سے باز رہا۔ کھانا پینا اُنکے برابر ملتا ہے۔ لیکن مسند اور پوشاک اُنکی مکلف ہیں کیونکہ اُنہوں نے
اپنے ہاتھ سے دیا ہے اور زندگی میں اور میں نے مرنے کے بعد پریشانی کھینچی تب بھی خدا کے فضل
سے بہت آسودہ ہوں خدا جزائے خیر دے۔ حاتم وہاں سے روانہ ہوکر ایک جنگل میں گیا وہاں
ایک بڑھیا بیٹھی بھیک مانگ رہی تھی۔ حاتم نے اپنی انگلی سے الماس کی انگوٹھی اوتار کر اوسکے
حوالے کرکے آپ اپنے منزل مقصود کی راہ لی۔ اُس بڑھیا نے اتنے میں کہا "اے دو گنے نیکی پردیسی
کا راہ باٹ میں خدا حافظ ہے" یہ آواز سنکر سات جوان مسلح جنگل کے داہنے بائیں سے نکل آئے اور
حاتم سے ملاقات کرکے ساتھ ہوئے یہ ساتوں چور اُسی چڑیل کے بیٹے تھے اُسنے اس جڑاؤ انگوٹھی
کو دیکھکر خبر دی کہ سونیکی چڑیا جاتی ہے۔ غرضکہ ساتوں نے ادہر اودہر کی گپ شپ ہانک کر کہا کہ اے جوان
ہم چاہتے ہیں کہ تیری طفیل سے کسی شہر میں پہنچیں اور وہاں کے بادشاہ سے ملاقات کریں۔ حاتم نے ۱
کہا کہ بہت اچھا چلے چلو کھانے پینے کا کچھ اندیشہ نہ کرو جب حاتم اُنکے دم میں آیا تب اُنہوں نے اُسکے
پیچھے سے آکر کمند ڈالی اُسکے گلے میں اور ہاتھ باندھکر دو تین خنجر مارے۔ اور مال و متاع لیکر کنوئیں میں
ڈالدیا۔ مگر جس پگڑی میں مہرہ بندھا تھا لپٹی رہی رہ گئی دو روز تک کنوئیں میں پڑا رہا جب ہوش آیا
تو مہرہ اپنی پگڑی سے کھولکر پتھر پر گھسکر زخموں پر لگایا درد میں آرام ہوگیا اور درد جاتا رہا

پھر اپنے جی میں کہا افسوس اُن نامرادوں نے دغا کی۔ اگر خدا کی راہ میں مجھسے مانگتے تو قسم ہے سب کا مال
اُنکے حوالے کرتا اگر اب بھی ملیں تو اتنا دوں کہ تمام عمر کو کافی ہو۔ رات کو خواب دیکھا کہ کوئی بزرگ شخص کہتا
ہے کہ اے حاتم غم نہ کھا خدا کریم و رحیم ہے جو تجھے یہاں پہنچایا ہے۔ یہ بھی اُسکی حکمت سے خالی
نہیں تو جانتا ہے یہاں پر ایک گنج عظیم گڑا ہے حق تعالیٰ نے یہ مال تیرے ہی لیے چھپا رکھا ہے اب
اُٹھ اور لے۔ اُسنے کہا اے بزرگ میں تن تنہا کیونکر لوں اور کہاں کو لیجاؤں؟ وہ بولا کہ کل دو شخص
کنوئیں پر آوینگے اور تجھے اس کنوئیں سے نکالیں گے۔ حاتم خوش ہوا اتنے میں پو پھٹی اور نور کا تڑکا ہوا
ایکدم کے بعد دو شخصوں نے کنوئیں پر آکر آواز دی کہ اے حاتم اگر زندہ ہے تو جواب دے حاتم نے کہا ابھی
تو زندہ ہوں تب انھوں نے کہا ہمارا دامن پکڑ کر اوپر چلا آ۔ حاتم اُنکی دستگیری سے باہر آیا
اور اُن سے ملاقات کر کے کہا کہ یہاں ایک گنج عظیم گڑا ہے اگر تم نکالو تو ہاتھ آئے اُنھوں نے
کہا ہم ابھی نکالتے ہیں۔ یہ کہکر ایک اندر گھسا اور ایک اوپر کھڑا رہا۔ وہ مال نکالکر اوپر پھینکتا
تھا اور یہ انبار کرتا تھا۔ غرضکہ وہ سب مال حاتم کے حوالے کیا۔ حاتم اُس مال کے تودہ کو دیکھکر یہ
کہتا تھا کہ اسوقت وہ چور ہوتے تو یہ سب مال اُنکو دیتا۔ حاصل کلام ایک جوڑا ہنیا سا پہنا اور
کچھ زر و جواہر جیب میں ڈالکر اُن چوروں کی طرف روانہ ہوا۔ اور دعائیں مانگتا تھا کہ الٰہی اُن
بڑھیا سے مجھکو پھر ملا۔ تھوڑی دور پہنچا ہوگا کہ وہی بڑھیا بیٹھی سوال کر رہی تھی۔ جانیوالے بابا کچھ
خبر لیجا۔ حاتم نے ایک مٹھی اشرفیاں اُسکو دیکر قدم بڑھایا۔ بڑھیا نے پھر باواز بلند کہا کہ "اے آگے دیکھ
بٹوہی کا راہ باٹ میں خدا نگہبان ہے" اس آواز کو سُنکر وہی ساتوں چور نکل آئے اور پوچھا کہ
اے جوان کہاں جاتا ہے؟ حاتم نے کہا تم سے ایک عرض کرنا چاہتا ہوں اگر قبول کرو تو کہوں؟ انھوں
نے کہا کہ کیا کہتے ہو۔ حاتم نے کہا اگر مردم آزاری سے تم توبہ کرو تو بے شمار زر و جواہر تم کو دوں
اُنھوں نے کہا کہ ہم تو پیٹ ہی کے واسطے اپنے اوپر عذاب لیتے ہیں اور لوگوں کو اذیت پہنچاتے
ہیں اگر اسباب مل جاوے تو کیا دیوانے ہیں جو ایسی حرکت کریں۔ بلکہ آج ہی سے ہم عہد
کرتے ہیں کہ جس کام سے خدا راضی نہو تمام عمر نہ کریں گے۔ حاتم نے کہا تم قسم کھاؤ تو اتنا مال و
اسباب دوں کہ تم نہال ہو جاؤ۔ اُنھوں نے کہا کہ پہلے دکھا دو تو ہم توبہ کریں گے۔ حاتم اُنکو کنوئیں
پر لایا زر بیشمار دکھا کر کہا کہ یہ لو اور اپنا وعدہ پورا کرو۔ وہ یہ دیکھکر خوش ہوئے اور کہا کہ اب جو کچھ
تم کہو وہ کریں۔ حاتم نے کہا قسم کھاؤ۔ اُنھوں نے قسم کھا کر توبہ کی۔ حاتم نے وہ سب زر و جواہر
اُنہیں بخشا اور راہ راست دکھا کر جنگل کا راستہ لیا۔ ایک کُتا زبان نکالے سامنے سے آتا

دکھائی دیا حاتم نے معلوم کیا کہ اس جنگل میں کوئی قافلہ اُترا ہے۔ اور یہ کتا اسی قافلہ کا ہے جب
وہ آیا تو حاتم نے اُسے گود میں لیا اور پانی ادہر اُدہر ڈہونڈہنے لگا۔ اور دلمیں کہنے لگا کہ کوئی چشمہ
ملے تو اس پیاسے کو خوب سا پانی پلاؤں۔ اتنے میں ایک گاؤں دکھائی دیا حاتم اُسطرف گیا
وہاں کے لوگ گیہوں کی روٹیاں اور مٹھا مسافروں کو دیتے تھے حاتم کے پاس بھی لائے حاتم
نے وہ روٹیاں اور مٹھا کتے کے آگے رکھدیا۔ اُسنے پیٹ بھر کر کھایا۔ حاتم نے اسکی طرف دیکھکر
کہا کہ کیسا خوبصورت کتا ہے اور اُسکے سر پر ہاتھ پھیرا اور دلمیں خدا کو یاد کرکے کہا کہ یہ تیری قدرت ہی کہ
اٹھارہ ہزار مخلوق کو تو نے پیدا کیا۔ اور ایک کی صورت سے دوسرے کو نہ ملنے دیا۔ اتنے میں ایک
سخت چیز خار کی مانند اُسکے ہاتھ میں چبھی جب غور کرکے دیکھا تو ایک میخ آہنی نظر آئی۔ فوراً وہ
میخ اُسکے سر سے نکال لی تو وہ کتا خوش رو جوان بن گیا حاتم متعجب ہوکر کہنے لگا کہ اے بندۂ خدا
یہ کیا بھید ہے اور تو کون ہے۔ پہلے تو تیری صورت حیوان کی تھی اور اس میخ کے نکالتے ہی تو انسان
ہوگیا۔ اُسنے دیکھا کہ اس شخص نے مجھپر احسان کیا ہے۔ اس سے اپنا حال نہ چھپانا چاہئے
اس بات کو سوچکر اُسکے پاؤں پر گر پڑا اور کہا اے مرد بزرگ میں بھی آدم ہوں تیری دستگیری
سے اپنی اصلی صورت پر آیا۔ حاتم نے کہا کہ تیری صورت کتے کی کسوجہ سے بن گئی تھی جوان
نے کہا میں سوداگر کا لڑکا ہوں۔ میرا باپ بہت سا مال اسباب لیکر چین میں گیا تھا۔ وہ مال اُس
نے وہاں بیچکر وہاں سے کچھ اور مال لیکر ختن میں آیا اور بہت سا نفع حاصل کیا اور مجھکو بہت
وہم وہراس سے بیاہ دیا اور کچھ دن بعد مر گیا۔ تمام مال و اسباب اور زر و جواہر میرے ہاتھ لگا۔ ایک مدت

تصویر حاتم اور اس جوان خوشرو کی کہ جسکو فاختہ جو رونے سحر سے کتا بنا دیا تھا



تک اُسکو بیچ بیچکر عیش کیا۔ جب وہ کم ہونے پر آیا تب میں مختار کا مال لیکر چین میں گیا اور خرید
فروخت کرکے پھر اپنے شہر میں آیا۔ جب تک میں آؤں وہ بدذات عورت جو بیاہ کے بیاہ دی تھی میرے
پیچھے ایک حبشی غلام سے اُلجھ گئی تھی۔ اور یہ میخ لوہے کی جادوگروں سے پڑھوا کر اپنے پاس رکھ چھوڑی
تھی۔ جب میں گھر میں آیا اور ایک دن غافل سو گیا تو اُس نے موقع پاکر یہ میخ میرے سر میں ٹھونک
دی میں اسکے لگتے ہی کتا ہو گیا۔ اُسنے اُسیوقت نکال دیا۔ میں کان پھٹ پھٹاتا ہوا بازار میں
آیا وہاں کے کتے اجنبی جانکر بھونکنے لگے اور کتنے ہی میرے پیچھے دوڑے اُنکی دہشت سے آج تیسرا دن
ہے کہ شہر چھوڑکر اس جنگل میں بھوکا پیاسا پڑا تھا کہ آج خدا نے تجھے یہاں بھیجا تو نے کھانا کھلایا پانی
پلایا۔ آدمی بنایا حاتم نے یہ سُنکر سر نیاز ہوکر کہا اے عزیز تیرا گھر کس شہر میں ہے اُس نے کہا شہر سعدیت
میں ہے۔ پھر حاتم نے کہا اُس شہر میں حارث سوداگر بھی رہتا ہے اور اُسکی بیٹی تین سوال رکھتی ہے اُس
لڑکی نے مجھے اس بات کی خبر کو بھیجا تھا کہ "میں نے وہ کام نہ کیا جو اُسکی رات میرے کام آتا" اُس نے
کہا صاحب یہ بات سچ ہے اور میں بھی اُسی شہر کا رہنے والا ہوں غرضکہ اسی طرح باتیں کرتا ہوا چل نکلا
حاتم کو اپنے ساتھ گھر لایا ڈیوڑھی میں بٹھاکر آپ اندر گیا تو دیکھا بی بی حبشی سے لپٹی سو رہی تھی یہ حال
دیکھکر اُس نے تلوار میان سے نکال لی اور اُس غلام کی گردن کاٹ ڈالی۔ پھر وہی میخ اپنی بی بی
کے سر میں ٹھونکدی تو وہ کتیا بن گئی۔ تب اُسے رسّی سے باندھکر باہر آیا اور حاتم کو اندر لیگیا اور
ایک مسند پر بٹھایا اور کتیا کو دکھاکر کہا یہ عورت وہی مکارہ ہے۔ جس نے مجھے کتا بنایا تھا اور یہ حبشی
میرا نمکخوار غلام ہے۔ یہ دیکھکر حاتم نے متعجب ہوکر پوچھا کہ تو نے اُسے کیوں مارا۔ وہ بولا اسکی سزا
یہی تھی یہ کہکر اُسکو صحن میں گاڑ دیا اور ہر ایک لونڈی و غلام کو انعام دیکر سرفراز کیا اور تمام رات حاتم
کو مہمان رکھکر عیش و عشرت میں مشغول رہا۔ جب روز روشن ہوا تب حاتم اس سے رخصت ہوکر
کاروانسرائے میں آیا اور اُس سوداگر بچہ سے پوچھا کہ کیا کرتے ہو۔ اُسنے کہا بندہ پرور آپکی جان و مال
کو دعا دیتا ہوں اب مدت سے وہ آواز نہیں آتی۔ اسوجہ سے وہ حارث کی لڑکی تیرے آنے کی امیدوار
ہے۔ حاتم نے کہا میں اسکی خبر لے آیا ہوں۔ یہ کہکر حارث کی بیٹی کے پاس آیا اُسنے پردہ ڈالکر اندر بلایا
وہ پردہ کے پاس کرسی پر بیٹھا۔ لڑکی نے سوال کا جواب پوچھا اُسنے سب کہہ سُنایا۔ لڑکی نے کہا تو
سچ کہتا ہے۔ اب وہ آواز نہیں آتی۔ اب جلد جاکر ماہر و پری شاہ کا مہرہ لا۔ حاتم اُس سے رخصت ہوکر
سوداگر کے پاس آیا اور کہا تو خاطر جمع رکھ۔ اب میں ماہر و پری کا مہرہ لینے جاتا ہوں۔ یہ تیسرا سوال
پورا کرکے تجھے تیری معشوقہ سے ملائے دیتا ہوں یہ کہکر حاتم رخصت ہوا اور صحرا بصحرا پھرتا رہا۔

چند روز کے بعد ایک درخت کے نیچے بیٹھکر فکر کرنے لگا کہ بہتر یہی ہے کہ دیووں کے بادشاہ سے ملکر ماہرو پری شاہ کا مکان پوچھئے وہ وہاں کا پتہ دیگا یہ بات دل میں ٹھہرا کر اس غار میں اوترا کہ جسمیں سے پہلے گیا تھا۔ تھوڑے دن بعد وہی خوش قطع جنگل نظر آیا اسکو طے کرکے اسی گاؤں میں آیا کے لوگ ہر طرف سے نکل آئے اور حاتم کو پہچان کر بستی میں لے آئے اور مہمانی کی آخرکار فرقاش بادشاہ تک پہنچایا اُس نے استقبال کرکے مسند عالی پر بٹھایا اور پوچھا کہ تیرے آنیکا کیا سبب ہے حاتم نے کہا کہ ماہرو پری شاہ کے ہاتھ میں جو مہرہ ہے فدوی اُسے لینے آیا ہے۔ اُسنے کہا اے جوان اُسکے ہاتھ سے مہرہ لینے کی کس کو طاقت ہے دیووں کی مجال نہیں جو وہاں جاکر سلامت پھریں تو بیچارہ کس شمار میں ہے۔ حاتم نے کہا کچھہ اندیشہ نہیں میں تم سے ایک شخص بطور رہبری کے چاہتا ہوں اسواسطے کہ کہیں راہ نہ بھول جاؤں۔ فرقاش نے کہا اس سے باز آ۔ وہ بولا یہ مجھسے کب ہوسکتا ہے کیونکہ تمھیں تکلیف دینی میرا کام نہیں۔ یہ سُنکر فرقاش دم بخود رہ گیا اور کچھہ نہ بولا حاتم تین روز تک وہیں رہا۔ چوتھے روز کہا کہ اب میں نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ وہ عاشق نیم جان میرا انتظار کرتے کرتے مرجائے اور اُس کا خون میری گردن پر ہو۔ قطع نظر اسکے اگر میں عیش و عشرت میں رہا تو خدا کو کیا جواب دونگا۔ فرقاش نے کئی دیو حاتم کے ساتھ کردیے کہ اسکو ماہرو پری شاہ کی حد تک پہنچاویں اور اسکے آنے تک وہیں رہیں۔ حاتم وہاں سے روانہ ہوکر ایک ماہ کے عرصہ میں ماہرو پری شاہ کی سرحد میں جا پہنچا۔ دیووں نے کہا کہ اس پہاڑ سے اس کا عمل شروع ہے۔ اب ہم آگے قدم نہیں بڑھا سکتے۔ کیونکہ جو کوئی اسکی قلمرو میں جاتا ہے اسکو وہ زندہ نہیں چھوڑتا غرض حاتم ان سے رخصت ہوکر اسکے عمل میں داخل ہوا۔ چند روز بعد ایک پہاڑ آسمان سے باتیں کرتا دکھائی دیا اور درخت میوہ دار بھی نظر آئے وہ اُسی طرف گیا جب قریب آیا تو ہر طرف سے پریزادوں نے گھیر کر کہا یہ آدمی ہے اسکو نہ چھوڑنا چاہیے۔ کیونکہ یہ پہاڑ پر چڑھنا چاہتا ہے اتنے میں اور بھی پریزاد پہاڑ سے اتر آئے اور حاتم کو پکڑ کر اور طوق و زنجیر پہنا کر پوچھا کہ تو کون ہے اور کس کے ساتھ آیا ہے؟ حاتم نے کہا شہر سورت سے آیا ہوں اور خدا لایا ہے۔ یہ سُنکر اُنہوں نے معلوم کیا کہ ماہرو پری شاہ کا مہرہ لینے آیا ہے۔ حاتم نے کہا کہ اگر سچ کہتا ہوں تو زندہ نہ چھوڑیں گے اور چھپاتا ہوں تو جھوٹا ٹھہرتا ہوں اس سے بہتر یہ ہے کہ چپ رہوں یہ سُنکر گونگا ہو گیا۔ تب پریزادوں نے مشورہ کیا کہ اسکو آگ میں ڈالنا چاہیے۔ اُنہوں نے ہزاروں من لکڑیاں جمع کرکے آگ لگا دی۔ جب اُسکی لو آسمان تک پہنچی تو حاتم کو اس میں ڈالدیا حاتم تین روز اس میں رہا اور وہ جلتی رہی تین روز بعد جو نکلا تو ایک تار بھی جامہ کا نہ جلا تھا۔ وہاں

سے ایک طرف کو راہی ہوا تھوڑی دور گیا ہوگا کہ پریزاد ہر طرف سے آنکر پوچھنے لگے کہ اے جوان تیری ہی صورت کا
ایک شخص دو چار دن ہوئے آیا تھا اُسکو ہم نے آگ میں ڈالکر خاک سیاہ کر دیا - اب تو آیا ہی وہی ہے
یا دوسرا پیدا ہوا سچ کہہ - حاتم نے کہا اے احمقو جو آگ میں پڑے وہ کیونکر بچے - پھر اُنہوں نے حاتم کو ایک
بھاری پتھر کے نیچے تین روز تک دابے رکھا چوتھے روز ٹانگ پکڑ کر اس زور سے پھینکا کہ وہ وہاں سے
اٹھارہ کوس پر دریائے شور میں جا گرا وہاں ایک گھڑیال اُسکو نگل گیا - اس صدمہ سے وہ بیہوش
تھا جب ہوش آیا تو آپ کو گھڑیال کے پیٹ میں دیکھکر گھبرایا اور دوڑ دوڑ کر اُسکے دل و جگر کو چھلنے
لگا - اُسکے ہضم نہ ہونے کے باعث وہ خشکی میں گیا اور قے کی تو حاتم اُسکے منہ سے نکلکر بھوکا پیاسا
کسی طرف چلا اور ہر سمت تکنے لگا اتنے میں ایک غول پریزادوں کا اٹکھیلیاں کرتا ہوا آیا - اور حاتم
کو دیکھکر کہا یہ کون ہے - اور یہاں کیونکر آیا دریافت کرنا چاہیے - ایک نے حاتم سے پوچھا کہ یہاں
کون تجھے لایا ہے جلد بتا - حاتم نے کہا کہ آج دوسرا دن ہے کہ گھڑیال کے پیٹ سے خدا نے مجھے
زندہ نکالا - اگر تمہیں توفیق ہو تو کچھ کھانے کو دو - اُنہوں نے کہا تجھ کو کھانا کیونکر دیں - ہمارے
بادشاہ کا حکم ہے کہ آدم زاد کو جہاں پاؤ ٹھکانے لگاؤ اُن میں سے ایک نے کہا اے یارو خدا سے ڈرو
کہاں بادشاہ اور کہاں گدا - یہ آپ سے نہیں آیا گھڑیال خدا جانے کہاں سے لایا ہے اسکی حیات
باقی تھی جو گھڑیال کے پیٹ سے نکلا - انسان کی قوم ہم سے اشرف کہلاتی ہے - لازم ہے کہ اسکو
گھر لیجا کر پرورش کریں - اُنہوں نے کہا اگر ہم اسکو رکھیں اور کھانا دیں شاید پریوں کا بادشاہ سُنے
اور ہماری گردن مارے تو ہماری جان مفت میں جائے - حاتم نے کہا اگر میرے مارے جانے سے
تمہارا بھلا ہو تو تم مجھ کو قتل کرو - اس جرأت کو دیکھکر آپسمیں مشورہ کرنے لگے کہ یہاں سے سات روز
کی راہ پر ہمارا بادشاہ رہتا ہے ایسا کون ہے جو اسکا حال بادشاہ سے عرض کرے - یہ سُنکر سب متفق ہو کر
حاتم کو اپنے گھر لے گئے - ہر قسم کے میوے اور کھانے اُسکے آگے رکھے حاتم نے سیر ہو کر کھایا اور پانی پیکر
خوشی سے بیٹھا - پریزاد بھی اُسکے گرد آ بیٹھے اور باتیں کرنے لگے اور اُسکے حسن پر فریفتہ ہو گئے چند
روز بعد حاتم نے اکتا کر کہا - اے یارو اب مجھکو رخصت کرو کہ جس کام کیلیے میں آیا ہوں اسکی کوشش
کروں انہوں نے کہا کیا کام ہے اور یہاں کون لایا حاتم نے کہا کہ فرو قانش کے دیو یہاں تک لائے تھے
تمہارے بھائیوں نے مجھکو آگ میں ڈالا مگر خدا نے بچا لیا - پھر دریا میں ڈالا وہاں گھڑیال نگل گیا جب
وہ ہضم نہ کر سکا تو اُسنے پھر اُگل دیا - اب تم سے ملاقات ہوئی تم اپنی مہربانی سے گھر لے آئے یہ سُنکر
اُنہوں نے کہا کہ ایسا کیا کام ہے جسکے واسطے تم نے اتنی مصیبتیں اُٹھائیں حاتم نے کہا مجھ کو ماہ پری

شاہ سے کچھ کام ہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ماہر و پری شاہ کا نام تو ہمارے سامنے نہ لے۔ کیونکہ ہم اُسکے نوکر ہیں اُس نے اپنی سرحد تک اسیطرح چوکیاں بٹھائی ہیں اور کہا ہی کہ میرے ملک میں کوئی آدم زاد دیوزاد نہ آنے پائے اگر وہ سُنیگا کہ آدمزاد یہاں آیا ہی تو ہمکو زندہ نہ چھوڑیگا اور تجھکو بھی زندہ نہ چھوڑے گا۔ حاتم نے کہا اے یارو اگر میری حیات باقی ہی تو کوئی نہ مارے گا۔ اور جو تم اپنے واسطے ڈرتے ہو تو مجھے باندھکر اُسکے پاس لیچلو خدا جو چاہے گا کریگا۔ اُنہوں نے کہا ہم سے یہ بھی نہیں ہو سکتا حاتم نے کہا کہ تم میرے مرنے کا خیال نہ کرو کیونکہ مجھکو ماہر و پری شاہ کے پاس جانا ہی خواہ وہ مارے یا چھوڑے۔ یہ سُنکر وہ آپسمیں مشورہ کرنے لگے۔ بہتر یہ ہی کہ اسکو قید میں بھیجکر بادشاہ کے پاس عرضی بھیجے۔ حضور عالی سے جو ارشاد ہو سو کیجئے۔ اس بات پر ہر ایک راضی ہو گیا۔ تب ایک پریزاد کو عرضی دیکر رخصت کیا اور یہ مضمون لکھا کہ جہاں پناہ ایک آدمی دریائے قلزم کے کنارے سے ہاتھ لگا ہی۔ اور اُسکو نظر بند کر رکھا ہی۔ اگر حکم ہو تو حضور عالی میں بھجوا دیں۔ وہ عرضی لیکر ایک ہی ہفتہ میں دردولت پر جا پہنچا۔ عرض بیگیوں نے خبر پہنچائی کہ خداوندا ایک پریزاد دریائے قلزم کے چوکیداروں سے یہ آیا ہے اور وہاں کے حاکم کی عرضی لایا ہے۔ حکم کیا کہ حاضر کرو۔ وہ لے آئے وہ آکر آداب بجالایا۔ اور عرضی گذران کر کھڑا رہا ماہر و شاد نے کہا کہ اُسے باحتیاط لاؤ کئی دن بعد وہ جواب لیکر آیا اور کہا حکم حضور ہی کہ اُسکو دردولت پر پہنچاؤ۔ یہ سُنکر وہ پریزاد اسکو اپنے ہمراہ لیچلے۔ یہ شہرہ ہر جگہ پھیلا کہ ایک آدمزاد گرفتار ہوکر ماہر و پری شاہ کی خدمت میں جاتا ہی۔ یہ سُنکر مینا زاد کی بیٹی نے اپنی ہمجولیوں سے مشورہ کیا کہ بادشاہ کے ملک میں ایک آدمی حسین اور خوبصورت پکڑا ہوا آتا ہے اُسے دیکھنا چاہیے کہ کیسی صورت کا ہی اُن سبھوں نے کہا بہت بہتر اگر اسکو دیکھنا ہی تو راہ ہی میں دیکھ لو کیونکہ جب وہ حضوری میں پہنچے گا تو اُسے کوئی نہ دیکھ سکے گا۔ اس بات کو سُنکر وہ اپنی ماں سے باغ جانیکا بہانہ کرکے رخصت ہوئی چنانچہ اُس شہر کا دستور تھا کہ جو کوئی اُس باغ کی سیر کرنے کو جاتا سو چالیس روز وہیں رہتا غرضکہ وہ روانہ ہوئی اور تھوڑی دور جاکر ہمجولیوں سے پوچھا کہ کیونکر دیکھیں؟ ایک سہیلی نے کہا کہ دریائے قلزم کے چوکیدار فلاں راستہ سے جاتے ہیں اگر وہیں چلکر دیکھو تو بہت بہتر ہی۔ یہ سُنکر سب اُسی طرف گئیں تو کیا دیکھا کہ ایک لشکر عالیشان پڑا ہے۔ حُسنا پری نے ایک پری سے کہا کہ تو انسے جاکر پوچھ کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو انہوں نے کہا کہ ہم دریائے قلزم کے نگہبان ہیں ایک آدمی کو گرفتار کرکے حضور عالی میں لئے جاتے ہیں۔ اسنے کہا وہ کونسا آدمی ہی جسکو لئے جاتے ہو؟ انہوں نے حاتم کو دکھا کر کہا کہ وہ اجل گرفتہ یہ ہی۔ اُسنے دیکھا کہ ایک نوجوان آدمی شگفتہ گل خنداں اور حسن میں ماہ تاباں قیدیونکی صورت میں بیٹھا ہی وہاں سے پھر آئی اور حُسنا پری سے اسکی تعریف

کرنے لگی حُسنا پری نے کہا کہ اسکو کیونکر دیکھیں۔ اُنہوں نے کہا رات کو جب سپاہی سو جائیں گے اُسوقت
ہم چوری سے جاکر اُٹھا لائیں گے اور تمہیں دکھا دیں گے۔ اتنے میں آفتاب غروب ہوا تو پریاں اس طرف
گئیں جاکر دیکھا کہ وہ خواب غفلت میں ہے تب حاتم کے سر پر دارو بیہوشی کی چھڑک کر حُسنا پری کے باغ
میں لے گئیں۔ اور اس سے کہا کہ ہم آدمزاد کو سرکار کے باغ میں چھوڑ آئے ہیں۔ یہ سُنکر وہ باغ کیطرف روانہ
ہوئی۔ آکر دیکھا کہ ایک خوبصورت جوان بیٹھا ہے۔ ہزار جان سے عاشق ہوکر اُسکو ہوشیار کیا۔ حاتم نے دیکھا
کہ ایک پریزاد سرہانے کھڑی ہے بے اختیار ہوکر پوچھا تو کون ہے اور مجھے یہاں کون لایا ہے؟ اُس نے ناز سے
منہ پھیر کر یہ شعر پڑھا ؎ یہ گھر گو کہ میرا ہی تیرا نہیں ٭ پر اب گھر یہ تیرا ہے میرا نہیں۔ حاتم نے دل میں کہا کہ یہ
عورتیں ہیں اور وہ لشکر مردوں کا تھا۔ اور میں اُنکی قید میں تھا یہاں کیونکر آیا۔ آخر گھبرا کر کہا کہ میں یہاں
کیونکر آیا اور تم کون ہو؟ حُسنا پری نے کہا کہ اے جوان یہ باغ میرا پریزاد نے بنوایا ہے اور میں اُسکی بیٹی ہوں
تیرے آنے کی خبر جو تمام ملک میں اُڑی مجھکو تیرے دیکھنے کی آرزو ہوئی۔ اسواسطے پریاں تجھے اُٹھا لائیں
حاتم نے کہا کہ میرے یہاں لانے کا کیا سبب کہ میرے کام میں خلل ڈالا۔ پریزاد نے کہا وہ کیا کام ہے مجھے
آگاہ کر جسکے واسطے تو ایسا گھبراتا ہے۔ وہ بولا ماہرو پری شاہ کا مہرہ لینے آیا ہوں۔ وہ بولی مہرہ اُسکے ہاتھ سے
لینا مشکل ہے۔ کیونکہ جہاں فرشتہ کا گذر نہ ہو وہاں آدمی کیونکر پہنچ سکتا ہے۔ تیری قسمت سے وہ ہاتھ لگے تو
لگے بلکہ تا مقدور میں بھی کوشش کروں گی۔ حاتم اس بات کو سنکر بہت خوش ہوا۔ غرضکہ دونوں عیش و
عشرت میں مشغول ہوئے۔ اتنے میں وہ لشکر خواب سے بیدار ہوا اور حاتم کو چوکیدار وغیرہ نے نہ پایا تو حیران و
سرگردان ہوئے۔ مگر معلوم کیا کہ کوئی پریزاد عاشق ہوکر اُسکو چُرا لیگیا۔ اگر بادشاہ سُنے گا تو ہماری کھال
کھنچے گا۔ بہتر یہ ہے کہ کسی گوشہ میں چھپ کر چپکے چپکے تلاش کریں شاید اُسکا کھوج کہیں ملے تو اُسکو بادشاہ
پاس پکڑ لیجائیں یہ کہہ کر سب کسی جگہ چھپ گئے۔ راتکو صبح تک تلاش کرتے دن بھر چھپے رہتے۔ اسطرح
ایک مدت گذر گئی۔ ایک دن ماہرو پری شاہ نے کہا کہ وہ آدمزاد ابھی تک نہیں آیا کیا باعث ہے۔
ایک پریزاد وہاں جاکر خبر لائے غرضکہ ایک پریزاد اُڑا اور ایک پل میں حاکم پاس پہنچا اور کہا کہ بادشاہ
منتظر ہے کہ وہ آدمی ابھی تک نہیں پہنچا۔ اُسنے کہا کہ مجھے روانہ کئے ہوئے مدت ہوئی اُس پریزاد نے پھر
بادشاہ سے آکر عرض کیا۔ یہ سُنکر وہ آگ بگولہ ہوگیا۔ اور ایک سردار کو بلاکر کہا کہ تم اپنی فوج سمیت جاکر
اُن حرامزادوں کو تلاش کرو دیکھو وہ اسکو کہاں لیگئے۔ غرض وہ انکی جستجو کرنے لگا اتنے میں ایک پریزاد
بھاگا ہوا آیا وہ اسکو باندھکر حضور میں لیگئے۔ بادشاہ نے غصہ ہوکر کہا کہ وہ آدمی کہاں ہے؟ اُس نے
کہا جی کی امان پاؤں تو عرض کروں۔ بادشاہ نے کہا کیا کہتا ہے کہہ ورنہ زندہ نہ چھوڑوں گا وہ ہاتھ

باندھکر کہنے لگا۔ خداوندہم سب کے سب اُسکو باحتیاط تمام لائے تھے اتفاقاً رات کو سو گئے۔ کوئی اُسکو چُرالے گیا۔ وہ آپسے نہیں گیا۔ کیونکہ وہ آپکی ملازمت کا کمال شوق رکھتا تھا۔ غلاموں کو اس بات کا بڑا اچنبھا ہی۔ لیکن جب صبح کو ہم نے دیکھا تو وہ نہ تھا اسواسطے آپکے خوف سے چپ رہی۔ مگر راتوں کو ڈھونڈھا کرتے تھے۔ یہ سُنکر بادشاہ نے اُنکو قید کیا اور پانچ چھہ ہزار پریزادوں سے کہا کہ اُسے جہاں پاؤ پکڑ کر لاؤ۔ غرضکہ وہ ہرطرف روانہ ہو گئے قضارا ایک پریزاد کا مینا پریزاد کے باغ میں گذر ہوا۔ اور وہاں ایک گوشہ میں چھپ رہا تھے میں حسنا پری حاتم کے گلے میں باہیں ڈالے اٹھکیلیاں کرتی نظر آئی جاسوس کونے سے نکلا اور آدمی کو پہچان کر کہنے لگا کہ اے نمک حرام اس آدمی کو بادشاہ نے طلب کیا تھا۔ اور ہم بحفاظت تمام لئے جاتے تھے تو اُسے اُڑا لائی ہے۔ اگر اپنی زندگی چاہتی ہے تو اسکو ہمارے حوالے کر۔ حسنا پری یہ سُنکر غصہ ہو کر بولی۔ کیا کوئی نہیں جو اس موذی کو مارے یہ سُنکر تمام پریاں اسکی طرف دوڑی گئیں۔ وہ ڈر کے مارے شہر کی طرف دوڑا اور منھ کالا کر کے بارگاہ عالی میں فریادی ہوا کہ خداوند حسنا پری مینا پریزاد کی بیٹی کے ظلم سے فریادی ہوں اور میں اُسی گروہ سے ہوں جو آدم زاد کو حضور میں لاتا تھا۔ وہ رات کو چُرا کر اپنے باغ میں لے گئی اب اُس کے ساتھ عیش کرتی ہے۔ میں اتفاقاً ایک دن جو اُسکے باغ میں جا نکلا تو اُسی آدم زاد کو دیکھکر شور مچایا میں نے کہا اس آدمزاد کو میرے حوالہ کر کہ حضور میں پہنچاؤں۔ وہ شراب کے نشہ میں چور ہو رہی تھی اپنی پریوں سے کہا کہ اس کو خوب مارو میں بھاگ کر سایۂ دولت میں آیا ہوں۔ یہ سُنکر بادشاہ آگ ہو گیا۔ اور تیس ہزار فوج کو حکم دیا کہ تم حسنا پری کو مع اُس آدمزاد

تصویر باغ مینا پریزاد کی اور عیش و عشرت کرنا | اُس میں حاتم اور حسنا پری کا



کے جلد حضور عالی میں پیش کرو۔ اُن پریزادوں نے جاکر اُسکی حویلی کو گھیر لیا۔ اسکو اس بات کی خبر نہ تھی متفکر ہوکر پوچھا کہ اس ناراضی کا کیا سبب ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ تیری بیٹی بادشاہ کے ایک قیدی کو اڑا لائی ہے اور اسکے ساتھ باغ میں عیش کرتی ہے۔ جب باغ میں آیا تو دیکھا کہ واقعی حُسنا پری اُس آدم زاد کے ساتھ رنگ رلیاں کر رہی ہے یہ حال دیکھکر بدحواس ہوکر ایک دو تھپڑ مارکر کہا کہ اے علامہ تو نے یہ کیا قہر کیا۔ ماں باپ کا نام ڈبویا۔ یہ فوج تیرے پکڑنے کو آئی ہے وہ یہ سُنکر ڈری اور تھرتھر کانپنے لگی چہرہ زرد ہوگیا آنکھوں میں آنسو بھر لائی اتنے میں فوج شاہی اُن کو گرفتار کرکے حضور عالی میں لے گئی۔ سردار فوج نے حضور میں آکر عرض کیا کہ جہاں پناہ مینا پریزاد نے حضور عالی میں آنے سے ہرگز عذر نہیں کیا بلکہ اپنی آل و اولاد سمیت ہاتھ باندھے بے تامل چلا آیا بادشاہ نے کہا کہ اسے حضور میں لاؤ۔ اُسنے آکر عرض کی کہ بندہ کو اس حال کی مطلق خبر نہ تھی۔ بادشاہ نے رحم کھاکر گناہ بخشا۔ اور حاتم کو بلاکر پوچھا اے جوان تو آدم زاد ہوکر میرے شہر میں کیوں آیا۔ حاتم نے کہا حضور کی قدمبوسی کو آیا ہوں۔ کیونکہ فرقاش بادشاہ نے حضور کے اوصاف حمیدہ یہاں تک بیان کئے کہ اُن کے اظہار میں میری زبان قاصر ہے۔ تب بادشاہ نے پوچھا کہ ہمارے محل میں تمہیں کون لایا ہے وہ بولا کہ فرقاش کے دیو لائے تھے۔ پھر بادشاہ نے کہا اے جوان تجھے معلوم ہے کہ اس زمانہ میں کوئی حکیم بھی انسانوں میں ہے حاتم نے کہا حکیم سے خداوند کو کیا کام شاید آپ کے ملک میں حکیم نہیں ملتا۔ بادشاہ نے کہا کہ ہماری قوم کے حکیم سے فائدہ نہیں ہوتا۔ میں نے بہت علاج کرکے دیکھا۔ ایک مدت سے میرے لڑکے کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی لڑکا نہیں۔ حیف ہے کہ وہ بھی اندھا ہوگیا اور کسی طرح درد سے فرصت نہیں پاتا۔ حاتم نے کہا اگر شہزادہ کی آنکھیں اچھی ہوں اور درد جاتا رہے تو حضرت سے کیا انعام ملے گا؟ بادشاہ نے کہا جو مانگے گا سو پائے گا۔ حاتم نے کہا اس بات پر قول و قسم کرو تو شہزادہ کا ایسا علاج کروں کہ اس کی آنکھیں جیسی تھیں ویسی ہو جاویں تو میں منھ مانگا انعام پاؤں بادشاہ نے قبول کیا حاتم نے اُس مہرہ کو آب دہن میں گھسکے اُسکی آنکھوں میں لگایا۔ شام تک اُس کی آنکھوں کی سرخی جاتی رہی اور درد موقوف ہوا مگر بینا نہ ہوئیں۔ بادشاہ نے کہا اے جوان پہلے سے اس کی آنکھیں اچھی ہیں۔ لیکن بصارت چنداں خوب نہیں ہوئی تب حاتم نے کہا کہ بردہ ظلمات میں ایک درخت ہے اُسکو نوروز کہتے ہیں اگر دو تین قطرے اُس کے پانی کے

اسکی آنکھوں میں لگیں تو روشن ہوں۔ یہ سُنکر ماہر وشاہ نے پریزادوں سے کہا کہ
تم میں سے کون اُس درخت کا پانی لا سکتا ہے۔ یہ سُنکر سب نے سر جھکا کر عرض کیا کہ جہاں
پناہ وہاں کی راہ پُر خطر ہے اور وہاں بکثرت بھوت پلید رہتے ہیں۔ وہاں ہم میں سے
کوئی نہیں جا سکتا۔ وہ ہم کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ آگے جو حکم ہو سو کریں۔ اتنے میں حُسنا
پری نے ہاتھ باندھکر عرض کیا کہ اگر خداوند میرا قصور معاف کرکے اس انسان کو مجھے بخشیں
تو میں جاکر اُس درخت کا پانی لاؤں۔ بادشاہ نے کہا کہ تیرا گناہ بخشا اور وہ سر حد تیرے
باپ کو دی۔ اور اس کا بھی وہی مختار ہے۔ حاتم بولا کہ اے حُسنا پری اگر تو چاہے کہ تمام
عمر اپنے پاس رکھے سو یہ نہ ہوگا۔ مگر اس بات کا اقرار کرے کہ جب تک میرا جی چاہے
رہوں جب چاہوں چلا جاؤں۔ تو مضائقہ نہیں۔ حُسنا پری نے کہا اے جوان مجھکو
بھی تجھ سے اور کام نہیں۔ صرف اتنا ہی ہے کہ چندے تیرے ساتھ مجلس صحبت گرم
کروں اور سیر ہو کر تیرے باغ حُسن کی سیر کروں پھر تو مختار ہے جدھر چاہنا جانا۔ حاتم
نے کہا میں نے قبول کیا۔ اب جلد جا۔ یہ سُنکر حُسنا پری روانہ ہوئی۔ چالیس دن بعد ظلمات
میں پہنچی تو دیکھا کہ ایک عظیم الشان درخت کہ جس کی پھننگ آسمان تک پہنچی ہے اور اُس
سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ اُس نے ایک شیشہ پانی بھرا اور منھ بند کرکے لے اڑی
اتنے میں طلسمات دیو چوکیدار جو ہزار برس سے اُس درخت کا نگہبان تھا آگیا۔ پری جو
نہایت چست و چالاک تھی اُس کے ہاتھ نہ لگی اور چالیس روز بعد حضور اقدس میں جا پہنچی
اور عرض کی کہ خداوند کے اقبال سے یہ لونڈی اُس درخت کا پانی لے آئی اور وہاں کے
چوکیداروں کے ہاتھ نہ لگی۔ اور بادشاہ کے آگے شیشہ رکھدیا۔ اور راستہ کی کیفیات
بیان کیں۔ بادشاہ نے حُسنا پری کو گلے سے لگایا۔ اور شیشہ حاتم کو دیا حاتم نے فوراً مہرہ
کو اُس پانی میں رگڑکر اُسکی آنکھوں میں لگایا۔ اور سات روز تک پٹی باندھے رکھی۔ آٹھویں
روز جو پٹی کھولی تو آنکھیں ایسی نکلیں جیسی اپنی ماں کے پیٹ سے لیکر نکلا تھا۔ شہزادہ اپنے
والدین کو دیکھکر خوش ہوا اور حاتم کے پاؤں پر گر پڑا۔ حاتم نے اُسے گلے لگاکر خدا کا شکر کیا
تب ماہر وپری شاہ نے بہت سا زر و جواہر حاتم کے سامنے رکھا۔ حاتم نے کہا اے بادشاہ
جو کچھ عنایت ہوا آپ کا تفضلات ہے۔ لیکن اس بات کا امیدوار ہوں کہ جو دینے کو کہا تھا
وہ عنایت ہو۔ بادشاہ نے کہا کیا چاہتا ہے؟ حاتم نے کہا جو مہرہ آپ کے ہاتھ میں ہے

اگر آرزو پوری کرتی ہو۔ تو دیدو یہ سُنکر بادشاہ نے کہا یہ مُہرہ تجھہ سے حارث کی لڑکی نے
مانگا ہوگا۔ یعنے تجھہ سے اقرار کیا ہے ناچار ہوں۔ یہ کہہ کر مہرہ حاتم کو دے کر کہا کہ جب تو یہ
مہرہ اُسے دے گا تو میں کسی طریقہ سے اسے منگالوں گا۔ حاتم نے کہا جب عاشق کی مراد
پوری ہوجائے پھر آپ مختار ہیں۔ غرض حاتم نے مہرہ کو بازو پر باندہا ہی تھا کہ زمین کا دفینہ
نظر آنے لگا تب حاتم نے دل میں کہا۔ اسی وجہ سے حارث کی بیٹی نے مہرہ منگایا ہے
اور بادشاہ نے بھی اس حال کو بیان کیا۔ بادشاہ نے کہا اسی لئے تجھہ سے منگایا ہے
القصہ جب حاتم بادشاہ سے رخصت ہوا تو بادشاہ نے اپنے عیاروں اور نظر بازوں
سے کہا کہ جس وقت حارث کی بیٹی کا بیاہ ہو چکے تم کسی طریقہ سے مہرہ کو لے آنا۔ حاتم رخصت
ہوکر حُسنا پری کے گھر آیا۔ اور کچھہ دن عیش و عشرت کرکے اُس سے رخصت ہوا تب
وہ پریزاد زر و جواہر لیکر اُسکے ہمراہ ہوئے اور فروقاش کی سرحد تک پہنچا کر رخصت ہوئے
اور وہ دیو جو حاتم کے ساتھہ آئے تھے اُسکو دیکھتے ہی دوڑے اور شاد ہوئے پھر اس
مال و متاع سمیت ایک تخت پر بٹھا کر چند روز میں فروقاش بادشاہ پاس لے گئے
اُسنے جیسے ہی حاتم کو دیکھا اُٹھ کر بغلگیر ہوا اور بہت سی تواضع کرکے تعریف کی۔ شب بھر
حاتم وہاں رہا صبح کو غار کی راہ سے سورت میں آیا اور مال اُس سوداگر کو دیکر رخصت کیا
اور آپ حارث سوداگر کی بیٹی کے پاس آکر مہرہ اُسکے حوالہ کیا۔ وہ اُسے دیکھ کر خوش ہوئی
اور کہا کہ اب میں تیری ہوں جو چاہے سو کر۔ حاتم نے کہا اے ساقی ناز میرا یہ مطلب نہیں
کہ تیری شراب وصل پیوں۔ مگر وہ جوان مدت سے اس شراب کا پیاسا ہے اُسکو پلا۔
اسنے کہا میں تیرے بس میں ہوں جو کہے گا سو کروں گی۔ حاتم نے اُسکے باپ کو بلا کر سوداگر
بچہ کا ہاتھہ میں ہاتھہ دیکر کہا کہ تم اسے اپنا فرزند سمجھو اُسی وقت بیاہ کی تیاری کرکے اسکو بیاہ
دیا۔ دس دن بعد وہ مہرہ اسکے ہاتھہ سے غائب ہوگیا۔ وہ رونے لگی۔ تب حاتم نے دلاسا
دیکر کہا کہ میں نے تیرے شوہر کو اتنا زر و جواہر دیا ہے کہ سات پشت تک وفا کرے گا۔
تو اتنا کیوں روتی ہے۔ غرض اسی طرح کی باتیں کرکے حاتم وہاں سے رخصت ہوا حسن بانو
کے سوال کے جواب میں چلا گیا۔ کئی دن بعد منزلیں طے کرتا ہوا ایک دریا کے کنارے
پہنچا وہاں ایک عالی شان محل نظر آیا۔ اُسکے دروازہ پر بخط جلی لکھا دیکھا کہ "نیکی کر اور دریا میں
ڈال" یہ نوشتہ کو دیکھہ کر نہایت خوش ہوا اور سجدہ شکر ادا کرکے کہا الحمدللہ۔ اب میں مراد کو پہنچا

قدرے آگے بڑھا تو بہت سے شخص مثل خواصوں کے وہاں سے نکلے اور حاتم کو اندر لیگئے۔ وہاں جاکر دیکھا کہ سو برس کا بوڑھا شخص نورانی چہرہ تنہا ہی حاتم کو تخت پر بٹھالیا اور کھانا منگا کر کھلایا۔ جب کھانے سے فارغ ہوا تو حاتم نے پوچھا کہ آپنے دروازہ دولت پر یہ کیا لکھہ رکھا ہے۔ اُسنے کہا کہ میں رہزن تھا راتوں کو مسافروں کو لوٹتا تھا اور دن کو مزدوری کرتا تھا۔ اور دو روٹیاں گھی میں چپڑ کر اور اُس پر شکر ڈالکر دریا میں پھینکتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ یہ کام خدا کے واسطے کرتا ہوں۔ ایک مدت یوں ہی گذر گئی۔ ایک دن بیمار ہو کر قریب ہلاکت کے پہنچا اور ایسا بیہوش ہوا گویا جان بدن سے نکل گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی میرا ہاتھہ پکڑ کر دوزخ کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تیری یہی جگہ ہے اور قریب تھا کہ دوزخ میں ڈال دے کہ یکایک دو فرشتے آدمی کی صورت میں میرے آگے آکر کہنے لگے کہ یہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ بلکہ بہشت میں جائے گا۔ چنانچہ لے چلے اتنے میں ایک بزرگ نے اُٹھہ کر کہا کہ اسکو کیوں لائے ہو ہنوز اسکی عمر میں دو سو برس باقی ہیں۔ اس کا ہمنام ایک اور شخص ہے اُسکو لاؤ۔ یہ سُنکر وہ دونوں مجھے یہاں پہنچا گئے۔ اور کہا کہ ہم وہی دو روٹیاں ہیں جو خدا کی راہ میں تو دریا میں ڈالتا تھا۔ اتنے میں میں چونکا اور مناجات کرنے لگا۔ الٰہی تو غفور الرحیم ہے میں گنہگار ہوں مجھکو بخشدے میں توبہ کرتا ہوں اور ہر حال میں مجھے تو ہی رزق دیگا۔ جب صبح ہوئی تو معمول کیموافق دو روٹیاں ڈالنے گیا دیکھا کہ ایک سو دینار پانی سے نکلے میں نے انہیں اُٹھا کر شہر میں منادی کی کہ اگر کسی کا مال دریا میں گر پڑا ہو تو مجھہ سے لے۔ کسی نے اسکا جواب نہ دیا۔ پھر بدستور رسانی میں دریا پر گیا۔ اسی طرح سو دینار پھر نکل آئے۔ اُن کو بھی رکھہ لیا۔ رات ہوئی تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ اے بندۂ خدا دو روٹیاں تیری شفیع ہوئی ہیں اور خداوند کریم نے حکم دیا ہے کہ سو دینار ہر روز ملا کریں۔ تو اُن میں سے کچھہ خدا کی راہ میں صرف کر اور باقی سے اپنی گذر کر اتنے میں میری آنکھہ کھلی تو سجدۂ شکر بجالایا۔ پھر میں نے یہ عمارت بنوا کر اسکے دروازہ پر یہ کلمہ لکھا۔ اب بھی اسی طرح سو دینار مجھے روز ملتے ہیں۔ مسافروں اور غریبوں کو دیتا ہوں ابھی میری عمر کے سو برس اور باقی ہیں اور اس عمارت کو بنے ہوئے سو برس ہو گئے غرض جب سے مجھے یقین ہوا کہ خدا نے میرے گناہ بخشے تب سے میں خوش و خرم رہتا ہوں اور کچھہ اندیشہ نہیں۔ ایسی ہدایت خدا سب کو دے یہ سُنکر حاتم نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور تین روز وہاں رہا چوتھے روز رخصت ہو کر شاہ آباد کا راستہ لیا۔ تھوڑے دن بعد ایک جنگل میں آیا۔ وہاں دیکھا کہ ایک کالا سانپ ایک خوش رنگ سانپ سے لڑ رہا ہے

اور قریب ہے کہ کالا اُسکو مار ڈالے۔ حاتم نے یہ دیکھکر للکار کر کہا کہ موذی خبردار کیا کرتا ہے۔ یہ آواز سُنکر وہ ڈرکر بھاگ گیا۔ وہ غریب بھاگنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اُسی درخت کے نیچے وحشت زدہ ہوکر ٹہلنے لگا۔ حاتم نے کہا اے سانپ تو خاطر جمع رکھہ جب تک تو اچھا نہ ہوگا میں تیرے پاس رہونگا اور کہیں نہ جاؤنگا۔ بارے ایک گھڑی بعد توانا ہوا اور درخت پر چڑہکر آدمی کی صورت ہوکر حاتم کو سلام کیا حاتم نے متعجب ہوکر کہا کہ یہ کیا اسرار ہے۔ اتنے میں سانپ نے کہا اے عزیز تعجب نہ کر میں قوم جن سے ہوں اور اس شہر کا بادشاہ میرے باپ کا غلام ہے ایک مدت سے ناحق یہ میری جان کا دشمن ہے آج قابو پاکر مارا چاہتا تھا کہ حق تعالے نے تجھے میری مدد کو بھیجا جو اس موذی کے چنگل سے چھڑایا۔ حاتم نے کہا خیر معلوم ہوا اب تو جہاں چاہے جا۔ کیونکہ میں بھی برسرکار ہوں زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔ اس نے کہا میرا غریب خانہ یہاں سے قریب ہے اگر تشریف لے چلو تو بہتر ہے۔ غرضکہ حاتم اس کے ساتھہ چلا کہ یکایک ایک لشکر نمودار ہوا۔ حاتم نے پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے؟ وہ بولا کہ اسی فقیر کا۔ پھر حاتم کو اپنے دولت خانہ میں لے گیا۔ اور تخت مرصع پر بٹھاکر ضیافت کی۔ صبح کو شہزادہ نے اُس غلام کی گردن ماری اور حاتم شاہ آباد کی طرف روانہ ہوا۔ اور جاکر منیر شامی سے ملا۔ یہ خبر حسن بانو کو پہنچی اس نے بلواکر حال پوچھا کہ اے جوان بہت دنوں میں آیا کہہ کیا خبر لایا۔ حاتم نے جو ماجرا دیکھا اور اس پیر مرد کی زبانی سُنا تھا بخوبی بیان کیا۔ حسن بانو یہ سُنکر نہایت خوش ہوئی۔ پھر حاتم نے پوچھا اے حسن بانو اب کونسا سوال رکھتی ہے کہہ حسن بانو نے کہا کہ تیسرا سوال یہ ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کسی سے بدی نہ کر اگر کریگا تو وہی پاویگا اسکی خبر لا۔ حاتم یہ سُنکر وہاں سے روانہ ہوا اور صحرا بصحرا چل نکلا۔ ایک مہینہ بعد ایک پہاڑ ایسا دکھائی دیا کہ آسمان سے باتیں کرتا تھا جب اسکے نیچے گیا ایک آواز آہ و زاری کی سُنی ادہر اُدہر دیکھنے لگا کچھہ نظر نہ آیا۔ اور اُسکے نزدیک آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک عالیشان درخت کے نیچے ایک سل سنگ مرمر کی دہری ہے۔

تیسرا سوال حاتم کے جلنے اور اس بات کی خبر لانے کا کہ کسی سے بدی نہ کر اگر کرے گا تو وہی تیرے آگے آئیگی

اور اُسپر ایک شخص بیٹھا یہ مصرعہ پڑھ رہا ہے ع شتاب آ کہ نہیں تاب اب جدائی کی ؎ حاتم اُسکو دیکھکر حیران ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ آگے بڑھ کر پوچھا کہ اے جوان تو اپنا ماجرا کہہ وہ اپنی آنکھیں بند کئے مراقبہ میں بیٹھا تھا کچھ جواب نہ دیا۔ دو بارہ ایکبارا پھر جواب نہ ملا سہ بارہ کہا کہ اے شخص تو بہرہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ سُنکر اُس نے کہا اے مسافر تیری طرح بہت سے اشخاص میرے حال سے آگاہ ہوئے مگر کسی نے میرے درد کا علاج نہ کیا۔ احوال کہنے سے کیا فائدہ تو اپنی راہ لے۔ حاتم نے کہا جب تو نے اکثر لوگوں سے کہا ہے تو خدا کے واسطے مجھ سے بھی کہہ اُس نے کہا میں ستم رسیدہ سوداگر ہوں۔ میرا قافلہ روم کو جاتا تھا صبح کو اس سے جدا ہو کر اس پہاڑ پر آیا اور قضائے حاجت سے فارغ ہو کر اس درخت کے نیچے پہنچا۔ ایک پریزاد حسین و مہ جبین کو دیکھکر فریفتہ ہوا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا وہ میرے سر کو اپنے زانو پر رکھ کر گلاب چھڑکنے لگی۔ جب ہوش آیا تو ہزار جان سے عاشق ہو کر پوچھا کہ اے نازنین تو کون ہے۔ اُس نے کہا میں پریزاد ہوں اور یہ پہاڑ و قلعہ میرا مکان ہے تجھ سا آدمی چاہتی تھی سو آج خدا نے ملا دیا۔ پھر مجکو اپنے مال اور قافلہ کی سُرت نہ رہی اسی طرح وہ نازنین چند روز الفت کرتی رہی۔ لیکایک میں نے ایک دن اُس سے کہا کہ اے پری اس جنگل میں رہنے سے کیا فائدہ شہر میں چلکر آرام سے گذران کریں۔ اُس نے کہا کہ اگر تیرا دل چاہتا ہے تو بہتر ہے میرا گھر یہاں سے قریب ہے۔ اپنے لوگوں سے رخصت ہو آؤں۔ لیکن میرے آنے تک تم کہیں یہاں سے نہ جانا میں نے کہا اچھا کب آؤگی؟ اُس نے کہا سات دن بعد۔ لیکن اگر تو کہیں جائے گا تو پشیمان ہوگا۔ اسی حالت میں سات برس ہوئے کہ وہ نہیں آئی۔ میں اُسکے وعدہ پر کہیں جا بھی نہیں سکتا۔ کہ وہ آئے اور مجھکو یہاں نہ پاکر خدا جانے کیا کر گذرے۔ حاتم نے آبدیدہ ہو کر کہا کہ اے عاشق زار اگر اُس نے اپنے مکان کا پتہ بتایا ہو تو مجھ سے بیان کر۔ اُس نے کہا کہ اتنا تو جانتا ہوں کہ اُس کے قبائل کوہ القاف پر رہتے ہیں۔ یہ نہ معلوم کہ وہ کہاں گئی۔ حاتم نے کہا وہ تجھ سے رخصت ہو کر کس طرف کو گئی۔ اُس نے کہا

میرے سامنے دس بیس قدم داہنی طرف چلی تھی پھر نہ معلوم کہ ہر غائب ہوگئی۔ حاتم نے کہا اگر تجھ کو اُس کا عشق ہے تو میرے ساتھ کوہ القا پر چل۔ خدا کے فضل سے اُسے ڈھونڈھ نکالیں گے جوان نے کہا اگر وہ یہاں آئے اور مجھے نہ پائے تو پھر نہ یہ جگہ پاؤں گا۔ اور نہ وہ ہاتھ آئے گی۔ اگر ملاقات ہونی ہے تو یہیں ہو جائے گی۔ نہیں تو اُس کے انتظار میں مر جاؤں گا یہ سُنکر حاتم نے رو کر کہا۔ اے عزیز اگر تو اُس کا نام جانتا ہو تو بتا۔ اُس نے کہا کہ الگن پری کہتے ہیں۔ حاتم نے کہا کہ خاطر جمع رکھ میں کوہ القا پر جا کر تیری معشوقہ کو تجھ سے ملاتا ہوں۔ وہ بولا کہ میں نے اب تک کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ دوسروں کے کاموں پر کمر باندھے۔ حاتم نے کہا اے عزیز میں اپنا سر ہتیلی پر دھرے پھرتا ہوں کہ یہ خدا کی راہ پر کسی کے کام آئے ؎

جی تلک اپنا میں گنواؤں گا ۔ کام تیرا بجا ہی لاؤں گا

غرض کہ اسطرح کی باتیں کر کے اُس سے رخصت ہوا اور جس طرف پری گئی اُس طرف چل نکلا تھوڑے دنوں میں یہ پہاڑ طے کر کے اور دوسرے پہاڑ پر چڑھا تو دیکھا کہ بہت سے درخت میوہ دار جھوم رہے ہیں اور ایک صاف و ستھری جگہ چار درخت گھنے لگے تھے۔ اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ حاتم اس جگہ جاتے ہی لیٹ کر سو رہا۔ شام کو چار پریاں آئیں اور مسند بچھا کر بیٹھ گئیں۔ اور حاتم کو دیکھکر آپسمیں کہنے لگیں کہ یہ کون ہے اور یہاں کیوں آیا۔ اس سے پوچھنا چاہیئے۔ یہ کہہ کر اُسکو جگا کر پوچھا کہ اے آدم زاد تو یہاں کیوں آیا؟ یہ آواز سُنکر حاتم چونک پڑا اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا تو معلوم ہوا کہ چار پریاں جواہر سے لدی کھڑی ہیں۔ حاتم نے اُٹھ کر کہا کہ مجھ کو میرا خدا لایا ہے۔ اور میں کوہ القا کی سیر کرنے اور الگن پری کو دیکھنے کو جاتا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ ایک آدمی سے سات روز کا وعدہ کر کے آئی ہے اور سات برس گذر گئے کہ وہ ایک درخت کے نیچے تڑپتا ہے۔ اس لئے جاتا ہوں تا کہ سمجھاؤں کہ وعدہ کر کے پورا نہ کرنا اچھا شیوہ نہیں۔ پریوں نے مسکرا کر کہا کہ الگن پری کوہ القا کی شہزادی ہے اُس کو کیا غرض تھی جو آدم زاد سے ملنے کا اقرار کرتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو سودائی ہے اور اسکے دیکھنے کا قصد کرتا ہے اگر تو وہاں جاپڑے گا تو کب زندہ بچے گا۔ حاتم نے کہا خیر جو ہو سو ہو بغیر جائے نہ رہوں گا۔ انہوں نے کہا کہ ہماری التجا قبول کر کے آج ہماری صحبت قبول کرے تو کل ہم تجھے کوہ القا کی راہ

بتادیں گے۔ اُس نے کہا بہت اچھا کسی طرح وہ کام ہو۔ غرض وہ رات وہاں عیش و عشرت
میں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی کوہ القا کا راستہ لیا۔ وہ بھی حاتم کے ساتھ ہولیں سات
دن رات چلی گئیں۔ آٹھویں روز کسی منزل پر پہنچ کر کہنے لگیں کہ اب ہم آگے نہیں جاسکتے
کیونکہ ہماری سرحد نہیں تو سیدھا چلا جا تو یقین ہے کہ کوہ القا پر پہنچ جائیگا۔ حاتم اُن
سے رخصت ہو کر آگے چلا۔ ایک ماہ بعد ایک دوراہے پر پہنچا۔ رات کی رات وہیں رہا
پھر رات گذرے ایک طرف سے گریہ وزاری کی آواز اُس کے کان میں آئی وہ چونک کر
اُٹھ بیٹھا اور دھیان کرکے ادہر اُدہر خیال کیا۔ صبح ہوتے ہی جدہر سے آواز آئی تھی
اُدہر روانہ ہوا۔ تو دیکھا کہ ایک خوش رو جوان پا برہنہ بے اختیار رو رہا ہے۔ حاتم
نے کہا اے بندہ خدا اس قدر کیوں روتا ہے۔ لازم ہے کہ اپنے حال سے آگاہ کر۔

تصویر پہنچنا حاتم کا ایک پہاڑ پر آنا پریوں کا اور باہم تفتیش احوال کرنا



اسکی تسلی دینے سے وہ اور بھی چلا کر رونے لگا۔ اور کہا کہ میں سپاہی ہوں روزگار کے واسطے

اپنے شہر سے نکلا تھا راہ بھول کر اس ملک میں آکر بستی والوں سے پوچھنے لگا کہ یہاں کے حاکم کا کیا نام ہے کسی نے کہا اس شہر کا والی مسخرہ جادو کہلاتا ہے۔ یہ سُنکر میں ڈرکر جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ جانے میں ایک باغ پر بہار راستہ میں دکھائی دیا۔ میرے دل کو اس کی سیر کی ضرورت ہوئی۔ گھوڑے سے اُتر کر اندر گیا ہی تھا کہ ایک غول پریوں کا نظر آیا۔ میں نے عقل سے خیال کیا کہ شاید کسی امیر کا زنان خانہ سیر کرنے کو آیا ہے۔ یہ مناسب نہیں کہ میں نظر بد سے دیکھوں یہ خیال کرکے وہاں سے پھرا کہ اُن عورتوں نے اپنی بی بی کو خبر کی وہ مسخرہ جادو کی بیٹی تھی۔ یہ سُنکر مجھے ایک باغ آراستہ میں لے گئی۔ اور گرمجوشی کرنے لگی اتنے میں اُس کا باپ باغ میں آیا۔ پہلے تو میرے گھوڑے کو دیکھکر لوگوں سے پوچھا کہ یہ گھوڑا کس کا ہے؟ کسی نے مارے ڈر کے جواب نہ دیا۔ آگے بڑھا اور مجھے دیکھکر جل گیا۔ نزدیک آکر کہا کہ او موا ٹھہر تو کیسا مزہ چکھاتا ہوں۔ دائی نے آکر کہا کہ اے خداوند شہزادی نام خدا جوان ہوئی ہے اور یہ جوان بھی کسی بڑے آدمی کا لڑکا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس نے مارے حیا کے اب تک شہزادی سے بات نہیں کی ہے۔ بہتر ہے کہ اسی کے ساتھ شہزادی کو بیاہ دو۔ تب اُس نے اپنی لڑکی سے پوچھا کہ تیری کیا مرضی ہے؟ اُس نے کہا کہ میں نے قبول کیا۔ لیکن یہ میرے تین قول قبول کرے یہ سُنکر میں نے کہا کہ آپ جو فرمائیں گی سو بجا لاؤں گا۔ اس نے کہا کہ پہلے ایک جوڑا پریرو جانور کا لا۔ پھر سرخ سانپ کا مہرہ جیسے آپ کو کھولتے گھی کے کڑاؤ میں ڈال کر سالم نکل آ۔ اسوقت میں تیرے ساتھ شادی کرلونگی یہ سوال سُنکر گھبرایا اور اس بیابان میں آپڑا۔ اب مارے بھوک اور پیاس کے اتنی طاقت نہیں کہ اپنے وطن کو جاؤں نہ یہ قدرت کہ اسکے جیسا ہوکر معشوقہ سے ملوں۔ دو برس سے بگولے کی طرح خاک اُڑاتا پھرتا ہوں۔ حاتم نے کہا اے جوان بِراے خدا یہ شرطیں پوری کرکے تیری معشوقہ تجھ کو ملاؤں گا۔ پھر سوچا کہ گیدڑ میرے زخم کے واسطے مازندران سے پریرو جانور کا عضو لایا تھا اب مجھ کو بھی اُس جنگل میں جانا چاہئے۔ یہ سوچکر اس سے رخصت ہوکر منزل مقصود کو چلا۔ تھوڑی دور جاکر دیکھا کہ ایک خلقت خندق کے گرد لکڑیاں جمع کرکے ایک آگ لگانے کی فکر کررہی ہے۔ یہ ماجرہ دیکھکر حاتم نے پوچھا کہ یہاں آگ لگانے کی کیا وجہ ہے؟

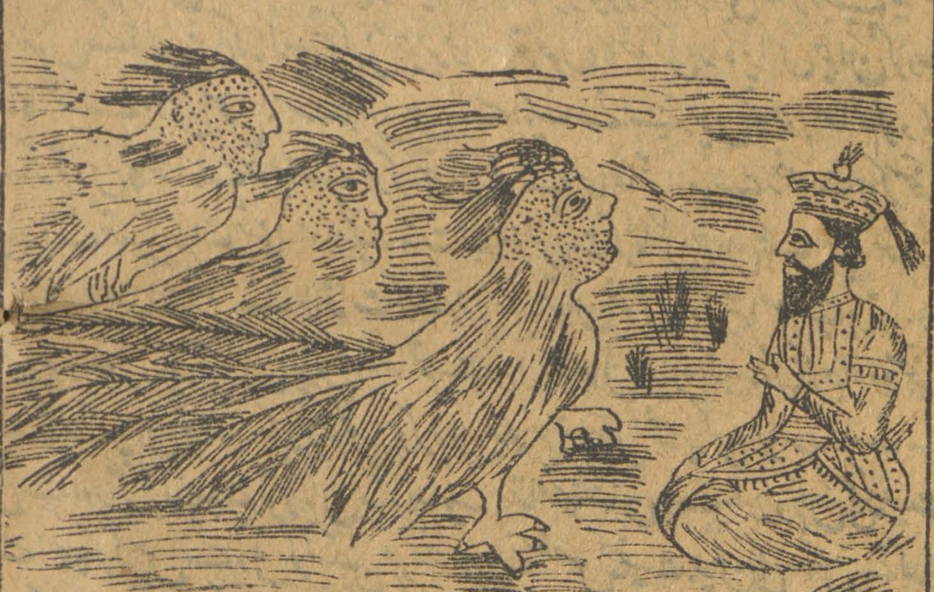
کسی نے کہا ایک بڑا جانور آفت روزگار کسی طرف سے آتا ہے اور تین چار آدمی کھا جاتا ہے
اگر یہی حالت رہی تو تمام شہر ویران ہو جاوے گا۔ یہ سُنکر حاتم نے کہا اُن کے سر سے اس بلا کو
کھونا چاہیئے یہ سوچ کر کاروانسرائے میں آیا۔ اور ایک گڑھا کھود کر لکڑیوں سے پاٹ کر اُس
میں بیٹھا جب پہر رات گئی تو وہ جانور نظر آیا۔ تب حاتم نے پہچانا کہ اس جانور کا نام شمن
ہے آٹھ پاؤں سات سر رکھتا ہے۔ ایک سر ہاتھی کا سا اور چھ سر شیر کے سے چنانچہ
جو سر ہاتھی کا ہے اُن میں نو آنکھیں ہیں۔ اگر بیچ کی آنکھ پھوٹ جائے تو یقین ہے
کہ پھر کبھی اس طرف کو نہ آئے۔ اتنے میں وہ مُنہ پھیلائے شہر کی طرف آیا۔ لوگوں نے
اُس کو دیکھکر قلعہ کے گرد آگ لگا دی۔ اُس کا شعلہ اتنا بلند ہوا کہ تمام خلقت تھرا گئی اور
زمین کانپ گئی۔ یکایک وہ اجل گرفتہ حاتم کے پاس پہنچا حاتم نے ایک تیر ایسا مارا
کہ بیچ کی آنکھ میں ترازو ہو گیا۔ وہ نیم بسمل کی طرح خاک پر تڑپنے لگا۔ اور ایسا نعرہ مارا کہ
تمام جنگل تھرتھرا گیا اور ایسا بھاگا کہ پھر نہ دیکھا۔ حاتم نے غار سے نکلکر باقی رات وہیں بسر
کی۔ صبح کو لوگوں نے حاتم سے پوچھا کہ اے عزیز تو کیوں کر زندہ بچا؟ حاتم نے کہا میرے
سر پر خدا کا سایہ تھا اُس نے بچا لیا۔ اس جانور کا نام شمن تھا خدا کے فضل سے اُسے
مار کر تمہارے سر سے دفع کیا اُنہوں نے کہا کہ ہم کیوں کر باور کریں۔ حاتم نے کہا آج
کی رات سب قلعہ کی چھت پر بیٹھ کر جاگو۔ اگر وہ آئے تو مجھ کو جھوٹا جانو۔ سب نے ایسا
ہی کیا۔ وہ جانور صبح تک نہ آیا۔ تب تو سب حاتم کے پاؤں پر گر پڑے۔ حاتم ان سے
رخصت ہو کر کسی طرف چلا ایک دن کیا دیکھا کہ ایک سانپ نیولے سے لڑ رہا ہے
قریب ہے کہ دونوں میں سے ایک مر جائے حاتم نے کہا کہ اے حیوانوں تم دونوں میں
ایسی کیا دشمنی ہے جو آپس میں لڑ کر اپنی جان کھوتے ہو۔ سانپ نے کہا اس نے میرے
باپ کو مارا میں اسے ماروں گا۔ نیولا بولا وہ میری خوراک تھا میں نے کھا لیا اور اسکو
بھی کھاؤں گا۔ تب تو حاتم بولا اے نیولے تجھے گوشت ہی کھانا ہے تو مجھ سے کہہ اپنے
بدن کا دوں اور سانپ سے کہا کہ اگر تو اپنے باپ کا بدلہ لینا چاہتا ہے تو مجھے مار۔ وہ
دونوں یہ سُنکر لڑائی سے باز رہے۔ پھر نیولے نے کہا اے شخص تو نے اپنا گوشت
دینے کا وعدہ کیا تھا اب دے کہ کھا کر گھر جاؤں۔ حاتم نے کہا جہاں کا گوشت چاہے
مانگ لے۔ اُس نے کہا رخسارہ کا دے۔ حاتم کاٹنا چاہتا تھا کہ نیولے نے کہا اے

جوان مرد ٹھہر جلدی نہ کر۔ میں نے آزمائش کے لئے کہا تھا آفریں تجھہ کو اور تیرے والدین کو
یہ کہہ کر دونوں انسان ہو گئے۔ اور بولے کہ ہم قوم جن سے ہیں۔ اور اس کے باپ کو میں نے
اس وجہ سے مارا کہ میں اس کی بیٹی پر عاشق تھا۔ وہ میرے ساتھہ بیاہ نہ کرتا تھا۔ اور
یہ اُس لڑکی کا بھائی ہے۔ یہ بھی وہی حجت کرتا ہے اسے بھی ماروں گا۔ حاتم نے کہا اے
جوان تو اپنی بہن کی شادی اس کے ساتھہ کیوں نہیں کرتا اُس نے کہا کہ میں اِس کی
بہن پر عاشق ہوں۔ اگر یہ بھی میرے ساتھہ اس کا بیاہنا قبول کرے تو میں بھی قبول
کروں۔ نیولے نے کہا میرا باپ زندہ ہے وہ راضی نہیں ہوتا اس لئے میں ناچار
ہوں۔ حاتم نے کہا مجھے اپنے باپ کے پاس لیچل میں اُسے سمجھا کر راضی کر دونگا
غرضکہ حاتم اور جن روانہ ہوئے۔ تھوڑی دور جا کر نیولے نے کہا میں اپنے محل میں جاتا
ہوں اور تو شہر میں جا۔ یقین ہے کہ وہاں کے لوگ تجھے میرے باپ پاس پکڑ لائیں گے
وہاں جیسی بنے کہیو۔ حاتم نے ایسا ہی کیا چنانچہ جن اُس کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے
گئے۔ بادشاہ نے کہا کہ اے آدمزاد تو ہمارے ملک میں کیوں آیا تھا؟ حاتم بولا کہ میں بندہ
خدا ہوں اور تیرے بھلے کو آیا ہوں۔ بادشاہ نے کہا تو جن سے کیونکر نیکی کریگا۔ حاتم نے کہا
کہ معلوم ہوا تو اپنی زندگی سے سیر ہو چکا ہے۔ یہ سنکر اُس نے کہا اے عزیز یہ کیا بکتا ہے؟
حاتم نے کہا اگر اپنے بیٹے کی زندگی چاہتا ہے تو میرا کہنا مان۔ نہیں تو وہ آج کل میں مارا جائیگا وہ بولا اس بھید سے آگاہ کر۔ وہ بولا کہ تیرے بیٹے نے کسی کے باپ کو مار ڈالا ہے وہ
اسکو مارا چاہتا ہے۔ آج میں نے دونوں کو جنگل میں لڑتے دیکھا تھا۔ بلکہ قریب تھا کہ اسکی
جان جائے میں نے بزور اُس کو چھڑایا۔ لیکن ایک نہ ایک دن مارا جائیگا۔ کیوں کہ یہ
اُس کی بہن پر اور وہ اسکی بہن پر عاشق ہوا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دونوں کی شادی کر دے
تاکہ آپس میں صلح ہو جائے۔ بادشاہ ہیونر نے یہ بات حاتم کی پسند کرکے اُسی وقت
اپنی لڑکی کو اُس سے اور اُسکی بہن اپنے لڑکے سے منسوب کی۔ حاتم نے رخصت مانگی۔ بادشاہ
ہیونر نے اپنا عصا دیکر کہا کہ اس میں بہت خواص ہیں۔ اگر سانپ بچھو کاٹیں تو زہر اثر نہ
کرے اگر دریا حائل ہو تو اس کو ڈال دو۔ کشتی کے طور پر ہو کر پار اوتار دے۔ اور ایک مہرہ
دیتا ہوں اس میں یہ خواص ہیں کہ اگر راہ میں سُرخ و سفید سانپ ملیں تو منہ میں رکھکر
بے دہشت رہے ہرگز کسی کا زہر اثر نہ کریگا۔ حاتم دونوں چیزوں کو لے کر رخصت ہوا۔

اور رات دن چلنے کے سوا کچھ کام نہ تھا۔ کئی منزلوں کے بعد ایک دریائے عظیم الشان
دکھائی دیا کہ اسکی لہر آسمان پر جاتی تھی۔ متفکر ہوکر چاروں طرف نظر کی۔ کسی کو آتے جاتے
نہ دیکھا۔ اتنے میں بادشاہ ہیوز کے عصا کا خواص یاد آیا۔ اُسنے دریا میں ڈال دیا وہ
کشتی بن گیا حاتم اوس پر سوار ہوکر چلا۔ جب بیچ میں پہنچا تو ایک گھڑیال نکلا۔ اور اسکو کھینچکر
لے گیا اور سات کوس تک نیچے چلا گیا۔ کہیں دم نہ لیا۔ جب اُس کا پاؤں تہہ پر لگا اور آنکھیں
کھول کر دیکھا تو ایک گھڑیال پہاڑ سا نظر آیا۔ یہ گھبرایا تو وہ عاجزی سے عرض کرنے لگا
کہ اے عزیز یہ میرا مکان ہے۔ اسے کیکڑے نے چھین لیا ہے۔ امیدوار ہوں کہ تو دلادے
حاتم نے کہا کہ وہ تجھ سے زبردست معلوم ہوتا ہے۔ یہ اسی گفتگو میں تھے کہ وہ منہ
پھیلائے آ پہنچا۔ گھڑیال دوڑکر حاتم کے پاس آیا۔ حاتم نے اُسکو قلعہ کی طرح دیکھا
چنانچہ ایک نقش جانب مشرق اور دوسرا نقش مغرب کی طرف پہنچا ہوا تھا۔ اتنے
میں کیکڑے نے حاتم کو دیکھکر نعرہ مارا حاتم ہیوز کا عصا لے اُٹھا تو کیکڑا اسکو دیکھکر
جہاں تھا وہیں رہا۔ حاتم نے للکار کر کہا تو اس غریب کو کیوں دکھ دیتا ہے کیا تیرے
رہنے کو اور جگہ نہیں؟ یہ سُنکر اُس نے کہا ہم دونوں آپس میں سمجھ لیں گے۔ آدمی کو
کیا دخل جو ہمارے بیچ میں بولے۔ حاتم نے کہا یہ سچ ہے لیکن سب مخلوق خدا ہیں۔ وہ
پاک پروردگار نہیں چاہتا کہ میرا بندہ کسی کے ہاتھ سے ستایا جائے۔ کیکڑے نے
کہا خیر اب تیرے کہنے سے چھوڑے دیتا ہوں۔ مگر یہ پھر تجھے کہاں پائے گا جو حمایتی بناکر
لائے گا حاتم بولا اے کافر تو کسی پر رحم کھاتا ہے نہ خدا سے ڈرتا ہے۔ خیر اب بھی کچھ نہیں
گیا۔ اگر اپنی زندگی چاہتا ہے تو ایذا دینے سے باز آ۔ اور اس جگہ کو چھوڑ دے نہیں تو
تیری دھجیاں کرکے اُڑائے دیتا ہوں۔ یہ سُنکر کیکڑے نے کہا کہ اس ضد پر تو ہرگز
نہ چھوڑوں گا۔ بلکہ تجھے بھی۔ یہ کہکر چاہا کہ اپنے نیش سے حاتم کے دو ٹکڑے کردے
کہ حاتم نے ہیوز بادشاہ کا عصا اس زور سے مارا کہ اُس کے دونوں نقش کھیرے کی
طرح زمین پر گر پڑے۔ سرطان نے دیکھا کہ میرے پاس حربہ نہ رہا جان سے گیا۔ حاتم
آنکھیں بند کرکے اُس پتھر پر چڑھ کر کنارے پر آ لگا پھر دشت نا شندران کی طرف روانہ ہوا
اور اُس کے قریب پہنچکر ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر سوچنے لگا کہ میں خدا کے فضل سے
یہاں تک آیا۔ اب اُس جانور کو دیکھئے کہ کہاں ہے۔ اتنے میں رات ہوگئی وہ بانور چرائی

گو گئے تھے وہاں سے واپس آئے اور ایک درخت پر بیٹھکر کہنے لگے کہ آج کی رات ایک آدمی
خدا رسیدہ ایک غریب کے واسطے اپنے اوپر اذیتیں اوٹھاتا یہاں تک آیا ہے اور ہم نے
بزرگوں سے اُس کا نام حاتم بن طے سُنا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہماری ملاقات سے محروم
رہجاوے۔ یہ بات دل میں ٹھیرا کر وہ سب حاتم کے پاؤں پر گر پڑے۔ وہ ہر ایک جانور
کی صورت دیکھکر حیران رہ گیا۔ اسواسطے سنہ اُن کا آدمی کا سا تھا اور بدن طاؤس کا۔
اگر پری بھی دیکھے تو اُن پر فریفتہ ہوجاوے۔ پھر کہنے لگے کہ کوئی مسخر جادو کی لڑکی پر عاشق
ہوا ہے جو اُنہوں نے ہمارا ایک جوڑا طلب کیا ہے۔ تو اس لئے یہاں آیا ہے۔ حاتم
نے کہا یہ تم نے سچ کہا ہے ایک جوڑا میرے حوالہ کرو تو وہ نامراد اپنی مراد کو پہنچے یہ سُنکر
اُنہوں نے آپس میں کہا کہ ہے کوئی جو جوڑا اپنے بچوں کا خدا کی راہ پر اس جوان کو دے
کہ کار خیر ہے۔ اس سخن کو سُنکر اُن میں سے ایک نے اپنے بچوں کا جوڑا حاتم کو دیکر
کہا کہ تو اس کا مختار ہے جو چاہے سو کر۔ جہاں چاہے لیجا حاتم ان سے رخصت ہوکر مسخر
جادو کے شہر کی طرف پہنچا۔ اور ایک مدت بعد منزلیں طے کرتا اُس جوان تک پہنچا۔ نعرہ زناں
سر جھکائے بیٹھا تھا اُس نے ملاقات کرکے بولا اے جوان خوش ہو کہ تیرا مطلب بر آیا۔ وہ
اُس جوڑے کو دیکھکر پاؤں پر گر پڑا۔ حاتم نے وہاں کا حال بیان کرکے کہا کہ جا۔ وہ مسخر
جادوگر کے پاس گیا وہ دیکھکر خوش ہوکر بولا۔ یہ کام تیرا نہیں شاید کسی دوسرے نے مدد
کی ہے اور اگر تو لایا ہے تو وہاں کے ہر ایک مقام کا نشان دے۔ اور وہاں کی کیفیت
سے آگاہ کر کہ جس سے دل کو تسکین ہو۔ جوان نے مفصل کیفیت بیان کی۔ اُس نے کہا
تو سچ کہتا ہے۔ اب جاکر سُرخ سانپ کا مہرہ لا۔ اُس نے کہا ایک مرتبہ اُس نازنین کا منہ
دکھا کہ مجھے بھی طاقت ہو۔ کیونکہ معشوق کے دیکھنے سے دلکو قوت ہوتی ہے یہ سُنکر
اُس نے لڑکی سے کہا کہ ایک دم کے واسطے اپنا چہرہ کھڑکی سے نکال کر اپنے عاشق کو
ذرا جمال دکھلا دے۔ یہ سُنکر وہ کھڑکی کھول کر ناز و ادا سے جھانکنے لگی غرض اسی
دیدہ بازی میں وہ دن گذر گیا۔ جوان نے کہا کہ اب میں سُرخ سانپ کا مہرہ لینے جاتا ہوں
تو اس سے آگاہ ہو تو بتا دے کہ وہ کس طرف ہے۔ اُسنے کہا کہ میں نے بزرگوں کی زبانی
سُنا ہے کہ وہ کوہ قاف کے دشت سُرخ میں ہے۔ معشوقہ سے رخصت ہوکر حاتم پاس
آکر کہنے لگا کہ اے عزیز اُس نے سُرخ سانپ کا مہرہ منگایا ہے۔ حاتم نے کہا اُس کا غم بھی

تصویر اُن جانوروں کی جو صورت آدمی کی رکھتے تھے اور پشیمانی و بدن طاؤس کا تھا اور آنا اُن کا حاتم کے پاس ملاقات کو اور قدمبوس ہونا ہزار شوق و تمنّا سے



پوچھہ آیا ہے۔ کہ وہ کس طرح کا ہے اُسنے جو سُنا تھا کہدیا۔ حاتم نے کہا اب فریاد و فغاں نہ کر خدا کریم و رحیم ہے تو جلد اپنی مراد کو پہنچے گا۔ اس طرح کی باتیں کہہ کر حاتم کوہ قاف کی طرف چلا۔ کئی منزلیں چلا تھا کہ ایک دن صبح کے وقت قضاء حاجت کو کسی طرف جاتا تھا کہ ایک بجیو ہفت رنگی کلنگ مُرغ کی برابر صحرا میں چلا جاتا ہے۔ یہ اُسکو دیکھہ کر ڈرا اور جی میں کہنے لگا کہ خدا جانتا ہے کہ میں نے اپنی عمر میں ایسا بجیو نہیں دیکھا اور کسی کونے میں جا کر چھپ گیا یہ تمام دن اُس کی جستجو میں رہا اور بار بار کہتا تھا کہ دیکھا چاہیئے شب کو یہ کیا کرتا ہے اُس جنگل کے ادہر ادہر کئی گاؤں آباد تھے۔ وہاں کے لوگوں نے جو اِس مسافر کو

دیکھا آپ ودانہ سے متواضع ہوئے۔ حاتم نے کھانا کھاکر پانی پیا اور ایک درخت کے نیچے بیٹھکر یادِ الٰہی میں مشغول ہوا۔ اتفاقاً میدان میں بہت سی گائیں اور گھوڑے جمع ہوئے اُن کے تین چار نگہبان تھے۔ وہ سو رہے رات کو وہ بچھو پتھر کے نیچے سے نکلا اور گایوں کی طرف گیا اور اچک کر ایک گائے کے سر پر ڈنک مارا وہ تڑپ کر مر گئی اسیطرح سب کو مار کر گھوڑے کے گلّے میں آیا۔ اور اُن کا بھی نگہبانوں سمیت کام تمام کیا۔ پھر اسی پتھر کے نیچے جا چھپا۔ صبح ہوئی اور گاؤں کے لوگ آئے تو دیکھا کہ دونوں گلّے نگہبانوں سمیت مرے پڑے ہیں اور ہر ایک کے منہ سے پانی بہہ رہا ہے۔ تب لوگوں نے حاتم سے کہا تم کیونکہ بچ رہے۔ اُس نے کہا اے یارو میں نے ایسا تماشہ دیکھا ہے جو کبھی نہیں دیکھا۔ یعنی ایک بچھو سات رنگ کا مرغ کی برابر پیدا ہوا۔ اُسنے یہ کام کیا ہے اسی اثنا میں اُس بچھو نے پھر اُن کے سردار کے ڈنک مارا وہ تڑپنے لگا اور بچھو نے جنگل کی راہ لی۔ وہ لوگ روتے پیٹتے لگے اور حاتم اُس کے پیچھے روانہ ہوا۔ تھوڑی دور چلا تھا کہ ایک شہر آیا اور بچھو لوٹ پوٹ کر سانپ ہو گیا۔ حاتم حیران ہو کر دل میں کہنے لگا یا الٰہی یہ بچھو تھا سانپ کیونکر ہو گیا۔ اور بل میں کسطرح جا بیٹھا یہ سوچکر وہاں بیٹھ رہا جب رات ہوئی وہ سانپ بل سے نکلکر شہر میں گیا۔ حاتم بھی پیچھے پیچھے ہو لیا سانپ محل میں موری کی راہ سے گیا اور بادشاہ کو ڈس کر وزیر کی حویلی میں جا کر اسکی لڑکی کو کاٹ کر اُسی سوراخ میں آ بیٹھا صبح کو شہر میں شور و غل ہوا کہ سانپ نے بادشاہ اور وزیر کی لڑکی کو ڈسا حیف ہے کہ انکی جانیں مفت میں گئیں۔ اتنے میں شام ہوئی۔ تو سانپ پھر بل سے نکلکر ایک طرف کو راہی ہوا۔ حاتم بھی اُسکے پیچھے چلا۔ اور دل میں کہتا تھا کہ دیکھیے اب کیا ہوتا ہے۔ غرض صبح ہوتے ہوتے دریا کنارے پہنچ کر شیر بن گیا۔ اتنے میں دس بارہ آدمی پانی پینے آئے۔ ان میں ایک لڑکا جو وہ پندرہ برس کا تھا وہ اُس کو اُٹھا کر ایک گوشہ میں لے گیا۔ اور پیٹ پھاڑ کر دل و جگر نکالا اور ٹکڑے کر کے جنگل کی طرف راہی ہوا۔ حاتم بھی ساتھ چلا۔ تھوڑی دور جا کر ایک نازنین عورت بنکر سرِ راہ جا بیٹھا۔ حاتم بھی ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اتنے میں دو بھائی سپاہی زادے اپنے شہر سے روزگار کی تلاش میں آئے تھے اور ایک مدت تک نوکری کر کے گھر کی طرف چلے جاتے تھے۔ اتفاقاً اسی راہ سے آئے۔ تب وہ عورت رونے لگی۔ اُنھوں نے پوچھا اے نازنین تو کون ہے؟ اُس نے کہا میں فلاں شخص کی جورو ہوں میرے میکے سے مجھے اپنے گھر لیے جاتا تھا کہ ایک فقیر

اُسے اُٹھا لیگیا۔ میں تن تنہا یہاں بیٹھی ہوں نہ اپنے باپ کے گھر کا راستہ جانتی ہوں نہ اپنی سسرال کا۔ کہاں جاؤں؟ ایک نے کہا اگر کوئی اپنے پاس رکھے تو اُس کے پاس رہنا قبول کرے گی۔ اُس نے کہا کہ مجھے قبول ہے مگر تین شرطوں سے۔ اوّل یہ کہ تیرے گھر میں دوسری عورت نہو۔ دوسرے یہ کہ مجھ سے محنت و مشقت نہ ہو سکے گی۔ تیسرے یہ کہ جب تک جیوں مجھکو اندانہ دینا۔ اُس نے کہا میں اسبات پر جان و دل سے راضی ہوں۔ وہ اُس کا ہاتھ پکڑکر لیچلا۔ حاتم بھی اُنکے پیچھے چلا تھوڑی دور جا کر اُس عورت نے کہا میں پیاسی ہوں یہ سُنکر اُس نے عورت کو درخت کے نیچے بٹھایا اور چھوٹے بھائی سے کہا کہ تو اس سے خبردار رہیو میں کہیں سے پانی لاؤں۔ یہ کہکر وہ تو چھاگل کاندھے پر رکھکر پانی لینے گیا۔ ایک دم کے بعد عورت نے کہا کہ میں نے تیری وجہ سے اسکے ساتھ رہنا قبول کیا ہے کہ تیری صورت دیکھتے ہی میرا دل بے اختیار ہو گیا۔ تجھ کو لازم ہے کہ مجھ کو اپنی خدمت میں رکھے۔ اُسنے کہا کہ تم ہماری ماں کی جگہ ہو۔ یہ ہم سے ہرگز نہ ہو سکیگا پھر وہ کہنے لگی کہ اے جوان اگرچہ میں اُسکی جورو ہوئی ہوں مگر تیری صحبت میں رہونگی اور تجھے دیکھا کرونگی اُسنے کہا کہ یہ بھی ممکن نہیں۔ یہ سُنکر وہ جل گئی اور کہا اب تجھ پر تہمت لگا کر تیرے بھائی سے کہونگی کہ یہ مجھسے بدفعلی کیا چاہتا تھا نہیں تو بدفعلی کر۔ اُسنے کہا کہ میں تیری ہرگز نہ سنونگا یہ اسی گفتگو میں تھے اور حاتم بھی کھڑا اُنکی باتیں سُنتا تھا اتنے میں بڑا بھائی پانی لیکر آ پہنچا عورت نے اسکو دیکھتے ہی سر کے بال کھسوٹے اور رونے لگی کہ بھائی جی میں پانی لینے گیا تھا نہ تیرے کہا یا خود بندے نے پھاڑا جو تو میرے واسطے جان ہلکان کرتی ہے۔ وہ بولی کہ یہاں رحمت خدا کی تجھ پر اور تیرے بھائی پر ارے کمبخت کوئی بھی اپنی عورت ایسے بدکار کے پاس چھوڑ کر جاتا ہے۔ فقط خدائے کریم نے میری آبرو رکھی یوں ہی تو پانی کو گیا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور چاہتا تھا کہ میرا استرویتی اور خراب کرے۔ میں آپ کو چھڑاتی تھی اور یہ کہتا تھا مجھے کیوں نہیں قبول کرتی میں تیرے لائق ہوں اور میرا بھائی تیرے لائق نہیں۔ موقعہ پا کر اس کو ٹھکانے لگاؤنگا یہ سُنکر وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ اور اپنے بھائی سے کہا اے نامراد آج تک کسی نے اپنی ماں اور بہن سے ایسا کام کیا ہے جو تو کیا چاہتا ہے۔ اس نے ہر چند قسمیں کھائیں مگر اُسے اُس کا کہا ہرگز نہ مانا اور گالی گلوچ پر آگیا۔ اور ایک تلوار ایسی ماری کہ وہ سینے تک پہنچی چھوٹے بھائی نے ایسا خنجر مارا کہ وہ سینہ تک چُبھ گیا۔ دونوں زخمی ہو کر جان بحق

تسلیم ہوئے پھر وہ عورت بھینس بدلکر آگے بڑھی۔ حاتم بھی اُسکے پیچھے ہولیا۔ وہ ایک گانوں میں پہنچی۔ گانوں کے لوگ اسکو دیکھہ کر بے اختیار ہوگئے اور چاہا کہ اُسکو گھر لیجائیں۔ اس لالچ سے اُس کے نزدیک آئے اُس نے کتنوں کو لاتوں سے مار ڈالا اور کتنوں کو سینگوں سے پھوڑ دیا۔ پھر جنگل میں جاکر ایک پیر مرد کی صورت بن گئی۔ تب حاتم نے دل میں کہا کہ اس ماجرے کو اب پوچھنا چاہیے کہ یہ کیا سبب ہے۔ پکار کر کہنے لگا کہ اے پیر مرد ذرا ٹھہر جا۔ وہ کھڑا ہوکر کہنے لگا کہ اے حاتم کیا کہتا ہے۔ حاتم نے پوچھا تم میرے نام سے کیونکر واقف ہوگئے۔ اسنے کہا تیرے نام پر کیا موقوف ہے تیرے باپ کا نام بھی جانتا ہوں تجھے اسبات سے کیا جو کچھہ پوچھنا ہے پوچھہ کیونکہ اسوقت مجھے فرصت نہیں ایک کام بہت ضروری درپیش ہے۔ حاتم بہت بضد ہوا تو اُس نے کہا جس صورت میں حکم ہوتا ہے اُس صورت سے ہر ایک کی جان قبض کرتا ہوں یہ سُنکر حاتم نے کہا میری اجل کب ہے اور کیونکر آئے گی؟ اُسنے کہا ابھی تیری عمر آدھی بھی نہیں گذری جب تو پچاس برس کا ہوگا تب ایک برآمدے سے گریگا اور تیری ناک سے یہانتک خون جاری ہوگا کہ مرجائیگا۔ ابھی تو تیری عمر بہت باقی ہے۔ اس عرصہ میں جو نیک کام تیرے ہاتھہ سے نکلے تو اُس میں کوتاہی نہ کر یہ سُنکر حاتم نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور سر اوٹھا کر جو دیکھا تو وہ پیر مرد نظر نہ آیا۔ اور اُسنے دشت سُرخ کا راستہ لیا۔ ایک مدت بعد زمین سیاہ میں پہنچا وہاں کے سانپ آدمی کی بو پاکر دوڑے آئے۔ وہ مہرہ زباد شاہ کا عصا گاڑ کر اُس کے پیچھے بیٹھہ گیا۔ سانپوں نے اُس کے گرد حلقہ کرلیا۔ ساری رات یہی کیفیت رہی۔ صبح ہوتے ہی وہ سب جہاں سے آئے تھے وہاں چلے گئے۔ حاتم بھی وہاں سے آگے بڑھا تو زمین سفید پر جا پہنچا۔ وہاں سفید سانپ رات بھر اُسکے گرد بیٹھے رہے فجر ہوتے ہی بدستور چلے گئے حاتم وہاں سے بھی روانہ ہوکر زمین سبز پر پہنچا وہاں بھی یہی حادثہ گذرا۔ صبح کو پھر روانہ ہوکر زمین سُرخ پر پہنچا دیکھا کہ وہ زمین شنگرف سے زیادہ سُرخ ہورہی ہے۔ کئی قدم گیا کہ طاقت چلنے کی نہ رہی جی میں سوچا کہ آگے کیونکر جاؤں۔ پیاس کے مارے جاں بلب ہوں۔ پاؤں رفتار سے رہے زبان گفتار سے رہی پھر ٹھہرا ہوکر دل میں کہنے لگا کہ شاید میری قسمت میں اسی جگہ مرنا ہے۔ اگر ٹھہرتا ہوں تو وقت نہیں آگے بڑھتا ہوں تو طاقت نہیں ہر طرح مرتا ہوں لیکن غیر کیواسطے مارے جانے سے کوئی بات اچھی نہیں۔ یہ سوچکر آگے بڑھا شاید دو تین کوس گیا ہوگا کہ پاؤں میں چھالے پڑ گئے بے اختیار زمین پر گر پڑا پھر

گر پڑے تمام بدن پر زخم آگئے اور جی ڈوب گیا اتنے میں ایک پیر مرد پیدا ہوا اور اُسکو اُٹھا کر کہنے لگا کہ

تصویر حاتم اور پیر مرد کی کہ جو حقیقت میں ملک الموت تھا اور سبب چھپنا صورت بدلنے کا پیر مرد سے



اے حاتم یہ وقت ہمت ہارنے کا نہیں دل کو ڈھارس دے اور مہرہ جو خرس کی بیٹی نے تجھے دیا ہے اپنی کمر سے نکال کر اپنے منہ میں رکھ لے حاتم نے وہ مہرہ پگڑی سے کھول کر منہ میں ڈال لیا۔ زمین کی گرمی اور پیاس کی شدت دور ہوئی۔ حاتم پیر مرد کے پاؤں پر گر کر کہنے لگا کہ اس گرمی کا کیا سبب ہے اُسنے کہا کہ یہ گرمی سرخ سانپ کے زہر کی ہے اور زمین سے اُسکے منہ کی آگ نکلتی ہے اسیوجہ سے اس زمین کا لال رنگ ہے۔ ورنہ پہلے یہ سبز تھی۔ حاتم وہاں سے آگے بڑھا۔ اور مہرہ کی وجہ سے کسی طرح کی گرمی نے اس پر اثر نہ کیا غرض آدھی دور پہنچا تھا کہ سُرخ سانپ نے حاتم کی بو پا کر پھنکاریں مارنا شروع کیں آخر حاتم پر سانپ کی نظر پڑی تو پھنکار کر لپکا اور شعلہ منہ سے چھوڑنے لگا۔ مگر ہیوز کے عصا کے باعث زہر کارگر نہ ہوا۔ حاتم محفوظ رہا۔ صبح کے وقت مہرہ سانپ کے لبوں پر آ رہا۔ حاتم نے دیکھا کہ ایک غلیلہ سُرخ سانپ کے لبوں پہ چمک رہا ہے۔ اُس نے جو نیزہ کو ہلایا تو وہ اپنا سر زمین پر پٹکنے لگا غرضکہ آفتاب نکلتے ہی۔ اُس نے مہرہ منہ سے اُگل دیا اور اپنی بانبی میں چلا گیا۔ حاتم مہرہ کے نزدیک آیا مگر اُٹھا نہ سکا۔ اور جی میں کہنے لگا کہ مبادا گرم ہو اور ہاتھ جل جائے۔ اس سے یہی بہتر ہے کہ ذرا ٹھہر جاؤں۔ بعد تھوڑی دیر کے اُس نے

اپنی پگڑی کا چیتھڑا پھاڑ کر اُس پر ڈال دیا وہ نہ جلا تب مہرہ اُٹھا کر پگڑی میں باندھ لیا گرمی جاتی رہی اور اس جنگل کی سب زمین سرد ہو گئی۔ پھر آپ وہاں سے روانہ ہوا۔ غرض کہ اس مہرہ کی پیدائش یوں ہی ہوتی ہے کہ جب کوئی اسکو لیجائے تب تیس برس بعد دوسرا پیدا ہو اور اسکی ایک ہزار ایک خاصیت ہے کوئی کہاں تک بیان کرے۔ القصہ حاتم ایک مدت بعد اُس جوان کے پاس آیا اور وہ مہرہ دیکر تمام حال کہہ سُنایا۔ وہ حاتم کے پاؤں پر گر پڑا حاتم نے گلے لگا کر کہا کہ اب تو مہرہ سنجر جادو کو جا کر دے وہ لیکر حاتم سمیت شہر میں آیا اور سنجر جادو سے ملاقات کر کے مہرہ اسکے آگے رکھہ کر کہا کہ اسے بڑی محنت و مشقت سے لایا ہوں اُس نے کہا پہلے میں اسکی آزمائش کرلوں تب تیری بات پر اعتماد کروں اُسنے کہا بہت اچھا غرضکہ سنجر جادو نے اسکو ہر طرح سے آزمایا۔ جب وہ مہرہ تحقیق ہوا تب اُس نے ظاہر میں خوشی کی اور باطن میں شرمندہ ہو کر کہا اے جوانمرد ایک بات اور باقی ہے اُس کو بھی ادا کر۔ اس نے کہا بہت بہتر۔ سنجر جادو نے اپنے لوگوں سے کہا کہ ایک کڑہاؤ گھی بھر کر چولھے پر دھرو اور سات روز تک رات دن اس کے نیچے آگ جلاؤ۔ اُنھوں نے اسکے کہنے کے موافق کیا غرض وہ کڑہاؤ اتنا کھولا کہ اگر پتھر بھی اسمیں گرے تو خاکستر ہو جائے۔ اُس جوان سے کہا کہ اگر تو اس میں کود کر سالم نکلے گا تو اپنی معشوقہ کو پائیگا۔ جوان نے دوڑ کر کہا کہ اس سے کیونکر بچوں گا حاتم نے دلاسا دیکر کہا کہ غم نہ کھا خدا کو یاد کر کہ وہ یہ بھی تیری مشکل آسان کرے گا یہ کہہ کر مہرہ جو خرس کی بیٹی نے دیا تھا پگڑی سے کھولکر اسکے ہاتھ میں دیکر کہا کہ اسکو اپنے منھ میں ڈال کر بے کھٹکے کڑہاؤ میں کود پڑ اور غوطہ مار کر باہر نکل آ۔ خدا کے فضل و کرم سے ایک رونگٹا بھی تیرا نہ جلیگا۔ جوان اُس مہرہ کو مُنہ میں ڈال کر سنجر جادو سے بولا اب کیا چاہتا ہے۔ اس نے کہا اس کڑہاؤ میں کود پڑ۔ جوان کڑہاؤ کے پاس جا کر کانپنے لگا حاتم نے للکار کر کہا اندیشہ نکر یہ آتش عشق ہے خدا کو یاد کر وہ حاتم کی آواز سُنکر آنکھیں بند کر کے کڑہاؤ میں کود پڑا اور غوطہ مار کر کھولتے گھی کو ملنے لگا۔ بلکہ ہنس کر کہا اب کیا کہتا ہے؟ سنجر جادو نے سر جھکا لیا۔ حاتم نے کہا کہ اپنا وعدہ پورا کر۔ اُس نے شرمندہ ہو کر جوان کو گلے سے لگا لیا۔ اور شادی کا سامان کر کے اپنی بیٹی کو بہ آئین شائستہ بیاہ دیا اور جوان سے بہت سی معذرت کر کے کہا کہ یہ سب ملک و مال تیرا ہے کیونکہ میں اسکے سوا کوئی بچہ نہیں رکھتا تو ہی میرا فرزند ہے۔ الغرض دونوں عاشق و معشوق آپسمیں ملے۔ تب حاتم نے رخصت چاہی اور کہا کہ بھائی مجھکو اور بھی ایسے ہی کام

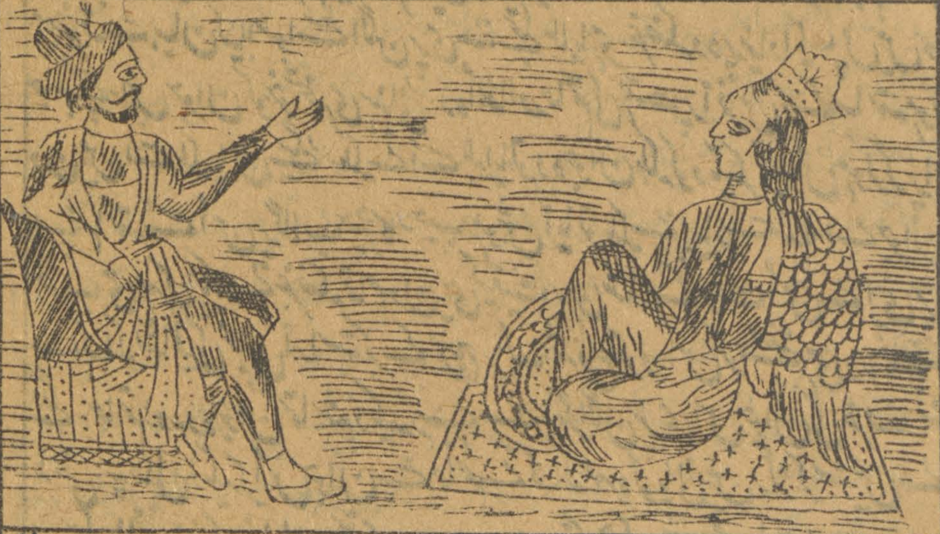
کرتے ہیں۔ چنانچہ حاتم مہرہ لیکر کوہ القاف کی طرف روانہ ہوا۔ رات و دن چلا جاتا تھا۔ آخر ایک دن کوہ القاف کے قریب پہنچ کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک پہاڑ آسمان سے باتیں کرتا ہے۔ پرندے کی طاقت نہیں کہ وہاں پر مارے۔ حاتم اس اندیشہ سے اسکے نیچے بیٹھ گیا کہ اگر یہاں کے کسی رہنے والے کو دیکھوں تو پوچھوں کہ اسکی راہ کدھر سے ہے۔ اسی فکر میں تھا کہ ایک گروہ پریزادوں کا نمودار ہوا۔ حاتم انکے پیچھے دوڑا مگر نہ پایا اور اسکی نظروں سے غائب ہو گیا۔ اتنے میں ایک غار دکھائی دیا۔ اور پتھر چکنا صاف اسکے راستہ پر لگا دیکھا۔ حاتم نے خیال کیا کہ یہ غار کسی طرف سے راہ نہیں رکھتا ہے اس میں کیونکر جاؤں۔ آخر یہ صلاح ٹھہری کہ اسپر سے پھسل پڑے جو خدا چاہے سو کرے آخر یوں ہی شام تک لوٹتا پوٹتا چلا گیا۔ جب اسکے پاؤں تہہ پر لگے اور آنکھیں کھول کر دیکھا کہ ایک میدان وسیع پر فضا ہے۔ دیکھتے ہی اس کا دل کھل گیا۔ تھوڑی دور جا کر دل میں خیال کیا کہ وہ پریزاد کدھر گئے۔ اور اس جنگل کے کسی طرف آبادی ہے یا نہیں۔ یہ سوچکر دو چار قدم آگے بڑھا تھا کہ ایک دلچسپ عمارت نظر آئی۔ گمان کیا کہ البتہ لوگ یہاں رہتے ہونگے جانا چاہیے اس اثنا میں چند پریزادوں نے دیکھا کہ ایک آدمی غیر جنس بیدھڑک چلا آتا ہے۔ وہ اپنی جگہ سے حاتم پاس آکر کہنے لگے کہ آدمزاد یہ مکان تیرے لائق نہیں یہاں تو کیوں کر آیا؟ اور تجھے کون لایا۔ وہ بولا خدا ہادی و رہنما ہے وہی لے آیا۔ انہوں نے پوچھا کہ تو نے غار کی راہ کیونکر لے لی اسنے کہا کہ میں نے دور سے تمہیں دیکھا کہ تم ایک جانب تک جا کر غائب ہو گئے تھے۔ میں بھی اسی طرف چلا ایک غار دکھائی دیا اس کو دیکھ کر حیران ہوا اور سوچا کہ اس میں کیوں کر جاؤں۔ یکایک خیال آیا کہ اس پتھر پر لیٹ کر پھسل پڑوں اور کسی طرح اندر پہنچوں۔ غرض وہی کیا اور تمہاری تلاش میں یہاں تک آیا۔ پر اب برائے خدا یہ بتاؤ کہ اس پہاڑ کا نام کیا ہے اور باغ کس کا ہے؟ وہ بولے کہ اس پہاڑ کا نام کوہ القاف ہے۔ یہ باغ الگن پری کا ہے۔ ہم اسی کے نگہبان ہیں۔ اب موسم بہار قریب ہے اسلئے ہم اسکی خبر لینے آئے تھے۔ اور اغلب ہے کہ وہ بھی پرسوں تک سیر کے لئے تشریف لائے اور کہا کہ تجھے کیوں کر اس باغ میں رہنے دیں کہ تو مارا جائیگا تیری جوانی پر ہمکو رحم آتا ہے۔ حاتم نے کہا کہ میں کوئی ٹھکانا نہیں رکھتا کہاں جاؤں۔ میرے نصیبوں کی یاوری ہے کہ جس کے واسطے اتنی محنت کر کے یہاں آیا ہوں اب جو ہونا ہو سو ہو۔ یہ سنکر انہوں نے پوچھا کہ تو اس سے ملنے کی کیوں آرزو رکھتا ہے تو بیچارہ غریب آدمی اور وہ پریوں کی شہزادی ہے۔ حاتم بولا پری کا طالب انسان ہی

اور انسان کی طالب پری ہے۔ یہ سُنکر وہ غصّہ ہوکر کہنے لگے کہ شاید تو دیوانہ ہے۔ غرضکہ سب کے سب اسکے قتل سے مستعد ہوئے۔ وہ سر جھکا کر چپکا کھڑا ہوگیا پھر وہ ہنسکر کہنے لگے۔ یہ عجیب آدمی ہے نہ بھگانے سے بھاگتا ہے۔ نہ ڈرائے سے ڈرتا ہے۔ پھر اُنہوں نے کہا ایجوان ہم اہل مروت ہیں اور تیرے بھلے کو کہتے ہیں کہ یہ جگہ تیرے رہنے کی نہیں۔ اگر تو سلامت جانا چاہتا ہے تو جا اب بھی کچھہ نہیں گیا ورنہ مارا جائے گا۔ حاتم نے کہا مجھہ کو اندیشہ نہیں یہ سُنکر وہ مہربان ہوکر کہنے لگے کہ ہمارے ہمراہ آ اگر الگن پری کے دیکھنے کا شوق ہے تو ہم تجھے کسی گوشہ میں چھپا کر دکھا دیں لیکن آفتاب کو ذرے سے کیا نسبت۔ غرضکہ حاتم کو ایک گوشہ میں لیجا کر طرح طرح کے کھانے اور میوے کھلائے تین روز کے بعد پوچھا ایجوان سچ بتا تیرے آنے کا کیا سبب ہے؟ اُس نے کہا کہ مجھے الگن پری سے ایک ضروری کام ہے کہ ایک جوان سے سات دن کا وعدہ کرکے وہ یہاں آئی ہے اور سات برس گذرے وہ اسکے انتظار میں قریب المرگ ہے آنکھیں پتھرا گئیں جاں بلب ہو رہا ہے۔ بلکہ سانس لینے کی طاقت نہیں رہی۔ دو تین دن بعد ایک آہ دل پر درد سے کھینچتا ہے اور یہ مصرعہ پڑھتا ہے کہ شتاب آکہ نہیں تاب اب جدائی کی" میں نے جو اس کا یہ حال دیکھا تو بے اختیار ہوکر پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے اُسنے سب مصیبت میرے سامنے بیان کی یہ سُنکر میرا کلیجہ جل گیا اور آنسو ٹپکنے لگے۔ میں اسلئے آیا ہوں کہ اُس کا قول اسے یاد دلاؤں شاید بھول گئی ہو۔ اور اگر وہ اُس اُمید پر مر جائے گا تو بڑا غضب ہوگا۔ اُنہوں نے کہا اے آدم زاد ہم اتنی قوت نہیں رکھتے کہ تیرا حال اُس سے کہیں۔ مگر تجھے باندھ کر اسکے پاس لیجائیں پھر جو زبان تیری یاوری دے تو عرض کر یہ بات دوستانہ طور پر کہتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہم تجھے بجُوں لیجائیں تو شاید وہ ہم پر غصہ ہو کہ آدم زاد کو اس خوبی سے کیوں لائے۔ حاتم نے کہا کہ جو خوب ہے بے مجھکو اسکے پاس لیچلو۔ آگے میں ہوں اور میری محنت یا اُس جوان کی قسمت۔ غرض ایک دن الگن پری اپنے محل سے نکلکر اُس باغ کی طرف جاتی تھی کہ وہ سب کے سب استقبال کو آئے اور آداب بجا لائے اور الگن پری تخت پر بیٹھہ گئی۔ اور وہ پریاں جو ہم جلیس تھیں برابر میں کرسیوں پر بیٹھیں۔ تب پریزادوں نے حاتم کو بلا کر دکھایا کہ وہ جو دھانی جوڑا پہنے اور سر پر آنچل پلو کا دوپٹہ اوڑھے ہوئے بیٹھی ہے وہ الگن پری ہے۔ حاتم دیکھتے ہی غش کر گیا جب ہوش آیا تو خدا کی درگاہ میں سجدہ کیا۔ اور اُس کی صنعت کا مقر ہوا جوان کو اپنی دل سے

بہلا کر آپ ہی اُس پر دیوانہ ہوگیا - اسی طرح تین دن گذر گئے - اتفاقاً رات کو سو گیا تو کیا دیکھا
کہ ایکطرف سے آواز آتی ہے کہ اے حاتم اُٹھ اور خدا کو پہچان - اسی مُنہ سے خدا کی راہ پر کمر باندی ہے
کہ غیر کی امانت میں خیانت کرے گا " یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہیں حاتم یہ آواز سُنکر چونک
پڑا اور ادہر ادوہر دیکھنے لگا - کوئی نظر نہ آیا - پہر اپنی جگہ سے اُٹھکر استغفار کرنے لگا - خدا سے ڈرا اور
رو کر سر کو زمین پر رکھکر عجز سے کہنے لگا کہ الٰہی تو میرے گناہ بخش کہ تو غفور الرحیم ہے - اس کے بعد
پریزادوں سے کہا کہ مجھکو ملکہ پاس لیچلو کیونکہ وہ غریب میرے آنیکی راہ دیکھتا ہوگا میں کبتک
انتظار کروں - اُنھوں نے جو شہزادی کو خوش دیکھا تو حاتم کے ہاتھ باندہکر باغ کے دروازے
پر آئے اور ایک نے اُن میں سے ملکہ سے جاکر عرض کی کہ ایک آدمزاد بیچارہ گردش کا مارا باغ کے
نزدیک آگیا تھا ہم اسکو باغ کے دروازے پر لے آئے ہیں آگے جو حکم ہو سو کریں - ملکہ نے کہا
اسکو حضور میں لاؤ - جب وہ لائے تو وہ حاتم کو دیکھکر اُس جوان کو بھول گئی - اور اسکا ہاتھ پکڑکر بیٹھایا
اور پوچھا کہ اے جوان کہاں سے آیا ہے اور تیرا کیا نام ہے اور کیا مطلب ہے اُسنے کہا کہ میں طے کا
بیٹا ہوں - اور یمن سے آیا ہوں اور حاتم نام ہے - پریزادیہ سُنکر کھڑی ہوگئی اور کہا کہ میں نے بھی
تیرا نام سُنا ہے کہ یمن کا شہزادہ ہے - بڑی مہربانی کی کہ یہاں قدم رنجہ فرمایا ہے - اب یہ کہہ
کہ یہاں کیوں آیا ہے اتنی مصیبت کیوں اُٹھائی - میں تو تیری لونڈی ہوں اور تجھے اپنا سرتاج
جانتی ہوں حاتم نے کہا کہ یہ تیری مہربانی ہے - میں قتاہ آباد سے آیا ہوں اور صحرا احمر کی
طرف جاتا تھا کہ اثنا راہ میں دیکھا کہ ایک جوان ایک درخت کے نیچے بیٹھا نعرہ مارتا ہے اور یہ پڑھ
پڑھتا ہے " شتاب آ کہ نہیں تاب اب جدائی کی " میںنے پوچھا تو اُس نے اپنی تمام سرگذشت
اور تمہاری مہربانی بیان کی اور کہا کہ سات دن کا وعدہ کرکے گئی ہے اور سات برس گذر گئے
نہیں آئی - اسکے انتظار میں نالاں و گریاں ہوں - میں نے جو اُس کا یہ حال دیکھا اور اسکو
عاشق صادق پایا تو اپنا کام چھوڑکر تمہارے پاس آیا ہوں - اگر اُس بیچارے کے حال پر
مہربانی فرماؤ تو لو یا مجھے یہ دانہ مول لو پری نے فرمایا اے یمن کے شہزادے میں تجھے دیکھکر اُسے
بھول گئی اور وہ تیرے لائق نہیں عشق بھی خام ہے - کیونکہ سات برس گذر گئے وہ اپنی جان
کے ڈر سے وہیں رہا اور کوہ القاف پر قدم نہ دہرا - حاتم نے کہا اگر وہ عاشق صادق نہ ہوتا تو
کیوں تیری محبت کی دار و بیتا اور کس واسطے اپنے کو خراب کرتا - اسکے سوا تو خود وعدہ کرکے
آئی ہے کہ میں سات روز میں آؤنگی اور تو میرے آنے تک کہیں نہ جانا - وہ غریب عاشق نامراد

اپنی معشوقہ کی عدول حکمی کیونکر کرے۔ یہ سنکر ملکہ نے کہا تو کچہہ بہی کہے اُسکو ہرگز قبول نہ کرونگی۔ حاتم بولا اسقدر

قصہ باغ میں الگن پری کا تخت پر بیٹہنا اور حاتم کو کرسی پر بٹہا کر حال پوچہنا



خفگی کا سبب کیا ہے بیان کر۔ حق تو یہ ہے کہ وہ جبتک اپنی مراد کو نہ پہنچے گا میں بہی یہاں سے نہ جاؤنگا
پری نے کہا تو یہ اُمید مجہہ سے مت رکہہ میں اُسکے پاس کبہی نہ جاؤنگی۔ حاتم نے کہا اے خدا
میری محنت کو رائیگاں نہ کر کیونکہ میں نے بہت سی محنت و مشقت اُٹہائی ہے تب وہ بولی
کہ میں تیرے کہنے سے باہر نہیں۔ تیری خاطر سے اسکو اپنے پاس رکہوں گی۔ پر ہمصحبت نہونگی
حاتم نے کہا کہ میں بہی تیرے دروازہ پر بیٹہکر اتنے فاقہ کرونگا کہ مرجاؤنگا اور تیری گردن
پر خون ہوگا یہ کہکر اُسکے دروازہ پر بیٹہکر دانہ پانی چہوڑ دیا۔ اسی طرح سات روز گذر گئے۔
اُسنے رات کو خواب میں دیکہا کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ اے حاتم یہ الگن ہے اس نے کتنوں
کو اسی طرح مارا ہے تو اس سے کہہ کہ جوان کو بلوا۔ اور وہ مہرا جو خرس کی لڑکی نے تجہے
دیا ہے اُسے دے کہ اپنے منہہ میں رکہکر غرغرا کرے اور پیالے میں ڈالکر کسی طرح اس پری
کو پلاوے پہر خدا کی قدرت کا تماشہ دیکہیے کہ عاشق معشوق ہوجاوے۔ یہ سنکر وہ چونک
پڑا اور متفکر ہوا۔ اتنے میں الگن پری نے اسکے پاس آکر کہا کہ اے جوان تو نے دانہ پانی کیوں
چہوڑا۔ اگر بے آب و دانہ تو مرگیا تو یہ گناہ میرے اوپر ہوگا میں خدا کو کیا جواب دونگی۔ حاتم نے کہا کہ اسکو
بلوا کر اپنا دیدار دکہا اور اس کا دیکہہ۔ کیونکہ اُس کا مطلب یہی ہے۔ پری نے کہا کہ یہ بات تیری قبول

کی۔ اسباب کو سنکر حاتم نے چاہا کہ خود جاکر اس جوان کو لے آئے۔ ملکہ نے کہا تم کیوں تکلیف کرتے ہو۔ اور کئی پریزادوں سے کہا کہ تم فلاں پہاڑ کیطرف جاؤ۔ وہاں ایک شخص کسی درخت کے نیچے پتھر کی سل پر آنکھیں بند کئے کھڑا ہے اور سرد آہیں بھرتا ہے۔ اُس سے کہنا کہ حاتم وہاں جا پہنچا اور تیرا حال معشوقہ سے بیان کیا اسواسطے الگن پری نے تجھے بلایا ہے۔ غرضکہ وہ پریزاد ایک پل میں وہاں جا پہنچے۔ اس جوان کو خوشخبری سنائی۔ وہ اُٹھا اور حاتم کی ہمت پر آفرین کر کے ساتھ ہولیا ایک دن میں اسے ملکہ پاس لیگئے۔ ملکہ نے اُسے بلوایا تو وہ جوان ملکہ کو دیکھکر بیہوش ہو کر گر پڑا ملکہ نے اپنے ہاتھ سے اُس پر گلاب چھڑکا۔ جب ہوش آیا تو ملکہ نے پیار سے کہا۔ اے جوان مجھکو خوب جی بھر کر دیکھ لے غرضکہ تمام دن یہی کیفیت رہی شام کے وقت اُس نے اپنی پریوں سے کہا کہ نشاط کی مجلس آراستہ کر کے ناچ راگ شروع کرو۔ اس کو سنتے ہی وہ ناچنے گانے لگے۔ حاتم اور وہ جوان تماشہ دیکھ رہے تھے۔ مگر الگن پری اس جوان کی طرف متوجہ نہ تھی۔ یہ حال دیکھکر اُس جوان سے حاتم نے کہا کہ مہرہ کو پانی میں رگڑ کر منہ میں لے اور اوسکے پانی پینے کی ٹھلیا میں کلی کر دے۔ پھر یہاں آکر چپکے سے بیٹھ جا۔ جوان اس کام میں مشغول تھا کہ کئی پریزادوں نے کہا کہ اے جوان تجھے آب خاصہ کی ٹھلیوں سے کیا کام ہے اُسنے کہا شدت سے پیاسا ہوں کیا کروں۔ انھوں نے کہا پانی پی۔ وہ پانی پیکر وہیں آ بیٹھا۔ حاتم نے دیکھا کہ جوان اپنے کام میں کامیاب ہوا تو ملکہ سے کہا اسکو نہایت گرمی ہے شربت پلا کر اسکی پیاس بجھا۔ پری نے کہا جلد شربت لاؤ۔ حاتم خود اُٹھ کھڑا ہوا اور شربت تیار کر کے پری کو دیا اُسنے کہا تھوڑا آپ پئیں۔ حاتم نے کہا پہلے قدرے آپ نوشجان کریں پھر سب پئیں گے حاتم کے ہاتھ سے ملکہ نے شربت کا پیالہ لیکر پیا۔ شربت پیتے ہی اُس آدمزاد پر عاشق ہو گئی۔ حاتم نے دیکھا کہ اسکا حال کچھ اور ہی ہے آہستہ سے ملکہ سے کہا۔ اگر اس عاشق پر تو مہربانی فرمائے تو تیری اخلاق سے بعید نہیں اُسنے مسکرا کر یہ مصرعہ پڑھا ع ”اے باد صبا این ہمہ آوردہ تست“ اور کہنے لگی میں نہیں جانتی یہ آفت کس کی اُٹھائی ہوئی ہے اور یہ آگ کس نے لگائی کہ اب مجھ سے بھی اسکی جدائی کا درد سہا نہیں جاتا اور بے ملے رہا نہیں جاتا۔ اب تیرا کہنا مان کر اسکو قبول کیا۔ مگر بلا رضامندی والدین یہ کام نہیں کر سکتی۔ یہ کہکر کوہ القا پر گئی اور والدین کو مجرا دیکر سر جھکا کر چپکی کھڑی ہو گئی اُس کی ماں نے کہا اتنی جلدی آنے کا کیا سبب ہے؟ تب اُسکے مصاحبوں نے کہا کہ ملکہ کو ایک آدمزاد پسند آیا ہے۔ اُسنے بھی ان کی محبت میں برسوں رنج اُٹھایا ہے۔ اب

یہاں آ پہنچا ہے اس سے چاہتی ہیں کہ اُسکو ہمساز اور محرم راز کریں۔ لیکن بغیر آپکی اجازت کے یہ کام نہ ہوگا۔ یہ سُنکر اُسنے اپنے خاوند سے جاکر کہا وہ بولا اگر اُسکی مرضی ہے تو مبارک ہو۔ "چشم ما روشن دل ما شاد" القصہ الکن پری کی ماں نے اسی وقت شادی کا سرانجام تیار کیا اور ملکہ کو دھوم سے اپنی رسم کے موافق بیاہ دیا۔ عاشق و معشوق باہم ملکر حاتم کو دعائیں دینے لگے پانچ روز بعد حاتم اُن سے رخصت ہونے لگا۔ پری نے پوچھا کہ اب کہاں کا قصد ہے۔ حاتم نے کہا کہ کوہ احمر جاؤنگا۔ وہاں ایک ضروری کام ہے۔ پری نے پریزادوں سے کہا کہ حاتم کو تخت پر بٹھاکر وہاں پہنچا دو۔ وہ اسکو تخت پر بٹھاکر اُڑے۔ اور رات کو وہاں جا پہنچے حاتم نے کہا کہ تم جاؤ۔ وہ سب رخصت ہوئے حاتم اس آواز پر چل نکلا اور اُس درخت کے قریب پہنچا کہ جس سے آواز آتی تھی دیکھا کہ ایک پیر مرد لوہے کے پنجرے میں لٹکتا ہے۔ حیران ہوکر ایک ساعت کھڑا رہا۔ پھر پوچھا کہ اے بزرگ یہ آواز کیوں تیرے مُنہ سے نکلتی ہے۔ اور وہ کون ہے جسنے تجھے اس پنجرے میں بند کیا ہے؟ اُسنے یہ سُنکر ایک آہ سرد بھر کر کہا کہ اے جوان مرد میرا حال نہ پوچھ اگر پوچھتا ہے تو غور سے سُن۔ حاتم نے کہا میں نے قبول کیا اُس نے کہا۔ میں احمر سوداگر ہوں۔ جس وقت میں پیدا ہوا تھا تو میرے باپ نے میرے نام سے یہ ملک مشہور کیا تھا۔ جب میں بڑا ہوا تو مجھکو چھوڑ کر میرا باپ دوسرے ملک میں تجارت کو گیا تھا میں فضول خرچ تھا جو زر و جواہر گھر میں اُن کے لئے دے گئے تھے تھوڑے ہی عرصہ میں اُڑا دیا اور محتاج ہوگیا اور باپ اُسی سفر میں مر گیا۔ کچھ گڑا ہوا مال ہاتھ لگا وہ بھی صرف ہوگیا۔ چند روز بعد میں نے بازار میں دیکھا کہ ایک آدمی کہتا ہے جس کا زر و جواہر کھو گیا ہو یا زمین میں گاڑ کر بھول گیا ہو میں اپنے علم سے چوتھائی لیکر نکال دیتا ہوں۔ میں نے اُسکو گھر میں لیجاکر ہر جگہ دکھائی اُس نے سب جگہ کی مٹی اُٹھاکر سونگھی اور ایک کونے کو کھودا تو وہاں زر و جواہر بہت سا نکلا۔ میں چوتھائی دینے میں حیل و حجت کرنے لگا اور اقرار سے پھر بطور تحفہ تھوڑا سا اُسکے آگے رکھا۔ اُس نے کہا میں چوتھائی حصہ لونگا۔ میں غصہ ہوا اور دھکا دیکر باہر نکال دیا۔ وہ روتا پیٹتا چلا گیا اور کئی دن بعد پھر آیا اور محبت سے دوستی کرکے کہا کہ جو کچھ زمین میں گڑا ہے مجھے سب نظر آتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کونسا علم ہے میں سیکھ سکتا ہوں۔ اُس نے کہا بہت آسان ہے وہ ایک سرمہ ہے جو کوئی اُسے آنکھوں میں لگا دے اُسے چھپا ہوا مال نظر آوے اُسنے کہا کہ وہ سرمہ میرے ہی لگا دے

اور تجھے مل بیٹھے تو دوہا تیرا۔ اُسنے کہا تو بہتر ہے ساتھ جنگل میں چل میں اُسکے ساتھ
جنگل میں گیا۔ اور اس پنجرے کو دیکھکر پوچھا کہ یہ کس کا پنجرہ ہے۔ اُس نے کہا میں نہیں
جانتا کہ وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور سُرمہ کی ڈبیا نکال کر سلائی بھری اور
میری آنکھوں میں پھیر دی۔ فوراً میں اندھا ہو گیا۔ اُس سے کہا اے عزیز تو نے یہ کیا
کیا کہ میں اندھا ہو گیا۔ وہ بولا ایسے بھولوں کی یہی سزا ہے۔ اگر تو آنکھوں کی بصارت
چاہتا ہے تو اس پنجرے میں بیٹھ اور یہ سخن کہا کر "کسی سے بدی نہ کر اگر کریگا تو وہی پاوے"
میں نے پوچھا کہ میری آنکھوں کا کیا علاج ہے؟ اُس نے کہا کہ مدت بعد ایک
جوان حق پرست آویگا تو اُس سے اپنا ماجرا کہنا وہ کہیں سے نورِ گھاس لاکر اس کا پانی
تیری آنکھوں میں چوائیگا۔ تیری آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ اس اُمید پر تین برس سے
بیٹھا اس کی راہ دیکھتا ہوں۔ کبھی جو اکتا کر اس سے نکلتا ہوں تو تمام بدن درد کرتا ہے
بیتاب ہو کر پھر اس میں جا بیٹھتا ہوں اور آہ سرد بھر کر یہی کہتا ہوں۔ اسی صورت سے
بہت سے آئے اور حال پوچھ کر چلے گئے پر کوئی میری مدد کو نہیں پہونچا اور نہ کسی نے
اسکی تدبیر کی۔ حاتم نے کہا تو خاطر جمع رکھ تیرا کام میں کروں گا۔ اتنے میں وہ پریزاد جو
حاتم کو پہنچا کر کوہ القاف گئے تھے وہ واپس آئے۔ الکن پری اُن کو دیکھکر جھنجلائی اور کہا کہ
جب وہ اُس کام سے فراغت پاتا تب اُسے گھر پہنچا کر تم یہاں آتے۔ اب ایسی ہی خیر
ہے کہ گھر پہنچا کر آؤ۔ وہ یہ سُنکر حاتم کے پاس آئے اور پوچھا آپ کا ارادہ کدھر کا ہے
حاتم نے کہا جہاں نورِ گھاس ہے وہاں پر جاؤں گا۔ وہ بولے ہم تمکو جنگل تک پہنچا
دور سے پتہ بتا دینگے لیکن وہاں نہ جائیں گے۔ اگر زندہ پھروگے تو ہم تمکو تمہارے شہر
پہنچا دیں گے حاتم نے پوچھا اس کا کیا سبب ہے۔ اُنھوں نے کہا جس وقت وہ گھاس
زمین سے نکلتی ہے اُس وقت اُس جنگل کے تمام پھول روشن ہو جاتے ہیں۔ اور
ہزاروں سانپ بچھو اُس کے گرد جمع ہوتے ہیں اسواسطے وہاں کسی کا گذر نہیں۔
ایک پریزاد نے حاتم کو کاندھے پر بٹھایا اور سب ساتھ ہوئے۔ ساتویں دن وہاں
پہنچے۔ حاتم نے کہا کہ وہ گھاس کہاں ہے؟ اُنھوں نے کہا اُس کے اُگنے کا وقت
قریب ہے۔ دو چار ہی روز میں نکلے گی۔ حاتم اور پریزاد کئی دن تک اُس جنگل میں رہے
ایک دن وہ گھاس نمودار ہوئی۔ جہاں تک پھول تھے چراغوں کی مانند روشن ہو گئے

ہر قسم کے جانور اُس کے گرد کھڑے رہے حاتم نے پریزادوں سے کہا تم یہیں رہو میں توکل
بخدا جاتا ہوں - آگے جو مرضی اُسکی یہ کہکر مہرہ منہ میں رکھا اور دو تین پھول لیکر خیریت سے
آیا - پریزاد یہ دیکھکر حیران رہے کہ یہ عجیب طرح کا آدمی ہے - غرض اسی طرح حاتم کو
پھر اُس بڈھے تک پہنچا دیا - وہ اُسی حالت میں پڑا تھا کہ حاتم نے پکار کر کہا اے
پیر مرد میں وہ گھاس لے آیا - بڈھے نے کہا مرحبا اب لازم ہے کہ تو اپنے ہاتھ سے
ملکر دو تین بوندیں میری آنکھوں میں ٹپکا دے - حاتم نے ایسا ہی کیا - پہلے تو اُس
کی آنکھیں اُبل آئیں پھر نیلگوں ہوئیں آخر پانی سوکھ گیا اور کٹورا سی ہوگئیں - وہ حاتم کے
پاؤں پر گر پڑا - حاتم نے بھی گلے لگایا - پیر مرد نے کہا اے جوان مرد میرے گھر میں
بہت سا زر و جواہر ہے تو وہاں چل کر جس قدر چاہے اس میں سے لے حاتم نے کہا
مجھے ہرگز جواہر درکار نہیں - خدا کے فضل سے میرے گھر میں بھی دولت بہت ہے
اُسی کو خدا کی راہ میں صرف کرتا ہوں تیرا مال لیکر کیا کروں گا یہ کہکر رخصت ہوا اور
پریزادوں کے کندھے پر سوار ہو کر دس روز بعد شاہ آباد میں آیا - تب پریزادوں نے کہا خداوند
اپنی مہر سے ایک رسید لکھ دیں ہم شہزادی کو دیں کہ اُس کے دل کو اطمینان ہو جائے - حاتم نے
ایک رسید اپنے حال سمیت لکھ کر اُن کے حوالہ کی - وہ اُدھر ہوا ہوئے - یہ شہر میں داخل
ہو کر کاروانسرائے میں آیا اور منیر شامی سے ملاقات کر کے نہایت خوش ہوا - بعدہ
دونوں بعزت تمام حسن بانو کے گھر آئے - اُس نے دونوں کو جواہر کی چوکیوں پر بٹھا کر
حال پوچھا حاتم نے تمام حال بیان کیا حسن بانو نے اُنکی ضیافت کی تیاری کی - دسترخوان
پر ہمہ قسم کے کھانے چنوا دئے - ہنسی خوشی سے اُنہوں نے نوش جان کیا اور رات کو وہیں
آرام کیا صبح کو حاتم نے پوچھا اے حسن بانو اب کونسا سوال ہے - اس نے کہا کہ ایک شخص کہتا
ہے "سچے کو ہمیشہ راحت ہے" وہ کیا سچ بولا ہے اور کیا راحت پائی ہے - اس کی خبر لا حاتم
بولا وہ کس طرف ہے - حسن بانو بولی میں نے اپنی دائی سے سنا ہے کہ شہر قرم میں ہے مگر
یہ نہیں جانتی کہ وہ شہر کس طرف واقع ہے - حاتم نے کہا کہ خیر خدا یہ مشکل بھی آسان کریگا
القصہ حاتم حسن بانو سے رخصت ہو کر شہر سے باہر آیا - کئی دن بعد ایک دامن کوہ میں
پہنچا وہاں دیکھا کہ ایک دریائے عظیم لہو سے بھرا نہایت زور شور سے بہہ رہا ہے
یہ اُس کو دیکھ کر متفکر ہو کر دل میں کہنے لگا کہ میں نے لال پانی کا دریا نہیں دیکھا اسکو

چوتھا سوال حاتم کے جانے اور اسکی خبر لانیکا کہ سچ کو ہمیشہ راحت ہے

دریافت کرنا چاہئیے کہ یہ کس طرف سے آتا ہے اور اس کے بہنے کا کیا مطلب ہے۔ بسا مادہ کر کے
اس طرف روانہ ہوا۔ اتنے میں ایک درخت عالیشان نظر آیا جب اُسکے قریب پہنچا تو دیکھا
کہ اسکی ہر ایک ڈالی میں سیکڑوں آدمیوں کے سر لٹکتے ہیں۔ اور اسکے نیچے ایک تالاب
نہایت خوش قطع لبالب ہے اور اُسی کا پانی جنگل کی طرف چلا جاتا ہے یہ اس جنگل میں
درخت کے نیچے بیٹھ گیا تو جتنے سر اس درخت میں لٹکتے تھے سب بے اختیار قہقہہ مار کر
ہنسے یہ دیکھکر حیران ہوا کہ کٹے سر ہنستے ہیں اور ان سے لہو کے قطرے ٹپک کر تالاب
میں گرتے ہیں اور پانی خون آلودہ ہو کر دریا میں بہہ جاتا ہے۔ اتنے میں اسکی نظر ایک
سر پر پڑی جو سب سے اوپر لٹکتا تھا یہ اسکو دیکھکر بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو دل
میں کہا کہ بغیر دریافت کئے اس ماجرے کو کیسے کیونکر کہونگا۔ اب لازم ہے کہ تھوڑے
دن یہاں پر رہ کر اس حال کو بخوبی دریافت کیجئے یہ اسرار کیا ہے۔ اسی فکر میں وہاں
دن بھر رہا جب رات ہوئی تو ایک کونے میں بیٹھا کہ ایکدم سارے سر ٹہنیوں میں سے
چھوٹ کر تالاب میں گر پڑے اور حاتم دیکھتا رہا۔ اسمیں ایک نشستگاہ پالیزہ تھی ایک تخت
بھی قرینہ سے رکھا پایا کئی گھڑی کے بعد کئی پریاں نازنین نکلیں ان میں ایک پریزاد نویلی
مہوشر با ماہ لقا آئی ہی ناز و ادا سے اس تخت پر بیٹھ گئی۔ حاتم نے غور کر کے دیکھا تو معلوم
ہوا کہ وہی سر ہے جو سب سے اونچا تھا۔ پھر کتنی پریاں اس کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئیں
اور کتنی باادب کھڑی ہوئیں کہ اتنے میں طائفہ سازندوں کا آکر کھڑا ہوا اور تخت کے سامنے ناچنے لگا
حاتم دیکھ رہا تھا کہ یا الٰہی یہ کیا راز ہے۔ جب آدھی رات ہوئی دسترخوان شاہی بچھا اور
ہمہ قسم کے کھانے چنے گئے۔ پھر تخت نشین نے ایک خواص سے کہا ایک خوان کھانے
کا تیار کر کے اس مسافر کو جو فلانے کونے میں بیٹھا ہے دے آ۔ وہ اسی صورت سے خوان
تیار کر کے سر پر دھر کر حاتم کے پاس لے جا کر کہنے لگی کہ ہمارے سردار نے تجھے یہ
بھیجا ہے۔ حاتم نے کہا تیرے سردار کا کیا نام ہے؟ وہ بولی تجھے نام سے کیا مطلب
اگر بھوکا ہے تو کھانا کھا۔ حاتم بولا کہ جب تک تو اپنا اور اپنے سردار کا نام نہ بتائیگی کھانا
نہ کھاؤنگا۔ وہ ملکہ کے پاس آکر کہنے لگی کہ وہ کیا کہتا ہے تو ملکہ نے کہا اُس سے کہہ کہ پہلے

کھانا کھا پھر کہوں گی۔ جب کھانا کھا چکے تو کہیو کہ آج نہیں کہتی۔ وہ حاتم پاس آئی اور جو
کچھ ملکہ نے سکھایا تھا عمل میں لائی۔ غرض حاتم نے چاہا کہ اُس کا ہاتھ پکڑ لے کہ وہ بھاگ
کر تالاب میں کود پڑی اور ملکہ کے پاس آئی۔ شہزادی تمام رات ناچ رنگ میں مشغول
رہی جب صبح ہوئی سب تالاب میں کود پڑیں۔ ایک ساعت بعد سب سر پانی پر تیر آئے
اور اچھل اچھل کر اُس درخت کی ڈالیوں پر لٹک گئے اور وہ سر بدستور سب سے اونچا
جا لٹکا۔ پھر سب ہنس پڑے۔ حاتم بھی اُسی تو رنے سے دیکھ رہا تھا اور سب کے سروں
سے ٹکٹکی لگائے تھا۔ لیکن دل میں کہتا تھا کہ اس بھید کو کس طرح پاؤں اور اس نازنین
سے نکاح کر لوں۔ اور کہتا تھا کہ یا الٰہی یہ کیا اسرار ہے کہ رات کو زندہ ہوتی ہیں اور
دن کو اس درخت میں لٹک جاتی ہیں۔ شاید یہ کام جادو سے ہوتا ہے۔ دن بھر
اسی سوچ میں رہا۔ جب شام ہوئی تو وہ سب سر پھر اس تالاب میں گر پڑے اور بدستور
سابق فرش بچھایا گیا۔ اور مجلس آراستہ ہوئی پریزادیں اور شہزادی تخت پر جا بیٹھیں
ناچ شروع ہوا حاتم منتظر تھا کہ آج وعدہ کیا ہے دیکھئے وفا کرتی ہے یا نہیں۔ جب وہی
رات ہوئی پھر اُسی طرح سے دستر خوان بچھایا گیا اور قسم قسم کے کھانے چنے گئے شہزادی
نے پھر ایک خوان کھانے کا اُسی پری کے ہاتھ بھیجا وہ لے کر حاتم کے پاس گئی۔
وہ دیکھتے ہی کہنے لگا کہ تو نے کہا تھا کہ کل حال کہوں گی اب لازم ہے کہ اپنا وعدہ وفا
کرے کہ میں کئی دن کا بھوکا ہوں کھانا کھاؤں۔ اُسنے پھر ملکہ سے جا کر کہا۔ اُسنے کہا جب
وہ ملکہ کے حضور میں آئے گا تب یہ بھید کھلے گا۔ تو پہلے کھانا کھا۔ اسکے بعد میرے ساتھ
چل۔ حاتم یہہ بات سُنکر کھانا کھا کر اُس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ غوطہ کھا کر اُسی جگہ بدستور
قائم ہوئی حاتم نے جو آنکھیں بند کر کے تالاب میں غوطہ مارا اور زمین کی تہہ پر پہنچکر آنکھیں
کھولکر دیکھا تو نہ وہ تالاب ہے اور نہ درخت ہے۔ بلکہ لق و دق جنگل میں کھڑا ہے۔ یکایک
نعرہ مارنے لگا اور آہیں بھر کر سر پر خاک ڈالنے لگا۔ غرضکہ اسی حالت میں سات دن و
رات گذر گئے کہ خداوند کریم نے اپنے فضل و کرم سے خواجہ خضر علیہ السلام کو حکم
کیا کہ تم اُس جنگل میں جا کر حاتم کی مدد کرو کہ عالم میں وہ بہت سی نیکیاں کریگا۔ خواجہ خضر
علیہ السلام سبز کپڑے پہنے ہاتھ میں عصا لئے اُس کی داہنی طرف نمودار ہوئے حاتم
اُن کو دیکھ کر اور بھی سرد آہیں بھرنے لگا۔ اُنہوں نے یہ حال دیکھکر دست شفقت اُسکے

منھ پر پھیرا وہ فوراً اصلی صورت پر آگیا۔ پوچھا کہ پیر مرشد یہ کونسا مقام ہے۔ اُنہوں نے کہا
اُس کو صحرائے خیر پریں کہتے ہیں۔ وہ پھر کہنے لگا کہ میں کیونکر آیا۔ خواجہ خضرؑ نے کہا کہ
تو نے فلاں تالاب میں فلاں پری کے ساتھ غوطہ مارا تھا۔ وہ تالاب طلسم کے علم سے
بنایا ہے اور اُس کا یہی اثر ہے کہ جو آدمی اُس میں غوطہ مارے یہاں آنکلے۔ چنانچہ وہ
مکان یہاں سے تین سو کوس کے فاصلہ پر ہے۔ وہ یہ سنکر خاک پر گر پڑا۔ اور رو کر
کہنے لگا کہ ہے ہے میں وہاں کیونکر پہنچوں گا۔ اگر تیری مراد نہ ملے گی تو میں تڑپ تڑپ کر
مرجاؤنگا۔ خواجہ خضرؑ نے پوچھا تیری کیا مراد ہے؟ اُسنے کہا میں جہاں تھا وہیں جا پہنچوں
تب اُنہوں نے کہا میرا عصا پکڑ کر آنکھیں بند کرلے۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ ایک دم
میں اُن کا پاؤں تھہر لگا اور آنکھیں کھولکر جو دیکھا تو وہی جنگل اور وہی درخت اور وہی
سر ٹہنیوں پر لٹکتے ہیں۔ اُسنے درخت کے پاس آکر اُس پر چڑھنے کا ارادہ کیا۔ درخت ہلنے
لگا قریب تھا کہ گر پڑتے۔ حاتم اُسکی جڑ سے لپٹ گیا۔ اور اُس میں سما گیا۔ جب اُسنے دیکھا
اب کچھ نہیں ہوسکتا حیران ہو کر ڈرا کہ یہ کیا بلا آئی ایک مرتبہ اُن کے لئے تالاب میں گیا
تو اس مصیبت میں پڑا جو درخت پر چڑھا تو یوں پھنسا۔ اب جتنا زور کرتا ہوں کہ اوپر کو
ہوں اور نیچے ہی چلا جاتا ہوں۔ آخر کار اُس کا سب بدن درخت میں چھپ گیا فقط آنکھیں
باہر رہ گئیں۔ اُسی وقت خواجہ خضرؑ نے کہا اے حاتم تو جوانے اور پر اس قدر رنج اُٹھاتا
ہے تجھکو ان سے کیا مطلب ہے۔ اُس نے کہا کہ میں کسی صورت سے انکا احوال دریافت
کرنا چاہتا ہوں۔ خواجہ خضرؑ نے فرمایا کہ یہ سردار احمر کی بیٹی ہے اور اس کے مکان کا نام
کوہ احمر ہے۔ ایکدن اس لڑکی نے اپنی شادی کا ذکر کیا تھا کہ بابا جان اب میں جوان
ہوگئی ہوں میری شادی کردو۔ اس بات کو سُنکر وہ غضبناک ہوا۔ اور یہ سر جو سب
سروں کے اوپر لٹکتا ہے اسکی لڑکی کا ہے۔ جس کا نام ملکہ زرین پوش ہے۔ اور کوہ احمر
یہاں سے تین سو کوس کے فاصلہ پر ہے۔ یہ جادو کے زور سے ایک دن میں
جاسکتی ہے اور شام احمر جادو جب تک زندہ رہیگا تب تک اس کو نہ بیاہے گا
اور یہ اسی حالت میں گرفتار رہے گی کسی کے ہاتھ نہ لگے گی۔ یہ سُنکر حاتم نے
کہا کہ معلوم ہوا کہ میری قسمت میں اسی جگہ مرنا ہے جو خدا نے مجھکو یہاں پہنچایا ہے
اور شام احمر جادو کے جادو میں پھنسایا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ اگر اس

کی بیٹی کی چاہ رکھتا ہے تو آپ سے آپ کو بلا میں ڈالتا ہے۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ اس کا خیال خام چھوڑ دے۔ حاتم نے کہا کہ اپنی جان سے میں ہاتھ دھو چکا ہوں اب جو ہونی ہو سو ہو اب تو جب تک یہ نازنین میرے ہاتھ نہ لگے گی میں اس بات سے باز نہ آؤں گا۔ خواجہ خضرؑ نے فرمایا کہ آخر اے جوان تیری آرزو کیا ہے اس نے کہا پیر و مرشد میرا مطلب یہ ہے کہ اس درخت پر چڑھوں اور ان کے برابر پہنچکر ہمکلام ہوں خواجہ خضرؑ نے فرمایا کہ اے عزیز دیدہ و دانستہ آپ کو بلا میں ڈالنے سے کیا فائدہ حاتم نے کہا کہ مجھکو اس میں یہ نفع ہے ایک دم ان سے جدا نہ ہوں اور جو روز ازل سے میری قسمت میں یہ مصیبت و پریشانی لکھنے والے نے لکھی ہے تو سکھہ کہاں سے پاؤں گا۔ یہ بات سنکر خواجہ خضرؑ نے اپنا عصا درخت پر مارا اور اسم اعظم پڑھ کر فرمایا کہ اب اس درخت پر چڑھ اور آپ غائب ہو گئے اور حاتم وہیں درخت پر چڑھ گیا۔ اور جب اس نازنین کے پاس پہنچا تو اس کا سر بھی انہیں سروں کے برابر لٹکنے لگا اور دوپہر تالاب میں گر کر ڈوب گیا آسمان و زمین سے شور اٹھا اور جب آفتاب غروب ہوا اور رات ہوئی تو سب مع حاتم کے سر کے تالاب میں گر پڑے اور بدستور سابق مجسم ہو کر کاروبار کرنے لگے پھر ملکہ بھی تخت پر آ بیٹھی اور حاتم ہاتھ باندھ کر تخت کے کونے سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ پر یہ نہ معلوم ہوا کہ کہاں سے آیا اور اب کہاں جاؤں گا آخر میں حاتم نے زرین پوش سے کہا کہ میں بھی تمہارے خادموں سے اسی تالاب سے نکلا ہوں۔ اس نے اس کے کلام سے معلوم کیا کہ مجھ پر عاشق ہوا ہے اور کچھ نہ بولی۔ اور ناچ و رنگ میں مشغول ہوئی جب آدھی رات ہوئی دسترخوان عالیشان بچھا اور ہر طرح کے کھانے مزے دار نمکین اور شیریں اور میوے رنگ برنگ کے اس پر چن دیئے۔ تب شہزادی نے حاتم کو اپنے پاس بٹھلایا اور ستھرے ستھرے کھانے اسکے آگے رکھدیے اور نہایت دلجوئی سے کہا کہ اے جوان کچھ اس میں سے کھا۔ حاتم کھانے لگا۔ جب کھانے سے فراغت پائی تو ناچ و رنگ شروع ہوا رات بھر یہی عالم رہا۔ جب صبح ہوئی تو سب سر حاتم کے سر سمیت درخت کی ڈالیوں میں جا لٹکے اور دوپہر تالاب میں گر پڑے اسی طرح سے کئی دن گذر گئے ایک دن خواجہ خضرؑ پھر اسکی مدد کو آئے۔ اور اس کا سر اپنے

عصا ہے اوتار اور وہ ڈرتا تالاب سے نکال کر اسم اعظم پڑھا کہ اس کے
تن بے جان میں جان آئی اور جادو دور ہو گیا۔ حاتم نے آنکھیں کھول کر
دیکھا تو وہی مرد بزرگ صورت ہاتھ میں عصا لئے کھڑے ہیں۔ حاتم اٹھ کر
پاؤں پر گر پڑا اور کہا حضرت سلامت اس حالت میں مجھ کو دیکھتے ہو اور
کچھ غور نہیں کرتے ہو۔ انھوں نے کہا اے جوان تو اب تک کہاں رہا؟
وہ بولا کہ میں درخت پر اس نازنین کے تماشے میں مشغول تھا۔ خواجہ خضرؑ
نے پوچھا ابھی اس کی آرزو تیرے دل میں باقی ہے۔ حاتم نے کہا
کہ برائے خدا اپنی مدد کرو کہ میں اپنی مراد کو پہنچوں۔ نہیں تو اسی بلا میں
مر جاؤں گا خواجہ خضر علیہ السلام نے کہا کہ جب تک اس کا باپ نہ مارا جائے
گا۔ اس گل خوبی کو کوئی نہ پائے گا۔ کیونکہ وہ بڑا جادوگر ہے۔
اور اس کو جادو میں گرفتار کر رکھا ہے اور اس کا یہی طور ہے کہ اب
جو میں کہوں سو کر۔ اس نے کہا میں تمہارے حکم سے باہر نہ ہوں گا پھر
تب انھوں نے کہا کہ میں تجھے اسم اعظم سکھاتا ہوں اور تو ناپاکی
سے بچیو اور جھوٹ نہ بولیو۔ ہر روز نہا اور تمام دن روزہ سے رہ۔ اس
نے یہ سب باتیں قبول کیں۔ تب انھوں نے اسم اعظم سکھایا اور
کہا کہ اب اس پہاڑ پر جا اور اندیشہ نہ کر۔ وہ بولا کہ میں کوہ احمر پر کیونکر
کر جاؤں؟

خواجہ خضر علیہ السلام نے کہا کہ میرا عصا پکڑ کر آنکھیں بند کر۔ اس نے ایسا ہی کیا
اور پھر آنکھیں کھول کر دیکھا ایک پہاڑ عظیم الشان دکھائی دیا۔ حاتم اس پر چڑھنے
لگا۔ وہاں کے پتھروں نے اس کے پیر پکڑ لئے۔ تو عاجز ہو کر دل میں کہنے لگا کہ
اب اسم اعظم پڑھنا چاہئے اس کے پڑھتے ہی پاؤں پتھروں سے چھوٹ
گئے۔ تب حاتم نے معلوم کیا کہ کوہ احمر یہی ہے۔ پھر تو اسم اعظم پڑھتا
ہوا چلا گیا سامنے میں ایک میدان پر فضا نظر آیا۔ آگے بڑھا تو ایک
چشمہ صاف پانی کا نظر آیا اور اس کے گرد درخت میوہ دار لگے تھے۔ حاتم نے
کپڑے اوتار کر غسل کیا اور لباس پاکیزہ پہن کر اسم اعظم پڑھنے لگا اسکی برکت سے

تصویر اُس درخت کی جس کی ڈالیوں سے سر لٹکتے تھے اور آنا خضر کا اور التجا کرنا حاتم کا



تمام جانور جادو کے بھاگ گئے۔ یہ خبر شام احمر جادو کو ہوئی کہ سب جانور بھاگے چلے آتے ہیں اُس نے نجوم کی کتاب سے معلوم کیا کہ ایک دن حاتم طائی اس پہاڑ پر آئے گا اور ہمارا جادو باطل کرے گا یہ وہی ہے جو چشمہ پر بیٹھا اسم اعظم پڑھ رہا ہے۔ اور کوئی جادو اسم اعظم پڑھنے والے پر اثر نہیں کرتا کیا تدبیر کیجئے کہ وہ اسم اعظم بھول جائے۔ یہ سوچ کر ایک منتر پڑھکر چاروں طرف پھونکا کہ یکایک ایک غول پریوں کا نمودار ہوا۔ ان میں ایک صورت ملکہ زرّین پوش کی صراحی اور پیالہ ہاتھ میں لئے ہوئے دکھائی دی شام احمر جادو نے کہا کہ تم جاؤ اور حاتم کو شراب کا پیالہ پلا کر اُس کا کام تمام کردو۔ وہ مع سب پریوں کے حاتم کے پاس گئی۔ حاتم اُن کو دیکھ کر حیران ہوا کہ یہ سب اُس درخت پر لٹکی ہوئی تھیں یہاں کیونکر آئیں۔ پھر سوچا کہ یہ اس کے باپ کا مکان ہے آنکلی ہوں گی۔ اتنے میں ملکہ زرّین پوش کی صورت حاتم کے پاس آکر کہنے لگی کہ اے حاتم تو نے رنج و تعب بہت کھینچے ہیں۔ آج میرے باپ نے مجھے اس باغ کی سیر کو بلایا ہے۔ تجھے دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ یہ کہہ کر حاتم کے پہلو میں جا بیٹھی اور شراب کا پیالہ حاتم کو دیا۔ حاتم اُسے لیکر سوچا کہ معشوق کی صحبت غنیمت ہے ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے اور منہ سے لگالیا۔ وہیں وہ محبوبہ دیو سیاہ بنکر حاتم کو باندھکر شام احمر جادو کے پاس لے گئی اُس نے اُس کو دیکھ کر دل میں کہا کہ ایسے جوان کو مارنا سخت نادانی ہے۔ لیکن یہ دشمن ہے کچھ سزا ضرور دینی چاہیئے۔ نوکروں سے کہا کہ اس کو

چاہ آتشین میں ڈال دو انہوں نے کنوئیں میں ڈالکر ایک ہزار من کی سل لوہے کی ڈہانک دی غرضکہ حاتم غلطاں و پیچاں چلا جاتا تھا۔ لیکن وہ مہرہ جو خرس کی بیٹی نے دیا تھا اُس کی وجہ سے دمبدم سرد ہوتا چلا جاتا تھا۔ القصہ لوگوں نے شام احمر جادو کو خبر دی کہ حاتم چاہ آتشین میں جل کر خاک سیاہ ہو گیا ہوگا۔ تب اُس نے نجوم میں دیکھکر معلوم کیا کہ یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں۔ وہ ایک مہرہ کے سبب سے صحیح و سالم ہے۔ پھر سوچا کہ وہ مہرہ کسی طرح سے لینا چاہیئے۔ اگر وہ آپ سے دے تو ہاتھ لگے۔ پھر فرماں برداروں سے کہا کہ اُسے کنوئیں سے نکال کر چشمہ پر لیجاؤ۔ وہ حکم کے موافق وہیں پہنچا آئے۔ حاتم غسل کر کے شکر خدا بجالایا۔ اور شام احمر جادو نے منتر پڑھنا شروع کیا۔ ایک ساعت میں وہی صورتیں ملکہ سمیت حاتم کے پاس آئیں۔ اور ملکہ زرین پوش نے حاتم سے کہا کہ اے یار غمگسار اب میں تیرے پاس نہ بیٹھونگی دُور ہی سے دیدار دیکھوں گی۔ کیوں کہ اُس روز جو میں تیرے پاس بیٹھی تھی تو میرے باپ نے سیاہ دیو بھیجکر پکڑ وا منگوایا تھا۔ خدا نے تجھے نجات دی مبادا میں تیرے پاس بیٹھوں اور بابا جان سنیں تو پھر تجھ سے ویسا ہی سلوک کریں۔ حاتم نے اپنے پاس بٹھایا۔ تب وہ نازنین بولی۔ اے حاتم کیا تُو مجھے سچ مچ چاہتا ہے؟ اُس نے کہا جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ وہ بولی کہ ایک چیز میں تجھ سے مانگتی ہوں اگر تو دے تو میں جانوں کہ تو مجھ پر عاشق ہے۔ حاتم نے کہا وہ کیا چیز ہے میں تو مفلس ہوں زر و جواہر کچھ اپنے پاس نہیں رکھتا۔ اُس نے کہا کہ خرس کی بیٹی کا مہرہ مانگتی ہوں مجھے زر و جواہر کی خواہش نہیں ہے حاتم نے کہا تجھے کیونکر معلوم ہوا کہ میرے پاس وہ مہرہ ہے۔ اُس نے کہا میرے باپ نے نجوم کے ذریعہ سے معلوم کیا ہے۔ چاہا کہ مہرہ اُس کو دے کہ ایک پیر مرد نے ڈانٹ کر کہا کہ اے نادان اگر مہرہ دے گا تو جان سے جاتا رہے گا۔ حاتم نے کہا تو کون ہے اُس نے کہا وہی پیر مرد ہوں جس نے تجھے اسم اعظم سکھایا تھا۔ حاتم اُن کے پاؤں پر گر کر کہنے لگا کہ یا حضرت میں جس نازنین کو چاہتا تھا آپ کی توجہ سے ہاتھ لگی۔ حضرت نے فرمایا ایسا خیال ہرگز دل میں نہ لا یہ ملکہ زرین پوش نہیں یہ جادو کی تصویر ہے۔ پہلے بھی اسے شام احمر جادو گر نے تیرے پاس ملکہ کی شکل بنا کر بھیجا تھا۔ اور اس کے ہاتھ سے شراب کا پیالہ پلوا کر چاہ آتشین میں ڈلوایا تھا۔ صرف مہرہ ہی کی وجہ سے بچ گیا۔ اور یہ سب صورتیں جادو کی ہیں اسم اعظم پڑھ اگر یہ ملکہ زرین پوش ہے تو بیٹھی رہے گی۔ اور اگر جادو کی تصویر ہے تو چل جائیگی

حاتم نے اُن کے قدم چوم لیئے اور ہاتھ مُنہ دھوکر جونہی اسم اعظم پڑھا اُس جماعت کا رنگ متغیر ہوگیا۔ ملکہ کی تصویر بھی کانپنے لگی۔ آخر ہر ایک کے سر پر ایک شعلہ پیدا ہوا اور وہ شمع کی مانند جلنے لگیں۔ ایکدم میں جل کر خاک سیاہ ہوگئیں۔ حاتم افسوس کرنے لگا کہ تصویر ہی مجھ کو غنیمت تھی اسکی جگہ میں اسکو دیکھ کر دل بے قرار کو تسکین دیتا تھا اب کس طرح صبر کروں گا اور کیونکر جی کو تھاموں گا۔ اتنے میں یہ خبر شاہم احمر جادو کو پہنچی کہ وہ سب صورتیں جل کر خاک ہوگئیں۔ پھر اُس نے شیطان کو بُلا کر کہا میں حاتم کے ہاتھ سے بہت عاجز ہوں کچھ بن نہیں پڑتی کیا کروں؟ شیطان نے کہا حاتم کی عمر بہت بڑی اور باقی ہے بہتر ہے کہ تو اپنی بیٹی کی شادی کردے۔ وہ بولا کہ جب تک زندہ ہوں یہ کام ہرگز نہ کروں گا۔ ابلیس نے کہا کہ اگر یہی بات تیرے دل میں تھی تو مجھے کیوں تکلیف دی؟ وہ بولا کہ اُس نے بہت سی صورتیں جلا کر خاک کردیں۔ اب میں اس بات کا اُمیدوار ہوں کہ اسم اعظم اس کے دل سے بھُلادے اُس نے کہا کہ میں اس جگہ کچھ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام خدا کی طرف سے اس کی مدد کو مُعین ہوئے ہیں۔ وہ اسم اعظم نہ بھُولے گا۔ مگر اتنا ہوسکتا ہے کہ وہ غافل سوجائے اور محتلم ہو۔ یہ سُنکر شاہم احمر جادو خوش ہوکر پاؤں پر گر پڑا۔ شیطان غائب ہوگیا۔ اور حاتم کو غفلت میں ڈال کر محتلم کردیا۔ وہ گھبرا کر چونک پڑا۔ اور اس ناپاک کام کو دیکھ کر غسل کا ارادہ کیا۔ جادوگر گھات میں لگ رہے تھے موقع پاکر منتر پڑھنے لگے۔ پھر دیو سیاہ زمین سے پیدا ہوکر حاتم کی طرف دوڑا۔ حاتم بسبب احتلام کے ڈرا کہ اس سے کیونکر لڑوں کہ اتنے میں دیو پکڑ کر حاتم کو شاہم احمر جادو کے پاس لے جانے لگا سو وہ بولا کہ اس کو اس کو مارنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ وہ مہرہ ضائع ہوگا۔ جب تک وہ اپنی خوشی سے نہ دے ستونوں سے کس دو مُنہ اور سر کھُلا رہے چنانچہ اُس کے خبرداروں نے ایسا ہی کیا۔ حاتم آپ کو اس حالت میں دیکھ کر خدا کی درگاہ میں گریہ زاری کرنے لگا کہ الٰہی تیرے سوا کوئی میرا مددگار نہیں۔ شاہم احمر جادو نے اپنے جادوگروں سے کہا کہ تم سب اس کے گرد بیٹھو اور پہرہ دو۔ غرض سات دن رات یوں ہی گذر گئے اور حاتم بھوک و پیاس سے نہایت بے قرار ہوا۔ اتنے میں شاہم احمر جادو حاتم کے پاس آکر کہنے لگا کہ اے حاتم کیا حال ہے حاتم نے جواب نہ دیا۔ تب جادوگر نے کہا کہ اگر مہرہ مجھے دے تو میں ابھی تجھ کو چھوڑ دوں حاتم بولا تو اپنی بیٹی بیاہ دے تو ابھی دیتا ہوں یہ سُنکر اُس نے غصّہ ہوکر جادوگروں سے کہا کہ تم اس کے سر پر پتھروں کا مینہ برساؤ کہ اس کا سر پاش پاش ہو جائے۔ جادوگر پتھر لے کر حاتم کے

پاس آئے اور کہنے لگے کہ حاتم اپنی جان پر رحم کر کے وہ مہرہ دیدے نہیں تو تیرا سر پتھروں سے توڑ ڈالیں گے کہ بھیجہ نکل پڑے گا حاتم نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ میں تمہارے سردار کو مار کر اُس کی بیٹی کو اپنی خدمت میں لاؤں گا۔ یہ سُنکر غصہ ہو کر اتنا مینہہ پتھروں کا برسایا کہ حاتم اُس میں چھپ گیا اور وہاں ایک پہاڑ سا ہو گیا تب جادوگروں نے اپنے سردار سے کہا کہ حاتم مر گیا۔ وہ بولا غلط کہتے ہو وہ زندہ ہے اُنہوں نے کہا کہ وہ کیونکر بچا۔ شام احمر جادو نے کہا اگر تم کو باور نہیں تو پتھروں کو ہٹا کر دیکھو۔ اُنہوں نے دیکھا تو واقعی اُس کو کچھ ضرر نہ پہنچا تھا۔ غرض اسی طرح سات روز گذر گئے تو شام احمر جادو نے ناراض ہو کر کہا کہ روز اسی طرح پتھر مارا کرو اور آپ منتر پڑھنے میں مشغول ہوا حاتم بھوک و پیاس سے قریب المرگ پہنچا۔ چوکیداروں سے کہا کہ دیکھا تم نے۔ مہرہ کا خواص ایسا ہے کہ جس کے باعث نہ میں آگ سے جلا اور نہ پتھروں سے مُوا۔ اب جو کوئی یہاں سے مجھ کو اُس تالاب پر لے جائے گا تو میں یہ مہرہ اسی کو دوں گا اُنہوں نے کہا کہ ہمیں تیرا مہرہ درکار نہیں۔ مگر ایک لالچی نے اشارہ کیا کہ میں لیجاؤں گا ذرا رات ہونے دے۔ حاتم نے بھی اشارہ سے کہا کہ یہ مہرہ تجھی کو دوں گا۔ جب آدھی رات ہوئی اور سب سو گئے مگر وہی چوکیدار مہرہ کی وجہ سے جاگتا تھا ایکدم کے بعد حاتم کے پاس آکر بولا کہ تو کہے تو اُس چشمہ پر لے چلوں۔ حاتم نے کہا کہ مجھکو ہلنے کی طاقت نہیں۔ چلنا تو ایک طرف ان پتھروں سے کیونکر نکلوں؟ اُس نے کہا جادو کے زور سے نکالتا ہوں اندیشہ نہ کر۔ یہ کہہ کر افسوں پڑھا اتنے میں ایک کالا دیو پیدا ہوا اور اُن دونوں کو تالاب پر پہنچا کر غائب ہو گیا۔ حاتم نے پہلے کپڑے دھوئے پھر نہا کر بدن پاک کیا اور پانی پی کے چشمہ سے باہر آیا اور کپڑے پہنے۔ تب چوکیدار نے کہا کہ اے حاتم مہرہ کے لالچ سے تجھ کو میں نے تالاب پر پہنچا دیا تو بھی اپنا وعدہ وفا کر اور مہرہ مجھ کو دے۔ حاتم نے کہا تو نے میرے ساتھ نیکی کی میں بھی نیکی کروں گا۔ یعنی جس وقت احمر جادو کو ماروں گا یہاں کی بادشاہت تجھ کو دوں گا۔ اُس نے کہا مجھ کو کچھ درکار نہیں۔ اگر دیتا ہے تو وہی دے حاتم بولا یہ مہرہ میرے ایک دوست کی نشانی ہے تجھے کیونکر دوں اور کس لئے مانگتا ہے؟ تو وہ بولا اپنے لئے مانگتا ہوں۔ حاتم نے کہا کہ اگر خدا کے واسطے مانگتا تو ابھی دیتا۔ اُس نے کہا کہ میرا خدا جادوگر شام احمر کا بادشاہ ہے۔ تیرے خدا کے واسطے کیوں مانگوں؟ حاتم بولا۔ اے کافر بندہ کو خدا کہتا ہے۔ چل دُور ہو۔ معلوم ہوا کہ

تو خدا کو نہیں جانتا - اب مجکو یقین ہوا کہ تو کافر ہے تو نے مجھ پر احسان کیا ہے ورنہ اپنے کیے کی سزا پاتا - وہ بولا مجھ کو مہرہ لینا تجھ سے کچھ مشکل نہیں - دیتا ہے تو دے ورنہ اس چشمہ میں اتنے غوطے دوں گا کہ دم نکل جاویگا - حاتم بولا کہ زیادہ نہ بک - تو نے میرے ساتھ بھلائی کی ہے - البتہ یہ ملک تجھ کو دوں گا - بشرطیکہ تو بھلائی پر کمر باندھے اور خدا کو ایک جانے - جادو کرنا چھوڑ دے - یہ سنکر وہ غصہ ہو کر افسوں پڑھنے لگا اور حاتم نے اسم اعظم کا ورد کیا - اُس نے ہر چند منتر پھونکا مگر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اسم اعظم کی برکت سے وہ کانپنے لگا اور ڈر کر بھاگا - اور اپنے رفیقوں میں جا کر سو رہا - اتنے میں صبح ہوئی سب چوکیدار جاگے - اور حاتم کو نہ پا کر ڈرے کہ شام احمر ہم کو زندہ نہ چھوڑے گا - ناچار سر پر خاک ڈالتے ہوئے اُس چشمہ پر آئے اور حاتم کو وہاں دیکھ کر شام احمر کے پاس آئے - اور کہا سر تنگ نے بیچا کے مہرہ کے لالچ سے حاتم کو چشمہ پر پہنچا دیا ہے - اُس نے کہا کہ سر تنگ کو حاضر کرو میں اُسے زندہ نہ چھوڑوں گا - وہ حکم کے موافق سر تنگ کو پکڑنے گئے - وہ حاتم کے پاس بھاگا اور اُس سے کہا کہ تیری وجہ سے میری جان جاتی ہے باوجودیکہ میں نے تیرے ساتھ نیکی کی ہے کہ قید شدید سے بچایا ہے - ایک تو مہرہ نہ ملا دوسرے جان کا خطرہ ہوا - حاتم اُس کے احسان سے شرمندہ ہوا اور کہا اپنے دل میں اندیشہ نہ کر جب شام احمر نے سُنا کہ سر تنگ بھاگ گیا منتر پڑھنے لگا - اتنے میں سر تنگ کو ایک شعلہ آگ کا دکھائی دیا - چلا کر کہا کہ اے حاتم مجھکو بچا نہیں تو جل کر خاک ہو جاؤں گا - حاتم نے اسم اعظم پڑھ کر دم کیا شعلہ بجھ گیا - پھر اُس نے کہا کہ تو میرے پیچھے کھڑا رہ اور کچھ فکر نہ کر سر تنگ نے کہا اے حاتم میں تیرا ممنون ہوا تو مجھے شام احمر کے جادو سے بچا - حاتم نے کہا تو خاطر جمع رکھ - اُس کی کیا طاقت ہے کہ تیرا کچھ کر سکے - اور خود اسم اعظم پڑھتا شام احمر جادو کی طرف چلا سر تنگ بھی اس کے ساتھ ہو لیا جب شام احمر نے اپنے علم سے معلوم کیا کہ حاتم مع سر تنگ آ رہا ہے تو اپنا تمام لشکر لیکر شہر سے باہر آیا اور سحر پڑھنے لگا کہ ایک گھٹا اُٹھی اور بجلی چمکنے لگی اور بادل گرجنے لگا - یہ حال دیکھ کر سر تنگ بید کی طرح لرزنے لگا اور کہا یہ جو نظر آتا ہے جادو ہے - حاتم نے اسم اعظم پڑھکر پھونکا تو وہ سب آفتیں اُسی پر پڑیں - یہ دیکھ کر شام احمر جادو کہنے لگا کہ حاتم بڑا جادوگر ہے کہ جس کے جادو نے ہمارے سحر کو رد کیا ہے - اب کیا کروں اتنے میں ایک اور سحر پڑھنے لگا کہ ایک پہاڑ زمین سے بلند ہو کر حاتم کے سر تک آیا سر تنگ نے حاتم سے کہا کہ ہوشیار ہو جا یہ جادو ہے - حاتم نے اسم اعظم پڑھ کر

اسیر دم کیا۔ وہ پہاڑ سنگریزے ہو ہو کر اُسی پر جا پڑا۔ چار ہزار جادوگر واصل جہنم ہوئے اور ایک بڑا سا پتھر شام احمر جادو کے سر پر آیا وہ اپنے جادو کے زور سے بچ گیا اور پتھر الگ جا پڑا۔ پھر اسم اعظم پڑھ کر آگے بڑھا۔ شام احمر نے جو دیکھا کہ حاتم چلا آ رہا ہے اور قریب ہے کہ مجھ تک آ جائے۔ پھر ایک افسوں پڑھ کر پھونکا۔ چاروں طرف سے چار اژدہے نمودار ہوئے لیکن اسی کے لشکر پر جا کر گرے اور سب کو نگل گئے۔ صرف تین شخص باقی رہ گئے۔ شام احمر نے پھر منتر پڑھ کر پھونکا۔ اژدہوں نے نگلے ہوئے لشکر کو اُگل دیا۔ یہ حال دیکھ کر چار ہزار جادوگر اپنی جان لیکر بھاگ گئے۔ شام احمر جادو نے اپنی حکمت سے ہر چند روکا۔ مگر کسی نے نہ سُنا جب شام احمر جادو نے دیکھا کہ کوئی نہیں پھرتا ایک جادو ایسا پڑھا کہ وہ سب درخت ہو گئے اور خود حاتم کے روبرو جادو پڑھنے لگا۔ جب دیکھا کہ کوئی جادو حاتم پر اثر نہیں کرتا ایک منتر پڑھ کر آسمان کی طرف اُڑا۔ حاتم نے دیکھا کہ شام احمر اُڑ کر نظروں سے غائب ہو گیا تو متفکر ہوا۔ سرتگ بولا کہ وہ اپنے اوستاد کملاق جادوگر کے پاس گیا ہے۔ وہ ایسا جادوگر ہے کہ آسمان چاند سورج ستاروں سمیت بنایا ہے اور پہاڑ کے نیچے ایک شہر عظیم بسایا ہے کہ چالیس ہزار جادوگر وہاں رہتے ہیں۔ اور کہتا ہے کہ میں نے تم کو پیدا کیا ہے۔ خاک پڑے اُسکے مُنہ میں خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور ہم سال میں ایک مرتبہ اس کی خدمت میں جایا کرتے ہیں۔ وہ ساحر سخت جادوگر ہے اور اُس کا مکان تین سو کوس پر ہے۔ حاتم نے کہا توبہ کر خدا واحد ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اُسنے ہر شے کو پیدا کیا ہے اور وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا ہے ۵ نہ گوہر میں ہے وہ نہ ہے سنگ میں لیکن چمکتا ہے ہر رنگ میں + سرتگ نے آمنّا وصدقنا۔ میں نے اسم اعظم کی برکت دیکھی اب جادوگروں سے میرا اعتقاد بالکل ہٹ گیا۔ حاتم نے کہا کہ میں کوہ کملاق پر جانا چاہتا ہوں۔ سرتگ بولا جو آپ کی خوشی میں ہو میں بھی غلامی میں حاضر ہوں۔ اور یہ درخت جو نظر آتے ہیں شام احمر کے لشکر کے لوگ ہیں۔ یقین ہے کہ یہ قیامت تک یوں ہی رہیں گے۔ کیونکہ وہ جادو سے اُن کو درخت بنا گیا ہے۔ اگر تم سے ہو سکے تو اُن کو اصل صورت پر لا کر اپنے ساتھ لے چلو۔ یہ سُنکر حاتم نے تھوڑا پانی دم کر کے سرتگ کو دیا کہ اس پانی کو بسم اللہ کہہ کر ان پر چھڑک دے۔ اور قدرتِ الٰہی کا تماشہ دیکھ۔ غرضکہ وہ پانی درختوں پر چھڑکنے لگا۔ خدا کے فضل سے وہ سب اصلی صورت پر آ گئے۔ اور سرتگ سے پوچھا شام احمر جادو کہاں ہے؟ اُس نے کہا وہ تم کو درخت بنا کر کملاق کے پاس گیا ہے۔ اور حاتم نے اسم اعظم پڑھ کر تم کو آدمی کیا ہے۔ یہ سُنکر وہ

حاتم کے پاؤں پر گر کر کہنے لگے کہ آپ آگے تو ہم شاہ احمر کے بندوں میں تھے اور آج سے تیرے
غلاموں میں شامل ہوئے۔ حق تو یہ ہے کہ عجب جوانمرد شہ زور ہے جو شاہ احمر جادوگر پر غالب آیا۔
خدا جزائے خیر دے۔ پھر حاتم نے اسم اعظم پڑھ کر اُن پر پھونکا جو کچھ جادو کا اثر تھا جاتا رہا۔
جیسے تھے ویسے ہو گئے اور کہنے لگے اے خداوند اب کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ حاتم نے کہا
کہ مجھے شاہ احمر جادو سے کام ہے۔ جب تک وہ میرے ہاتھ نہ آئیگا کچھ کام نہ کروں گا۔
چنانچہ اُس کی بیٹی سے بیاہ کروں گا۔ اُنہوں نے پوچھا کہ تو نے اُسے کہاں دیکھا ہے؟ حاتم نے
تمام ماجرہ بیان کر کے کہا کہ میں اس کے ملنے کی جستجو میں رنج و محنت کھینچتا ہوا یہاں تک آ پہنچا
ہوں۔ اور شاہ احمر نے جو ظلم مجھ پر کیا کیا کہوں خدا کا احسان ہے۔ جس نے مجھے فتحیاب
کیا۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ اُس کو اور اوسکے اُستاد کے نام کو صفحہ ہستی سے مٹا دوں گا۔
اُنہوں نے کہا کہ کملاق بڑا جادوگر ہے اُس کا زیر کرنا مشکل ہے۔ حاتم نے کہا کہ تم ہمت
نہ ہارو اور اگر تماشہ دیکھیو تو میرے ساتھ چلو ورنہ یہیں رہو میں جاؤں اور کملاق و شاہ احمر جادو
جانے۔ اُنہوں نے کہا آپ نے ہم پر احسان کیا اور یہ مروت سے بعید ہے جو تم کو تنہا
جانے دیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم بھی ہمراہ چلیں۔ غرضکہ حاتم نے کوہ کملاق کا راستہ لیا۔
تھوڑی دور جا کر کہا کہ شاہ احمر ہم کو ایک دن میں وہاں لیگیا تھا۔ حاتم نے کہا وہ اپنے جادو کے
زور سے اِس راہ کو جلدی طے کرتا تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر خداوند جادوگر نہیں تو ایسے ساحر
پر کیونکر غالب آئے؟ کیونکہ وہ ایسا ہے کہ پہاڑ کو موم اور موم کو پہاڑ کرتا ہے۔ اتنے میں
سرہنگ نے کہا کہ میں نے اپنی آنکھ سے اس کا تماشہ دیکھا ہے۔ یہ بھی ایک روز میں وہاں
جا کر کملاق اور شاہ احمر کو اپنی اطاعت میں لاسکتا ہے اگر چاہے تو اُن کو مار ڈالے۔ اور
تم نہیں جانتے ہو اِس کو تائید خدا ہے۔ پھر حاتم نے کہا میں اسم اعظم جانتا ہوں۔
اس کی برکت سے وہ خاک ہو جاویں گے۔ پھر وہ سب کے ساتھ تالاب پر گیا جو پہلی منزل
تھی۔ پر یہ نہ معلوم تھا کہ شاہ احمر جادو اسی راہ سے گذرا ہے اور اُس نے تالاب پر
بھی سحر پھونک گیا ہے۔ سبھوں نے پانی پیا۔ پانی پیتے ہی سبھوں کے ناف سے
خون کے فوارے چھوٹنے لگے۔ حاتم یہ دیکھ کر حیران ہوا پر اُن سے دور نہ ہوا۔
کہ یہ بیچارے میرے ساتھ آئے ہیں اِن کو کیونکر چھوڑ دوں۔ اور پانی میں کیسا بلا تھی کہ
جس کے پیتے ہی یہ آفت آئی۔ القصہ تمام رات گذر گئی اور پیاسا رہا جب صبح ہوئی تو مشک

کی طرح بھول گئے۔ حاتم اُن کی یہ حالت دیکھ کر ہاتھ ملتا تھا اور روتا تھا لیکن یہ نہ سمجھا تھا کہ شام احمر نے اوپر جادو کیا ہے۔ آخر اُن کی زندگی سے نا امید ہوا۔ وہیں خیال گذرا کہ شاید اسم اعظم کی برکت سے یہ اچھے ہوں۔ یہ سوچ کر اسم اعظم پڑھ کر پھونکا فوراً وہ اصلی صورت پر آ کر حاتم کو دعائیں دینے لگے۔ تب حاتم نے پوچھا کہ اے یارو یہ کیا حالت ہے؟ اونھوں نے کہا شام احمر اسپر بھی جادو کر گیا ہے۔ حاتم نے تالاب پر بھی اسم اعظم پڑھا وہ جوش میں آ کر سُرخ ہوا پھر نیلا ہو گیا۔ ایک دم میں صاف ہو کر اصلی صورت پر آ گیا۔ حاتم نے جانا کہ اب جادو کا اثر جاتا رہا۔ تھوڑا سا پانی آپ پی کر اور سب کو پلایا اور کہا کہ خوب نہاؤ تا کہ سحر کی حرارت جاتی رہے۔ وہ حاتم کے کہنے پر عمل کر کے کہنے لگے کہ ہم تمہارے ساتھ ہو کر کملاق سے لڑیں گے یہ قصد کر کے آگے بڑھے۔ اور شام احمر جو وہاں سے بھاگا تو کملاق کی ڈیوڑھی پہ کھڑا ہوا۔ چوبداروں نے جا کر عرض کی کہ شام احمر ننگے سر اور ننگے پاؤں پریشان احوال آیا ہے۔ کملاق نے اندر بلا کر گلے سے لگایا اور پوچھا کہ کیا حادثہ گذرا جو اِس حال سے یہاں آیا ہے؟ اُسنے کہا کہ میرے پہاڑ پر ایک حاتم نام جادوگر آیا ہے جس نے اِن حالوں کو پہنچایا ہے۔ کملاق نے یہ سنکر غصہ ہو کر کہا گھبرا مت میں ابھی اُس کو جو منجا کر کے تیرے حوالہ کرتا ہوں۔ غرض اُس کی تسلّی کر کے ایک منتر پڑھ کر پھونکا۔ وہیں ایک آگ نمودار ہوئی اور حلقہ کی صورت ہو کر اُس پہاڑ کو گھیر لیا حاتم بھی دو چار روز بعد کملاق کی سرحد میں پہنچ گیا۔ رفیقوں نے عرض کیا کہ کوہ املاق یہی ہے اور اِس کے گرد جو آگ ہے شاید جادو کا اثر ہے۔ حاتم نے اسم اعظم پڑھ کر پہاڑ پر پھونکا آگ بجھ گئی۔ یہ خبر کملاق جادوگر کو پہنچی۔ اُس نے پھر ایسا جادو کیا کہ پہاڑ کے گرد ایک دریائے عظیم پیدا ہوا اور موج مارتا ہوا حاتم کی طرف بڑھا۔ سبھوں نے کہا کہ خداوند یہ دریا جادو کا ہے اور ہم اس میں بے اجل ڈوبے۔ حاتم نے کہا گھبراؤ مت۔ یہ کہہ کر پھر اسم اعظم پڑھ کر پھونکا۔ وہ دریا خشک ہو گیا اور زمین نظر آئی۔ جادوگروں نے کہا کہ کوئی سحر اسپر کارگر نہیں ہوتا دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ اتنے میں ایک اور منتر کملاق نے پھونکا کہ پتھر برسنے لگے اور اُس کے برابر ایک دوسرا پہاڑ ہو گیا اور وہ نظر آنے سے رہ گیا۔ یہ دیکھ کر حاتم نے اسم اعظم پڑھا اُس کی برکت سے ایسی ہوا چلی کہ اُن پتھروں کو اُڑا لے گئی۔ کوہ کملاق نظر آنے لگا۔ حاتم آگے بڑھا۔ کملاق نے پھر ایسا جادو پڑھا کہ وہ پہاڑ معہ اُسکے ہمراہیوں کے غائب ہو گیا تب اونھوں نے کہا کہ اُس پہاڑ کو کملاق نے پہاڑ کے نیچے چھپایا ہے۔ یہ سنکر حاتم نے پھر اسم اعظم پڑھ کر پھونکا۔

اسم اعظم پڑھکر پھونکا فضلِ الٰہی سے دو تین روز بعد وہ پہاڑ نظر آیا۔ حاتم معہ ساتھیوں کے اُس پہاڑ پر جا کر کھڑا ہوا جادوگروں نے حاتم کو دیکھکر غل مچایا کہ یہ جوان صحیح و سالم یہاں آ پہنچا تب کلاق شام احمر سمیت اس بلند چوٹی پر جو پہاڑ سے تین ہزار گز بلند تھی اپنے لشکر سمیت چڑھ گیا۔ حاتم نے جو دیکھا کہ اب سامنا کرنیوالا کوئی نرہا تو بیخوف و خطر شہر میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہے کہ ایک شہر عالیشان اور اسکی عمارت عالیشان اور ہر مکان پاکیزہ دوکانیں صاف وستھری دو رستہ کشادہ انمیں ہر طرح کی جنس بکثرت رکھی اور ہر قسم کے جواہر جگمگا رہے ہیں اور انواع و اقسام کے میوے قرینہ سے جابجا رکھے ہیں لیکن آدمیوں کا نام و نشان نہ تھا۔ حاتم نے یہ دیکھکر ساتھیوں سے پوچھا کہ یہاں کے رہنے والے کیا ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ کلاق

تصویر شام احمر جادو اور کلاق جادو کی جو کہ فنِ سحر میں اُس کا اُستاد تھا



آپکے ڈر سے اپنے ساتھیوں سمیت اپنے بنائے ہوئے آسمان پر گیا ہے۔ حاتم ہنسکر بولا کہ اب کیوں بھوکے مرتے ہو خدا نے نعمتیں دی ہیں مزے سے کھاؤ سب بھوکے تو تھے ہی بے اختیار کھا گئے چشم زدن میں سب کے سب پھول کر دم سم ہو گئے اور ہر ایک کی ناک سے لہو ٹپکنے لگا حاتم نے معلوم کیا کہ وہ کمبخت ان پر بھی جادو کر گیا ہے۔ یہ دیکھکر تھوڑے سے پانی پر اسم اعظم پڑھکر سب کو پلایا فی الفور سب اچھے ہو گئے۔ پھر حاتم نے اسم اعظم پڑھکر ہر ایک چیز پر پھونک کر کہا کہ اب شوق سے کھاؤ جادو کا عمل باطل ہوا۔ تب انہوں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ پھر حاتم نے جادو کا آسمان پوچھا انہوں نے کہا کہ وہ اس

زمین پر گنبد کی مانند ہے حاتم اسطرف روانہ ہوا اور اسم اعظم پڑہکر پہونکا آخر وہ گنبد بھی پہاڑ
پر لوٹ پڑا اور بہت سے جادوگر واصل جہنم ہوئے مگر کلاق و شاہ احمر بچکر بھاگ گئے حاتم
بھی اسم اعظم پڑہتا ہوا اُنکے پیچھے بھاگا آخر وہ دونوں بھی پہاڑ سے ٹکراکر مر گئے۔ حاتم
خوش ہوکر سجدہ شکر بجالایا اور بہرسرنگ سے کہا کہ مینے وعدہ کیا تھا کہ کلاق کو مار کر اسکے ملک کو
تجھے دونگا۔ اب وعدہ وفا کرتا ہوں بشرطیکہ تو خدا کو ایک جانے اور اسی کی پرستش کرے
اور کسی بندہ خدا کو دکھ نہ دے عدل و انصاف میں رات و دن مصروف رہے یہ کہکر سب
جادوگروں سے کہا کہ تم سرنگ کی شہرداری قبول کرو اور یاد الٰہی میں مصروف رہو
اور اپنے آپ کو بندہ خدا سمجھو۔ اور اگر ان باتوں کے خلاف کروگے تو اپنی سزا کو پہنچوگے
اب میں ملکہ زرین پوش کے پاس جاتا ہوں انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے حکم سے
باہر نہیں غرضکہ حاتم ملکہ زرین پوش کی طرف روانہ ہوا۔ چند روز بعد وہاں پہنچا اور
دیکھا کہ وہاں نہ تالاب ہے نہ پانی مگر درخت اسی طرح ہرا بھرا کھڑا ہے اور ایک
شیش محل بنا ہوا جگمگا رہا ہے حاتم نے دروازہ پر کھڑے ہوکر دیکھا کہ وہی خواصیں
اور ملکہ زرین پوش اپنی اپنی جگہ پر کھڑی ہیں یہ ان کو دیکھکر خوش ہوا اور وہ پاس آکر
پوچھنے لگیں کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ حاتم نے کہا میں وہی ہوں جو
تمہارے ساتھ درخت پر لٹکتا تھا۔ میری طرف سے ملکہ کو سلام شوق کہو۔ ایک نے
شہزادی سے جاکر کہا کہ ایک جوان عالیشان حاتم نام جو سحر میں آلودہ تھا اچھا ہوکر آیا ہے یہ سنکر
اس نے پوچھا کہ ابتک وہ کہاں تھا۔ شاید کوہ احمر گیا تھا جا کر پوچھو خواص پھر آئی اور حاتم سے
پوچھا کہ اگر کوہ احمر کی خبر کہتا ہے تو بیان کر۔ اُسنے کہا کہ ملکہ کا باپ کافر تھا اپنے اعمالوں کے
باعث مارا گیا۔ اتنا تجھ سے کہا اور باقی تیری ملکہ سے کہونگا اسنے ایسا ہی کیا۔ ملکہ یہ
سنکر آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور وہ خواص تسلی دیکر کہنے لگی کہ اے شہزادی ایسے برے
باپ کے لئے غم نہ کھا۔ اس نے اپنے فعل بد کی سزا پائی اور ہم تم اس قید شدید سے
چھوٹے۔ لازم ہے کہ اس جوان سے محل میں بخوبی ملاقات کرو۔ اس نے یہ
سنکر خوب بناؤ سنگھار کیا اور تخت مرصع پر بیٹھکر کہا کہ اچھا بلاؤ وہیں ایک سہیلی اسکو
بلا لائی۔ حاتم ملکہ کو دیکھکر بیہوش ہوگیا۔ ملکہ نے گلاب کا شیشہ لاکر اسپر چھڑکا۔ حاتم ہوش
میں آیا اور ملکہ کو دیکھکر خوش ہوا۔ ملکہ نے اپنے باپ کا حال پوچھا۔ حاتم نے تمام ماجرا

بیان کرکے کہا کہ میں نے تیرے واسطے اسقدر رنج کھینچے اب تجھکو بھی لازم ہے کہ میری محبت
کی داد دے اور اس نا امید کی امید برلا یہ بات سُنکر ملکہ سر بزانو ہوئی اُتنے میں سبھوں
نے کہا کہ حاتم بھی یمن کا شہزادہ ہے۔ تمہارے نصیب اچھے تھے جو یہ آگیا اب بہتر
ہے کہ باپ کا غم نہ کرکے سرانجام شادی کا کرنا چاہئیے۔ ملکہ شرما کر محل میں گئی اور
مصاحبین بیاہ کی تیاریاں کرنے لگیں سات دن تک ناچ ورنگ کی محفل رہی
آٹھویں دن حاتم نے اپنی رسم کیموافق نکاح کیا اور خوابگاہ میں ہمکنار ہوکر چاہتا
تھا کہ ہم بستر ہوکر شربت وصال پئے کہ منیر شامی یاد آیا۔ خوف خدا کھا کر بید کیطرح
کانپنے لگا اور ملکہ سے الگ ہو گیا۔ ملکہ نے حیران ہوکر دل میں کہا کہ مجھ میں کیا عیب دیکھا
کہ عین انتظار میں جدا ہو گیا اور اس سے کیونکر پوچھوں یہ سوچکر چپ سی ہوئی۔ حاتم نے
اسکو پریشان دیکھکر پوچھا کہ اے آرام دل پریشان خاطر کیوں ہے اگر میری اس حرکت
سے غمگین ہوئی تو بجا ہے لیکن میں خدا کی راہ میں کمر باندھکر منیر شامی کیلئے نکلا ہوں
وہ حسن بانو پر عاشق ہے اور وہ سات سوال رکھتی ہے اور منیر شامی اسکے ایک سوال کا
جواب نہ دے سکا۔ چنانچہ حسن بانو نے اسکو نکال دیا اور وہ روتا پیٹتا یمن میں آیا میں اُسکو
سنگسار کیلتا ہوا اس طرف گیا اتفاقاً اُس سے ملاقات ہوئی اسکا حال پوچھا اُسنے بیان کیا
میرا دل بھر آیا اور اُسکے ساتھ شاہ آباد میں آیا اور اسکا سوال اُسنے سنکر اسکو کا دعویٰ
میں ٹھہرا کر جنگل کی راہ لی چنانچہ خدا کے فضل و کرم سے اسکے تین سوال پورے کرچکا اور
چوتھے سوال کی نوبت ہے ایسا اتفاق ہوا کہ تجھکو دیکھکر دل بیتاب ہوا اور تیرے عشق نے
تیرے میرا کلیجہ چھلنی کردیا کہ تمام جہان کے کام سے گذر گیا۔ بارے بہت خاک چھان کر تیرے
وصال کی صورت نظر آئی آرزو یہ تھی کہ تیرے باغ حسن سے گل راحت چنوں اور اپنے غنچۂ
دل کو کھولوں پر کیا کروں میں نے قسم کھائی ہے کہ جبتک وہ اپنی مراد کو نہ پہنچیگا تب تک مجھپر
عیش و عشرت حرام ہے پس یہ مروت سے بعید ہے کہ وہ انتظار کھینچے اور حاتم عیش و عشرت
میں مشغول ہو۔ صلاح یہ ہے کہ تم سے رخصت ہوکر شہر خوارزم کو جاؤں اور اسکا چوتھا
سوال پورا کروں یہ سنکر اُس نے کہا مجھے کہاں چھوڑ جاؤگے۔ جبتک میرا باپ زندہ تھا
وہ میری خبر لیتا تھا۔ اب کیونکر گذرے گی۔ حاتم نے کہا میں تجھے یمن میں بھیجے دیتا ہوں
میرا باپ وہاں کا بادشاہ ہے تجھے اچھی طرح رکھیگا۔ یہ کہکر اپنے باپ کو عرضی لکھی کہ اگر

زندگی نے وفا کی تو میں اس کام سے فراغت کر کے حضور کی قدمبوسی حاصل کرونگا اور
سرفراز ہوں گا۔ بالفعل ملکہ زرین پوش کو اپنے عقد میں لا کر آپکی خدمت میں روانہ
کرتا ہوں۔ یقین ہے کہ آپ اسکے حال پر توجہ فرماتے رہیں گے اور عرضی پر مہر کر کے
ملکہ کو دی اور ایک خواص کے ہمراہ روانہ کر کے آپ شہر خوارزم کو چلا چند روز میں ایک
شہر میں پہنچا وہاں کے لوگوں سے پوچھا کہ وہ شخص کون ہے جو ہمیشہ کہتا ہے کہ سچ بولنے
والے کو ہمیشہ راحت ہے انہوں نے کہا یہاں تو ایسا کوئی نہیں جو یہ کہتا ہو مگر ایک بوڑھے
نے یہی الفاظ لکھکر دروازے پر لگا دئے ہیں حاتم نے پوچھا وہ کہاں رہتا ہے ایک
شخص نے کہا یہاں سے نو سو کوس پر شہر خوارزم ہے وہ وہاں رہتا ہے۔ یہ سنکر حاتم
روانہ ہوا اور تین پہر میں وہاں جا پہنچا اور دیکھا کہ ایک عمارت عالیشان کھڑی ہے اور
اسکے دروازہ پر بخط جلی لکھا ہے۔ یہ پڑھکر خوش ہوا اور دروازہ پر دستک دی دربان نے
پوچھا کہاں سے آیا ہے حاتم نے کہا شاہ آباد سے آیا ہوں وہ اپنے آقا کے پاس لیگیا حاتم
نے دیکھا کہ ایک جوان خوشرو مسند پر بیٹھا ہے تو جھک کر سلام کیا اور اسنے بغلگیر ہو کر تعظیم
تکریم سے اپنے پاس بٹھایا اور انواع و اقسام کے کھانے اسکے روبرو رکھے جب کھانے سے
فارغ ہو کر بیٹھے تو اس نے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو حاتم نے کہا میں یمن
کا رہنے والا ہوں شاہ آباد سے آیا ہوں اور حسن بانو پر منیر شامی کے عاشق ہونے
اور اسکے ساتوں سوال پورے کرنے پر اپنے مستعد ہونے کا حال تفصیل وار سنایا
اور کہا کہ یہ کلام آپنے دروازہ پر کسلئے لکھا ہے۔ اُسنے کہا کہ اے جوانمرد دنیا میں نیک
کاموں میں تو بہت مشہور ہوگا کیونکہ کوئی شخص نظر نہیں آتا کہ اوروں کے واسطے
اپنے اوپر بار محنت لے۔ اب قدرے آرام کر اور کل اسکی حقیقت تجھ سے بیان کرونگا
غرض حاتم رات کو وہاں رہا صبح کو کھانا کھا کر کہا کہ اب ارشاد کیجئے۔ اس نے کہا کہ
اس شہر خوارزم کو آباد ہوئے سات سو برس ہوئے اور میری عمر آٹھ سو برس کی
ہے جس صورت سے تو مجھکو دیکھتا ہے اسی صورت سے میں اسوقت بھی تھا چنانچہ
میں جواریوں میں مشہور تھا۔ اور جوا کھیلنے کے سوا کوئی کام جہان کا نہ کرتا تھا۔ اتفاقاً
ایک مرتبہ میں نہایت تنگدست ہوا یہاں تک کہ ایک پیسہ میرے پاس نہ رہا جب رات
ہوئی چوری کو نکلا اور یہ جی میں آیا کہ غریبوں کے یہاں کیا چوری کروں بہتر یہ ہے کہ بادشاہ کے

یہاں جاکر زر وجواہر چرانا چاہئے۔ یہ خیال کرکے اندھیری رات کو کمند ڈالکر بادشاہ کی خوابگاہ
میں پہنچا دیکھا تو وہاں پر خواجہ سرا جو چوکیدار ہیں ان میں سے ایک بھی نہیں جاگتا تھا اور بادشاہ
مرصع پلنگ پر بیخبر سوتا ہے سینے اسکے گلے سے گوہر شب چراغ اُتارا اور کمند کی راہ سے
باہر آیا اور ایک طرف چل نکلا۔ جب جنگل میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے بہت
سے چور کہیں سے مال چُراکر لائے تھے اور بیٹھے حصہ کر رہے تھے اتفاقاً مجھے دیکھکر پوچھا
کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے میں راست گو تھا ان سے سچ سچ کہکر گوہر شب
چراغ دکھا دیا اسکو دیکھکر چوروں کو لالچ ہوا کہ میرے ہاتھ سے چھین لیں اتنے میں
ایک شخص غیب سے نمودار ہوکر للکارا کہ تمام صحرا کانپ گیا۔ اور وہ جان کی دہشت سے
بھاگ گئے اور میں تنہا کھڑا رہا۔ وہ میرے پاس آکر کہنے لگا تو نے سچ کہا اسواسطے
یہ مال تیرا ہی لیکن چوری سے توبہ کر میں نے یہ بات اسکی مان لی اور جواہر بیچنے اور چوری کرنے
سے توبہ کی پھر اُسنے کہا کہ اگر جواہر نہ بیچیگا اور چوری نہ کریگا تو تیری عمر نو سو برس کی ہوگی
یہ کہکر وہ چلا گیا اور میں اس مال ومتاع کو گھر لے آیا اور ایک عمارت بڑی عالیشان
بنواکر اسمیں رہنے لگا۔ محلہ والے میرے دشمن ہوکر کوتوال سے کہنے لگے کہ کل کی
بات ہے کہ یہ شخص کوڑی کوڑی کو محتاج تھا۔ آج اسقدر نقد کہاں سے لایا اتنا بڑا
محل بنایا یہ سنکر کوتوال نے مجھے بلاکر پوچھا میں نے سوائے سچ کے اور کچھ نہ کہا۔ وہ بادشاہ
کے پاس لیگیا میں نے وہاں بھی جو بات سچ تھی وہ کہی اور جان کی دہشت نہ کی یہ سنکر بادشاہ
نے نوازش فرمائی اور کہا یہ شخص راست گو ہے کہ اتنا زر وجواہر کسی سے نہ چھپایا صاف صاف
کہدیا اسوجہ سے یہ مال اسی کو بخشا اور اپنے پاس سے اور اتنا مال دیا کہ زر وجواہر سے مالامال
ہوگیا۔ اب بھی اسمیں سے میرے پاس بہت کچھ ہے اسی دن سے دروازہ پر لکھکر لگادیا ہے
کہ سچ کہنے والے کو ہمیشہ راحت ہے مرد کو چاہئے کہ سچ کے سوا کبھی جھوٹ نہ بولے بقول
سعدی علیہ الرحمۃ ؎ راستی موجب رضائے خداست ٭ کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست
یہ کہکر اسنے پوچھا کہ تو کون ہے حاتم نے کہا کہ میں یمن کا شہزادہ ہوں یہ سنکر وہ مسند سے
اُٹھا اور بٹھاکر پھر کہنے لگا کہ سچ ہے کہ حاتم کے سوا اور کون ایسا کرسکتا ہے پھر اس نے
حاتم کو کئی دن مہمان رکھا۔ اکدن حاتم نے کہا اے عزیز مجھے ایک کام نہایت ضروری
ہے اسپر رخصت دے اُسنے نہایت منت وسماجت سے رخصت کیا وہ منزل مقصود کو

راتدن چلا جاتا تھا ایکدن ملکہ زرین پوش کی صورت یاد آئی ارادہ کیا کہ ملکہ کو دیکھکر شاہ آباد
جاؤنگا یہ سوچکر یمن کیطرف روانہ ہوا چندروز بعد یمن میں پہنچا اور خوشی سے تالاب پر بیٹھ
گیا وہاں ایک طوطی کا جوڑا بیٹھا باتیں کر رہا تھا حاتم نے بھی اپنے کان ادہر لگائے اسواسطے
کہ دیکھوں یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اتنے میں مادہ نے نر سے کہا کہ تو مجھے تنہا چھوڑکر کہاں جاتا ہے
برائے خدا نہ جا۔ نر نے کہا اے نادان تو کیوں کار خیر میں ہارج ہے کیا قیامت کے دن تو میرے
کام آویگی۔ تو نے نہیں سنا ہے کہ ایک بادشاہ کسی دن شکار کو نکلا تھا ہر چند پہرا لیکن کوئی
شکار اسکے ہاتھ نہ آیا اور جنگل میں اپنے لشکر سے جدا ہوگیا اور وہاں ایک باغ خوش
قطع دیکھکر اسمیں چلا گیا اور سیر کرتا ہوا ایک بنگلہ کیطرف پہنچا وہاں ایک حوض ملبب
نظر آیا۔ دیکھنے میں نہایت پاکیزہ و خوبصورت اور اسکا پانی صاف شفاف تھا۔ بادشاہ
اسکو دیکھکر نہایت خوش ہوا اور کنارے پر بیٹھکر پانی ہاتھ سے اچھالنے لگا یکایک ایک
زنجیر اسکے ہاتھ میں آئی اسکو پکڑکر جو کھینچا تو ایک صندوق مقفل کنجی سمیت نکلا اس نے
جو اس قفل کو کھولکر دیکھا تو ایک مہ جبین پری طلعت کو بیٹھا پایا۔ بادشاہ ڈر گیا اس نازنین
نے کہا اے جوان کیوں ڈرتا ہے میں بھی انسان ہوں یہ کہکر صندوق سے باہر نکل آئی اور
صراحی و پیالہ اور گزک لاکر آگے رکھدی پھر بوس و کنار کی امیدوار ہوئی بادشاہ نے جو
دیکھا کہ یہ عورت جمیلہ و شکیلہ ہے اور اسباب عیش و عشرت بھی مہیا ہے اسکو ہاتھ سے نجانے
دیا۔ شراب پیکر اس سے صحبت کی جب فارغ ہوا شکر بجا لایا تو اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنی انگوٹھی
دی اور کہا کہ یہ میری نشانی ہے اپنے پاس رکھنا تا کہ پھر ملاقات ہو تو بھول نجانا وہ عورت
ایک تھیلی انگوٹھیوں کی نکال کر کہنے لگی کہ خدا عالم الغیب ہے سچ تو یہ ہے کہ میرے خاوند
نے حفاظت کیواسطے مجھے جنگل میں لاکر اس صندوق میں بند کر کے اس حوض میں لٹکا دیا
ہے اور خود سوداگری کرتا پھرتا ہے اور میرے کھانے پینے کا سامان اس جگہ مہیا ہے کچھ
کمی نہیں لیکن جب کوئی مسافر بھولا بھٹکا اس باغ میں تیری طرح آنکلتا ہے تو اسی طرح
مجھے حوض سے نکالکر ہمبستر ہوتا ہے اور انگوٹھی دیکر چلا جاتا ہے۔ چنانچہ بہت سی انگوٹھیاں
میرے پاس موجود ہیں اور یہ بھی نہیں یاد کہ کونسی کس کی ہے اسیطرح تجھے بھی بھول جاؤنگی
کیونکہ ایک دو ہوں تو یاد رہے سینکڑوں ہزاروں کو کہاں تک دھیان رکھے یہ سنکر وہ
حیران ہوا اور پھر اسی صندوق میں بند کر کے تالاب میں لٹکا دیا اور شہر میں آکر شاہی اسباب

فقیروں کو دیکر آپ جنگل کیطرف روانہ ہوا اور ایک جگہ بیٹھکر یاد الٰہی میں مشغول ہوا اور جبتک
جیتا رہا عورت کا نام نہ لیا پس اے نادان تو میرے ساتھ کیا سلوک کریگی جو کار خیر سے باز
رکھتی ہے حاتم نے بھی برائے خدا کمر کوشش باندہی اور کیسی آفتیں اٹھاکر کچھہ نیکنامی حاصل
کی سو اب ملکہ زرین پوش کو یاد کرکے شاہ آباد کی راہ چھوڑکر اسکی ملاقات کیواسطے یمن جاتا
ہے افسوس اسبات کا ہے کہ وہ اپنی محنت خواہ مخواہ خاک میں ملاتا ہے۔ جونہی حاتم نے یہ سنا فوراً
سجدۂ شکر ادا کیا اور دل میں ٹھان لیا کہ یہ آواز خدا کی طرف سے آئی ہے۔ اب یہی بہتر
ہے کہ یمن سے منہ پھیر کر شاہ آباد کا راستہ لوں یہ بات دل میں ٹھہراکر شاہ آباد کا راستہ لیا ایک
مدت کے بعد وہاں جا پہنچا وہاں کے لوگوں نے حسن بانو سے اسکی آمد کی خبر کی اسنے
فوراً بلواکر حال پوچھا۔ حاتم نے راستہ کی مصیبت بیان کرکے اس پیر مرد کی تمام حقیقت
بیان کی۔ حسن بانو نے کہا تو سچ کہتا ہے اور طعام لذیذ حاتم کے آگے رکھے۔ حاتم نے کہا
کھانا کارواں سرائے میں جاکر اپنے بھائی منیر شامی کیساتھ کھاؤنگا۔ یہ کہکر کارواں سرائے
میں آکر منیر شامی سے ملا اور اسکے ساتھہ کھانا کھایا اور تمام سرگذشت بیان کی۔ یہ
سنکر منیر شامی نے بہت تحسین کی اور دونوں بہ آرام سوئے صبح کو حاتم نے نہاکر کے
کپڑے پہنے اور حسن بانو کی ڈیوڑھی پر آیا۔ فوراً چوبداروں نے اسکی آمد کی خبر پہنچائی اسنے
اندر بلاکر بٹھایا اور کہا کہ سننے میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ سے آواز آتی ہے اسی واسطے
اسکا نام کوہ ندا رکھا ہے اسکی خبر لا وہ آواز کرتا کون ہے اور پہاڑ کے اوپر کیا معاملہ
ہے۔ حاتم یہ سنکر وہاں سے رخصت ہوا اور کارواں سرائے میں آکر منیر شامی سے
کہنے لگا کہ اب کوہ ندا کی خبر لینے جاتا ہوں اگر زندگی نے وفا کی تو پھر تجھہ سے آملونگا
ورنہ خدا کی مرضی۔ غرض حاتم نے دو چار باتیں نصیحت کی منیر شامی سے کہا اور جنگل
کی راہ لی اور حاتم جس بستی میں جاتا وہاں کے لوگوں سے پوچھتا کہ اے عزیزو اگر تمکو کوہ ندا کی خبر

پانچواں سوال حاتم کے جانے اور کوہ ندا کی خبر لانے کا

کچھہ آگاہی ہو تو مجھے بتاؤ وہ حیران ہوکر کہتے کہ ہماری اتنی عمر ہوئی ہے ہم نے تو کبھی نہیں سنا
حاتم بے دریغ راہ طے کرتا جاتا تھا ایک ماہ کے بعد کسی شہر کے گرد و نواح میں جا پہنچا دیکھا
کہ تمام مرد و زن اس شہر کے صحرا میں جمع ہوئے ہیں یہ انہیں کیطرف چلا انہوں نے جو

دیکھا کہ ایک شخص چلا آتا ہے سب کے سب اُسطرف متوجہ ہوئے اور کہا مرحبا مسافر
خوب ہوا جو تو آیا ہم عرصہ سے تیری راہ دیکھتے ہیں حاتم نے حیران ہوکر پوچھا اس مردہ کو
کیوں نہیں گاڑتے ہو اور اسقدر کیوں روتے ہو۔ انہوں نے کہا ہماری قوم کی رسم ہے
کہ اگر کوئی مرجاوے تو ہم سب اسکے جنازے کو جنگل میں لے آتے ہیں اگر کوئی مسافر
اس عرصہ میں آگیا تو مردے کو گاڑ دیتے ہیں اور کھانا اس مسافر کے آگے رکھدیتے ہیں چنانچہ
اس مردے کو سات روز ہوئے کہ یہاں پڑا ہے اور کوئی مسافر نہیں آیا۔ ہم عجب مصیبت میں
تھے کہ ہر روز کھانا ہم اپنی عورتوں کو بھیجدیتے تھے شام کیوقت اور آپ یونہی پڑے رہتے
تھے۔ الحمدللہ کہ آپ کی صورت آج ساتویں روز دیکھی ہے۔ اب اسکو دفن کرکے کھانا
کھائیں گے۔ حاتم نے کہا کہ اگر ایک مہینہ تک یہاں کوئی مسافر نہ آئے تو اس مردے کا
کیا حال ہو اور تم لوگ کسطرح جیو۔ اُنہون نے کہا یہ بات سچ ہے مگر ساتویں روز کہیں نہ کہیں
سے آہی جاتا ہے اگر پندرہ دن تک نہ آئے تو تمام دن روزہ رکھیں اور شام کو صرف پانی
پئیں اور مردہ بھی ایک ماہ تک نہیں سڑتا حاتم نے کہا اگر مہینہ سے زیادہ گذرے تب تو
بدبو آئیگی۔ وہ بولے کہ اگر ایسا ہو تو مردہ کو گاڑکر چہلم تک ہر دو زن روزہ رکھیں اور مردہ کی
تربت پر جاکر مال خیرات کریں بعد کو اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں یہ سنکر حاتم حیران ہوا انہوں
نے مردہ کو تہخانہ میں اتار دیا اور ہر قسم کے کھانے رکھے اور بتیاں روشن کرکے سات بار
اسکے گرد تصدق ہوکر دسترخوان پر جا بیٹھے اور حاتم سے کہا کہ پہلے تو کھانے میں ہاتھ
ڈالکر کھا بعدہٗ ان لوگوں نے کھانا کھاکر کپڑے پہنے اور گھر کو چلے اور حاتم سے کہا کہ اگر تیرا دل
چاہے تو چند روز ہمارے یہاں رہ۔ حاتم نے کہا بہت بہتر دو چار روز رہ سکتا ہوں پھر تو اسکو
شہر میں لیجاکر ایک مکان میں رکھا۔ اور خورد و نوش کے لوازم و خوبصورت لونڈیاں سمیت
بھجوادیے۔ حاتم نے دل میں کہا کہ یہاں کی عجب رسم ہے اگر میں ان کاموں سے فرصت پاؤں
اور خدا میرا مطلب پورا کرے تو میں بھی اپنے شہر میں جاکر اسی طرح مہمان نوازی کروں گا اور
وہ عورتیں آرزومند تھیں کہ اس جوان کا جی چاہے تو ہم سے تعشق تمام ملے اور ساغر وصل
پیئے مگر حاتم نے کسی سے رغبت نہ کی۔ جب سات دن گذرے تو خواصوں نے اپنے اپنے
سرداروں سے حاتم کے جانے کی خبر دی۔ ایک سردار نے حاتم سے کہا کہ اگر اپنی بودوباش
اس شہر میں کرے تو بہتر ہے۔ اور میں اپنی بیٹی تیری خدمت میں دوں حاتم نے

حاتم نے کہا مجھ کو ایک ضروری کام ہے اسوجہ سے ناچار ہوں نہیں تو رہتا۔ یہ سنکر اُسنے
کہا کہ اگر ہم بھی اُس کام سے مطلع ہوں تو تیری رفاقت کریں حاتم نے کہا یہ میں نہیں چاہتا
کہ میرے ساتھ کوئی تکلیف اُٹھائے۔ وہ بولے ساتھ نہیں لیتا تو کام ہی بتادے۔ حاتم بولا
کہ ایک حسن بانو شہزادی پر منیر شامی شہزادہ عاشق ہوا ہے اور وہ سات سوال رکھتی ہے
وہ اسکے سوال پورے نکر سکا اور اسکے عشق میں جنگلوں اور پہاڑوں میں مارا مارا پھرتا تھا

تصویر حاتم اور اُس قوم کی جنہوں نے بغیر آئے ہوئے کسی مسافر کے جنازہ کو سات دن تک دفن نہ کیا تھا



اتفاقاً مجھ سے ملاقات ہوئی میں نے جو اُسکو بحال تباہ دیکھا تو رو دیا اور تاب نہ لا کر اپنے
شہر سے نکلا اور مسافرت اختیار کی چنانچہ خدا کے فضل سے چار سوال پورے کر چکا ہوں
یہ پانچویں سوال کی باری ہے وہ یہ ہے کہ کوہ ندا کی خبر لانا چاہئے اُسی تلاش میں چھ
مہینے گذرے جس سے پوچھتا ہوں کوئی نہیں بتاتا ہے اگر تجھکو معلوم ہے تو بتادے یہ سنکر
پھر وہ پیر سال نے کہا کہ بیٹے بزرگوں سے سنا ہے کہ دکن کیطرف ایک طلسمات ہے اور بائیں طرف
شہر آباد ہے وہاں آجتک کسی نے مردہ دیکھا نہ قبر دیکھی اور نہ کوئی کسی کیواسطے روتا ہے ما

سنکر حاتم نے کہا مجھکو اسی سمت چلنا چاہیئے۔ وہ بولا اے عزیز نئی نویلی راہ تو کس طرح چلیگا اور منزل مقصود کو کیونکر پہنچے گا حاتم نے کہا جو مجھے یہانتک لایا ہے وہی وہاں بھی پہنچائیگا یہ سُنکر اس بزرگ نے بہت سا زر و جواہر اسکے سامنے دھر دیا۔ حاتم نے زادِ راہ کیموافق اسمیں سے لیلیا اور باقی فقیروں کو دیکر اس طرف کا راستہ لیا۔ ایک شہر کے قریب پہنچا اور اسکے گرد کوئی قبر نہ دیکھی جانا کہ وہ شہر یہی ہے اندر جاکر وہاں کے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کونسا شہر ہے۔ انہوں نے کہا تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ حاتم نے کہا شاہ آباد سے آیا ہوں کوہ ندا کو جاؤں گا۔ انہوں نے کہا کوہ ندا یہاں سے بہت دور ہے تو نہ پہنچ سکیگا حاتم نے کہا جو یہاں لایا ہے وہ کریم کارساز وہاں بھی پہنچائیگا۔ انہوں نے کہا آج کی رات یہیں رہ اور ہماری روٹی قبول کر حاتم یہ سُنکر وہاں ٹھہرا۔ وہاں ایک شخص عرصہ سے بیمار رہتا تھا اسکے وارثوں نے اسکو ذبح کرکے آپسمیں گوشت بانٹ لیا۔ اور یہ شخص جس نے حاتم کو مہمان رکھا تھا۔ اپنا حصہ پکا کر اور چند روٹیاں اور ایک کٹورہ پانی کا لیکر حاتم کے پاس آیا اور کہا اے مسافر اسے جلد کھا کہ کبھی ایسی نعمت نہ کھائی ہوگی۔ حاتم نے کہا جتنے چرند و پرند حلال ہیں سب کھائے ہیں یہ کس جانور کا گوشت ہے جو مینے نہیں کھایا۔ اسنے کہا البتہ جانوروں کا گوشت کھایا ہوگا اور یہ آدمی کا ہے۔ حاتم نے یہ سُنکر کہا کہ تم آدمخور ہو تم سے ڈرنا چاہیئے شاید تمنے کسی مسافر کو مارا ہے اسکا گوشت کھلانا چاہتے ہو۔ معلوم ہوا کہ تمہارا یہی طریقہ ہے وہ بولا کہ اے مسافر توبہ کر خدا سے ڈر ہم مسافروں کو مار کر نہیں کھاتے تب حاتم نے کہا کہ یہ طرفہ ماجرا کیا ہے۔ تو کہتا ہے کہ یہ گوشت آدمی کا ہے پس کوئی اپنے ہمجنس کو مار کر کھاتا ہے۔ اسنے کہا کہ ہمارے ملک میں یہ رسم ہے کہ جو کوئی بیمار پڑتا ہے اسکے قبیلے کے لوگ اسکو ذبح کرکے حصہ کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اسی سبب سے ہمارے شہر میں اپنی موت سے کوئی نہیں مرتا اور نہ قبر بنتی ہے۔ حاتم نے اس ماجرے کو سُنکر کہا لعنت ہے خدا کی تمہاری اس رسم پر خدا بیماروں کو اکثر اچھا کر دیتا ہے اور اکثر اچھوں کو بیمار ڈالتا ہے تم سب گنہگار ہو تمہارا منہ دیکھنا روا نہیں یہ کہکر کھڑا ہو گیا اور جنگل کی راہ لی تھوڑی دور جاکر دیکھا کہ ایک شیر مارے بھوک کے زمین پر تڑپ رہا ہے یہ دیکھکر ہرن کا شکار کرکے اسکے آگے ڈالدیا۔ اسنے بخوبی تمام پیٹ بھر کر کھایا اور آگے کا راستہ لیا حاتم نے کباب بھونکر کھایا اور پانی پیکر آگے چلا جب کسی جنگل میں کچھ میوہ

نہ پاتا اسیطرح شکار کر کے کہاتا چند روز بعد ایک آبادی نظر آئی حاتم اسی طرف چلا جب نزدیک
پہنچا دیکھا کہ بہت سے آدمی میدان میں آگ جلا کر اسکے گرد کھڑے ہیں۔ ان سے پوچھا کہ اے
یارو یہ کونسا ملک ہے اور تم کون ہو اور یہ آگ کیوں جلائی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ای مسافر تو اپنی
راہ لے تجھے اسکے دریافت کرنے سے کیا حاصل۔ ہماری قوم کا ایک آدمی مر گیا ہے اُسکی جورو
اسکے ساتھہ جلتی ہے۔ حاتم نے کہا اُس مُردہ کو زمین میں کیوں نہیں گاڑتے اور زندہ عورت
کو کیوں جلاتے ہو۔ اُنہوں نے کہا شاید تو اس ملک کا رہنے والا نہیں ملک ہندوستان
کی یہی رسم ہے کہ جورو خوشی سے اپنے خاوند کیساتھہ جلتی ہے۔ حاتم نے کہا زندہ انسان کو
جلانا یہ نہایت بُری رسم ہے یہ کہکر وہاں سے ایک اور گاؤں میں پہنچا اور ایک شخص سے پانی
مانگا وہ ایک کٹورہ دودہ کا اور ایک پانی کا لایا اور کہا جسکو طبیعت چاہے پی۔ حاتم نے
پانی پیکر دودہ کا کٹورہ مانگا اُسنے شکر ڈالکر وہ پیالہ بھی حوالہ کیا اور کہا اے مسافر میرے گھر میں
اسوقت خوشبودار مہین بالسنی چاول پکے ہیں اگر کہے تو لے آؤں اُسکے ساتھہ کہا حاتم نے
کہا بہت اچھا نیکی کا پوچھنا کیا۔ اور دلمیں اسکی ہمت پر عشعش کرتا تھا غرض وہ ہندو تھالی
میں بھات لے آیا حاتم نے کہا کر رات بسر کی صبح ہوتے ہی حاتم نے اپنے آنیکا قصہ کہا
اُسکی بیوی نے یہ بات سنکر کہا آفرین تمہاری ہمت پر ہم سے تمہاری خاطرداری کب ہوئی۔ یہ معمولی
کھانا لڑکوں بالوں کے لیے موجود تھا وہی بے تکلف لے آئے ہیں اگر کچھ دن رہو تو البتہ
اپنے مقدور کیموافق کچھہ خدمت بجا لائیں حاتم نے کہا کہ میں تمہاری خاطر سے دو چار دن رہونگا
یہ سنکر وہ خوش ہوئے اور ایک پلنگ پر عمدہ بچھونا بچھایا اور کھانا لاکر کہا کہ اسمیں سے کہاؤ حاتم
نے ایسے کھانے کبھی نہ کھائے تھے۔ کھا کر خوش ہوا اور کہا کہ یہ ملک ہندوستان عجیب
گلستان ہے لیکن یہاں کی رسم یہی ہے کہ زندہ عورت کو مُوئے خصم کیساتھہ جلاتے ہیں۔ باوجود
اسکے کہ مُردہ کا بھی جلانا گناہ ہے۔ یہ سنکر اُسنے کہا کہ سچ ہے۔ مگر زن و شوہر باہم اتفاق سے رہتے
ہیں۔ بلکہ عاشق و معشوق ہوتے ہیں۔ حیف کی جا ہے کہ خاوند مرے اور جورو زندہ رہے ہم
بزور نہیں جلاتے وہ اپنی خوشی سے آپ جلتی ہیں۔ اگر تھوڑے دن یہاں رہو تو تمہیں بتادیں
یہ وہاں رہا اتفاقاً وہاں کا رئیس دو چار دن بیمار ہو کر مر گیا۔ اُسکی چار بیبیاں تھیں پہلی کے
ایک لڑکا بھی تھا۔ جب وہ ارتھی بنا کر لیچلے تب وہ چاروں لہنگے سے لال لال تن کی
ساڑیاں اوڑھ گہنے پاتے سے آراستہ ہو کر پھولوں کے ہار گلے میں ڈال بال بکھیر کر ساتھہ ہولیں

قبیلے کے لوگ پاؤں پر گرے اور کہا کہ تم بہری پری ہو تمکو جلنا مناسب نہیں انہوں نے کسی کا کہنا نہ مانا تب حاتم نے ان سے کہا کہ اے پریزادو تمہیں شرم نہیں آتی کہ اپنے گھروں سے نکلکر نامحرموں میں آتی ہو اور ایک مردے کیساتھ جلا چاہتی ہو وہ ہنسکر بولیں اے جوان تجھے ہمیں دیکھکر شرم نہیں آئی ہم تو مردہ ہیں ہمکو پردہ کی حاجت نہیں کیونکہ وہ کونسا دن تھا کہ اس مردے کیساتھ ہمنے عیش کیا تھا۔ اب وہ مرگیا تو اس سے ہم جدا ہوں اور زندہ رہیں یہ بات مروت سے بعید ہی کیونکہ اس بات سے بھی ڈرتا ہے کہ شیطان اپنے مکر سے ہمارے دلوں میں ایسا وسوسہ نہ ڈالے کہ جسکی وجہ سے اپنے شاہی کو بھولکر کسی دوسرے کو نظر بد سے دیکھیں اور اپنی عصمت کو کھودیں ایسی زندگی پر لعنت ہے غرض انہوں نے کہنا نہ مانا اور دیوانوں کیطرح ادہر اودہر دیکھتی بھاگتی چتا تک جا پہونچیں پھر اس مردہ کو لیکر چتا میں رکھا اور آپ ہنستی ہوئی اسکے گرد بیٹھ گئیں۔ پھر کسی نے اسکا سر زانو پر رکھا کسی نے پاؤں گود میں لے لئے یکایک چتا کو آگ لگادی گئی حاتم نے جانا کہ آگ کی گرمی سے ڈر کر بھاگ جائیں گی۔ لیکن یہ گمان غلط نکلا وہ ہنسی خوشی اسکے ساتھ جلکر خاک سیاہ ہوگئیں۔ حاتم یہ دیکھکر گھبرایا اور افسوس کرنے لگا۔ جب وہ لوگ اپنے گھروں کو گئے حاتم بھی اس ہندو کیساتھ اسکے گھر چلا اسوقت اس ہندو نے کہا دیکھا تو نے ایجوان عورتیں اپنی رضامندی اور خوشی سے مرتی ہیں کوئی انپر زور و ظلم نہیں کرتا اور محبت کی شرط یہی ہے حاتم نے کہا یہ سچ ہے غرض کئی دن

تصویر ستی ہونا چار عورتوں کا اپنے خاوند کیساتھ اور الگ سے دیکھنا حاتم کا اور افسوس کرنا



سکے بعد حاتم نے کہا کہ مجھکو کوہ ندا پر جانا ہے رخصت کرو۔ اُسنے کہا اے عزیز کوہ ندا یہاں
سے بہت دور ہے تو نہ جا سکیگا حاتم بولا خدا کریم و کارساز ہے وہ بہر صورت پہنچا دیگا
رخصت ہوا اور ہر ایک ملک و گاؤں کی سیر کرتا ہوا اتر کی طرف پہنچا کہ ایک شہر دکھائی
دیا جب اسکے قریب پہنچا تو بہت سے لوگوں کو جمع دیکھا شور کرتے ہوئے اُسنے کہا کہ اے
یارو تمہارے شور کرنے کا کیا سبب ہے کسی نے کہا کہ یہاں کے رئیس کی لڑکی مرگئی ہے ہم
سب چاہتے ہیں کہ اسکے خاوند کو بھی زندہ گاڑ دیں وہ اس بات کو قبول نہیں کرتا اسلئے
یہ شور و غوغا ہے حاتم نے کہا کہ تمہارا رئیس کہاں ہے مجھکو اسکے پاس لیچلو کچھ کہونگا وہ
رئیس کے پاس لے گئے۔ حاتم نے اُسکو دیکھکر کہا اے مرد بزرگ تمہارے یہاں یہ کیا رسم
ہے کہ زندہ کو مردہ کیساتھ گاڑتے ہو اسپر یہ کہ وہ غریب راضی نہیں زبردستی کرتے ہو اور
خدا سے نہیں ڈرتے ہو اُسنے کہا اے عزیز یہ مسافر بھی تیری طرح اس شہر میں وارد ہوا تھا
چند روز یہاں رہکر میری بیٹی کو چاہنے لگا اور فوراً ہم لوگوں میں مل گیا ہمارے شہر کا یہ دستور
ہے کہ جبتک لڑکی یا لڑکا اپنی جوانی پر نہیں آتا تب تک ہم لوگ اسکو اپنی رضا و رغبت
سے نہیں بیاہتے۔ جبتک کہ آپسمیں عشق و محبت نہ ہوئے بلکہ حد سے نہ گذر لیں یہانتک
کہ ہر ایک اپنی خوشی سے اقرار کرے کہ جو کوئی ہم میں سے مر جائیگا تو دوسرا اسکے ساتھ
جیتے جی گڑیگا۔ تب ہم ان دونوں کو بیاہ دیتے ہیں چنانچہ یہ جوان بھی ہماری رسم سے
آگاہ ہو کر اس لڑکی کا عاشق ہوا تھا جب محبت کامل دیکھی تب میں حاکم شہر کے پاس
دونوں کو لے گیا۔ اسنے کہا کہ ہمارے ملک کی یہ رسم ہے کہ عورت مر جائے تو اسکے شوہر
کو اسکے ساتھ دفن کرتے ہیں اس بات کو دونوں نے قبول کیا تب ہم نے ان کا نکاح
باندھا اب یہ کیا انصاف ہے کہ ایک مدت تک اسکے ساتھ عیش و عشرت کرتا رہا اور اسکے
باغ جوانی سے گل مراد چنتا رہا اب وہ مرگئی تو اپنی خوشی سے اسکے ساتھ نہیں گڑتا ہے
اور اپنے اقرار پر ثابت قدم نہیں رہتا ہے اسمیں کس کا قصور ہے۔ کچھ ہم زبردستی اور جبر
سے کسی کو نہیں گاڑتے اسکو اگر باندھکر قبر میں رکھدیں تو البتہ ظلم ہے اس سے ہی پوچھ کہ یہ اپنے
قول سے کیوں پھرتا ہے اور اپنے وعدہ کو وفا نہیں کرتا یہ سنکر حاتم نے اس سے پوچھا کہ اے جوان تو
کس لئے اپنے کہنے پر عمل نہیں کرتا۔ کبتک جیئیگا آخر ایک روز مرنا ہے بہتر یہی ہے کہ جو کچھ تو نے
اقرار کیا ہے اسپر ثابت قدم رہ اسنے کہا کہ اے مسافر تو بھی انہیں میں مل گیا ہے جو یہ بات کہتا ہے

اپنے شہر کا دستور کیوں نہیں بیان کرتا حاتم نے کہا میں کیا کروں جب تو اقرار کر چکا ہی اب پھرنے
ست تجھے شرم نہیں آتی اُسنے کہا یہ مجھ سے کبھی نہ ہوگا جو میں ان کا کہنا کروں حاتم نے معلوم
کیا کہ یہ لوگ اسے گاڑینگے اسکو نہ رہیں گے اور یہ بھی اپنی خوشی سے نہ گڑیگا - اس بات کا
لحاظ کر کے اس سے اپنے شہر کی بولی میں کہا کہ تو خاطر جمع رکھ میں تجھے اس قبر سے نکال
لونگا پر انکے ساتھ اسمیں گڑ جا اسنے کہا کہ اگر گڑوں تو تیرے نکالنے تک کیونکر زندہ
رہونگا پھر حاتم نے اسکی تسلی کر کے لوگوں سے کہا کہ یارو یہ اجل گرفتہ کہتا ہی کہ ہمارے شہر
کا دستور ہے کہ قبر کو حجرے کے طور پر بناتے ہیں اگر یہ بھی اسطور پر بنائیں گے تو میں اپنی خوشی
سے گڑونگا یہ سنکر وہ کہنے لگے کہ یہ بات حاکم سے تعلق رکھتی ہی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے وہ جو
کہیگا ہم وہی کرینگے حاتم ان سبھوں کو اپنے ساتھ حاکم کے پاس لیگیا اور کہا خداوند یہ کہتا
ہی کہ جس صورت سے میرے شہر میں قبریں بنتی ہیں اگر اسی طرح کی بنواؤ گے تو میں گڑونگا حاکم نے
پوچھا اسکے شہر میں کیسی قبریں بنتی ہیں - حاتم نے کہا کوٹھری کیطرح بہت بڑی کہ جسمیں دس
آدمی بیٹھیں لیٹیں یہ بات سنکر حاکم نے سر جھکا لیا اور ایکدم کے بعد کہا کہ خیر جسطرح کہے ویسی ہی
قبر تیار کرادو تاکہ اپنی خوشی سے گڑے - یہ سنکر لوگ پھر آئے اور ایک قبر ایسی ہی بنائی تب
حاتم نے لوگوں کی آنکھ بچا کر اس سے کہا کہ تو اندیشہ نہ کر رات کو تجھے نکال لونگا - وہ یہ سنکر
لوگوں سے کہنے لگا کہ اے یارو اب دیر نہ کرو جو چاہو کرو مجھے سب منظور ہے - آخر انہوں
نے دونوں کو اس قبر میں گرا دیا اور ایک پتھر سے اس کے منہ کو بند کر کے حاتم سمیت
شہر میں پھر آئے اور اسکی مہمانداری کی اور ایک مکان ستھرا سا اسکے سونے کو دیا لیکن حاتم
رات ہونے کا منتظر تھا کہ کسی طرح اسے قبر سے نکالے - جب رات ہوئی اور گھر والے سو رہے
تب حاتم اپنے بچھونے سے اٹھ کر قبر کیطرف چلا - اس ملک کا یہ دستور تھا کہ تین روز تک
مردہ کی قبر پر وارث تمام رات جاگا کریں نہ گھر آئیں نہ عورت کا منہ دیکھیں چنانچہ اسوجہ
سے حاتم قابو نہ پا سکا جونہی رات کو لوگ اپنے گھر آئے حاتم پھر گیا اور وہ شخص حاتم کو برا بھلا کہکر سو رہا
تھا کہ وہ شخص بڑا جھوٹا تھا اور دغاباز تھا کہ مجھ غریب کو فریب سے گور میں گڑوا گیا - میں نے خود برا کیا جو ایسے
کا کہنا مانا اور اسکے سخن کو راست جانا الغرض حاتم نے اپنے منہ کو تابدان پر رکھکر پکارا
کہ اے جوان میں تجھے نکالنے آیا ہوں اُسنے جواب نہ دیا حاتم نے جانا کہ شاید مر گیا ہے
پھر پکارا کہ اے جوان میں تجھے نکالنے آیا ہوں اُسنے پھر جواب نہ دیا حاتم نے جانا کہ شاید مر گیا

ہی نہایت افسوس کیساتھہ بے اختیار رو دیا تیسری بار بہ آواز بلند پکارا کہ اے جوان اگر زندہ ہی
تو جواب دے نہیں تو قیامت تک اسی گور میں رہیگا میں اپنے وعدہ کو پورا کر چکا ہوں پھر
وہ چونکا تو سنا کہ کوئی چلا رہا ہے اٹھہ کھڑا ہوا اور پوچھا کہ کون پکارتا ہی حاتم اسکی آواز سنکر
سجدہ شکر بجا لایا اور بولا کہ میں وہی ہوں کہ جس نے تجھہ سے وعدہ کیا تھا یہ کہکر خنجر سے قبر
کھود کر اسکو نکالا اور کھانا کھلا کر ایک ساعت بعد کہا کہ اب جدہر طبیعت چاہے چلا جا۔ اسنے
کہا میرے پاس خرچ نہیں ہی حاتم نے کئی درم کیسہ سے نکالکر دے اور رخصت کرکے آپ قبر کو درست
کرکے چلا گیا۔ اور اپنی جگہ جاکر سو رہا اسلئے کہ کوئی معلوم نکرے اتنے میں صبح ہوئی تو ان لوگوں
سے کہا کہ کوہ ندا جاتا ہوں۔ اب مجھے رخصت کرو انہوں نے کہا کہ کوہ ندا یہاں سے بہت قریب
ہی تشریف لیجائیے پر اتنی بات یاد رکھنا کہ آگے جاکر ایک دوراہہ ملے گا۔ اسکی داہنی طرف
کو جانا۔ یقین ہے کہ منزل مقصود کو پہونچے گا۔ حاتم ان سے رخصت ہوکر دس روز تک دن
رات چلا گیا۔ گیارہویں دن اس دوراہے پر جا پہنچا اور ان بزرگ کی نصیحت بھول کر
بائیں طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہی تمام جانور درندے و گزندے بھاگے چلے
آتے ہیں۔ یہ کونے میں کھڑے ہوکر دیکھنے لگا کہ شاید کوئی بھیڑیا یا اور کوئی درندہ پیچھے پڑا
ہے جو اپنا جی چھپائے گرتے پڑتے آگے چلے آتے ہیں اور انکے پیچھے ایک مہیب صورت
چھوٹا سا جانور چراغ کی سی آنکھیں سر پر دم کا چھتر کیئے چلا آتا ہے حاتم ڈرا کہ یہ کوئی
بلائے عظیم ہے کہ جس کے ڈر سے اتنے بڑے بڑے جانور دوڑے چلے آرہے ہیں۔ میں
غریب کس شمار میں ہوں پھر اپنے دل کو مضبوط کرکے خنجر کھینچکر مستعد ہو بیٹھا۔ اتفاقاً
وہ جانور اسی درخت کے نیچے آیا اور آدمی کی بو پاکر اچھلا اور چاہا کہ حاتم کو پکڑکر چیر ڈالے
وہیں حاتم نے ایسا خنجر مارا کہ دونوں ہاتھہ قلم ہوگئے اور گر پڑا اور نہایت غضب سے لپکا حاتم
نے پھر پیٹ میں خنجر مارا انتڑیاں نکل پڑیں زمین پر گر پڑا اور بیتاب کرکے دم کو اسمیں بھگوکر
ادہر ادہر زور سے پھرانے لگا حاصل کلام جہاں جہاں اسکی بوندیں پڑیں وہاں وہاں آگ
لگ گئی جب اس درخت کے پاس آگ پہنچی تو حاتم جست کرکے چشمہ میں جا پڑا جب آگ
بجھہ گئی حاتم تالاب سے نکلکر باہر آیا اور وہ جانور مرگیا حاتم نے چار دانت جو خنجر کے برابر تیز
تھے اسکے توڑ لئے اور دم دونوں کانوں سمیت کاٹ لی اور ترکش میں رکھہ کر آگے چلا۔ کئی
دن بعد ایک قلعہ دکھائی دیا اسطرف متوجہ ہوا جب نزدیک پہنچا اسے سنسان پایا اور

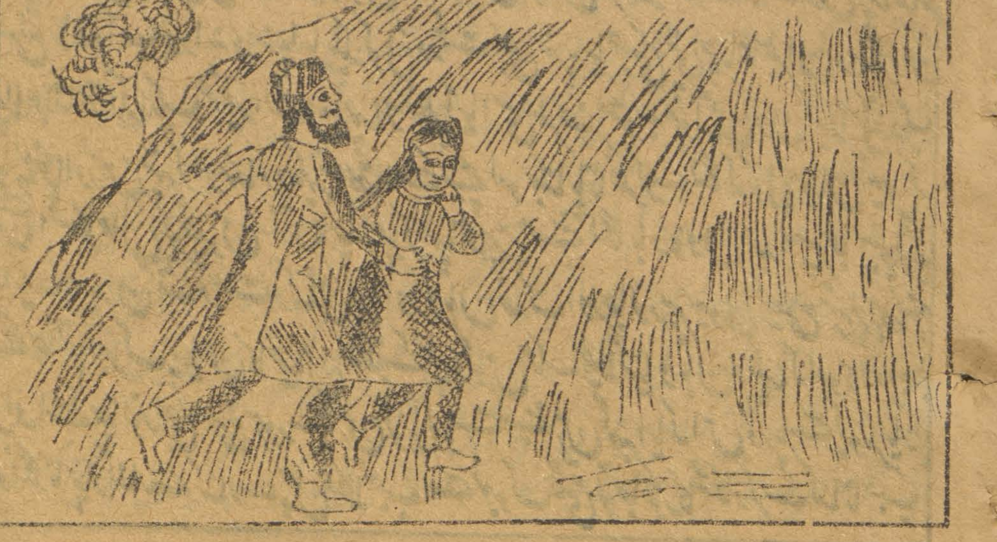
اسکے کنگورے آسمان سے لگے پائے پھر اندر جاکر دیکھا کہ بڑی بڑی عمارتیں آئینہ دار چمک رہی ہیں اور چوتڑ کا بازار نہایت صاف آراستہ ہو رہا ہے اور جس دوکان میں جو چیز چاہیے موجود ہے مگر آدمی کا نشان نہیں یہ حال دیکھکر کہا کہ اس شہر میں کوئی بلا یا دیو آیا ہے جسکے ڈر سے یہ لوگ دوکانیں چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ یہ بات دلمیں کہکر آگے بڑھا یہاں تک کہ خاص قلعہ شاہی میں جا پہنچا اسمیں بادشاہ معہ اہل و عیال و مال و اسباب سمیت رہتا تھا اور دو چار نوکر بھی بیٹھے تھے۔ حاتم کو دیکھکر ایک نوکر بولا کہ مدت کے بعد ایک مسافر شہر میں آیا ہے دوسرے نے کہا اسکو پکار دو۔ حاتم ایک دریچہ کے نیچے کھڑا ہو رہا۔ بادشاہ نے کھڑکی سے سر نکال کر پوچھا ایجوان تو کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائیگا حاتم نے کہا کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں شاہ آباد سے آیا ہوں اور کوہ ندا جاؤنگا۔ یہ بات سوچکر انہوں نے حاتم سے کہا ایجوان تو راستہ بھول گیا جو بائیں طرف کے راستہ سے آیا شاید تیری موت تجھکو یہاں لائی ہے حاتم نے کہا اگر یہی خدا کی مرضی ہے تو میں جان و دل سے حاضر ہوں لیکن تو ماجرا کہہ کہ ظاہرا دولتمند معلوم ہوتا ہے پھر قلعہ بند کیوں ہوا سچ بتا تو کون ہے اسنے کہا کہ میں اس شہر کا بادشاہ ہوں اور اس ملک میں چند روز سے ایک بلائے عظیم آتی ہے جسکی وجہ سے رعیت و سپاہ جسکی جسطرف بنی چھوڑ کر چلے گئے اور شہر ویران ہو گیا۔ لیکن اور کسی میں کوئی قصور نہیں ہے کیونکہ اس بلا سے کسی بشر کی طاقت نہیں کہ عہدہ برآ ہو سکے۔ اور میں اپنی شرم و حیائے عیال و اطفال سمیت قلعہ بند ہو کر بیٹھا ہوں اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ اسے ماروں ناچار ہو کر گوشہ گیری تو کل بجا اختیار کی۔ حاتم نے کہا بلا ہے یا دیو ہے یا کوئی درندہ عظیم ہے کہ کوئی اسکا سامنا نہیں کر سکتا۔ بادشاہ نے کہا کہ اسکا مسکن کوہ قاف ہے مگر کچھ دنوں سے اسکا گذر یہاں ہونے لگا ہے اسی کے باعث تمام ملک ویران ہو گیا ہے ہر روز ایک دفعہ آکر دو چار آدمی کھا جاتا ہے۔ مگر آجتک اسکا قدم قلعہ میں نہیں آیا۔ اسواسطے کہ اسکے گرد ایک خندق عمیق پانی سے بھری رہتی ہے۔ معلوم نہیں وہ کیا ہے۔ یہ سنکر حاتم بولا کہ اے بادشاہ تجھے مبارک ہو کہ میں جنگل میں اسکا کام تمام کیا۔ خدا مسبب الاسباب ہے کہ میں کوہ ندا کی راہ بھول کر بائیں طرف آنکلا پھر تمام ماجرہ اس جانور کا اور اپنا بیان کیا یہ سنکر وہ اپنے قلعہ سے نکلا اور حاتم کو گلے سے لگایا اور اندر لیجا کر بعزت تمام مسند پر بٹھایا۔ اور اہتمام

اقسام کے کھانے اُسکے آگے رکھے حاتم نے بہ رغبت تمام بخوبی نوشجان فرمایا اور بادشاہ بھی شریک طعام رہا۔ اور پھر آب خالص منگواکر آپ بھی پیا اور اسکو بھی پلایا اسکے بعد کہا میں کیونکر باور کروں کہ وہ بلائے بد ماری گئی تب حاتم نے اسکے کان ناک اور دانت دکھائے بادشاہ ان کو دیکھکر پاؤں پر گر پڑا اور بہت سی شکر گذاری کی پھر ہر طرف لوگوں کو شقے اور پروانے لکھکر بھیجے کہ وہ بلائے بد ماری گئی تم بیدھڑک آجاؤ اور بسر اوقات کرو حاتم نے کوہ ندا کی خبر پوچھی اسنے کہا اے جوان یہ شہر خدا کے فضل سے آباد ہو جائیگا اسے اپنا ہی سمجھو اور یہیں بود و باش اختیار کرو۔ میں اپنی بیٹی تمہاری خدمت میں دیتا ہوں قبول کرو۔ حاتم نے کہا جبتک میں بندگان خدا کے کاموں سے فراغت نہ پاؤنگا دنیا کا عیش و آرام حرام جانتا ہوں۔ بادشاہ نے یہ سُنکر کہا آفریں ہے تیری ہمت پر اور ایک رہبر کو ساتھ کرکے رخصت کیا تھوڑی دور جاکر اس سے کہا اے حاتم کوہ ندا کی یہی راہ ہے اب بیدھڑک سڑک پر چلا جا۔ حاتم اسکو رخصت کرکے اُدھر متوجہ ہوا چند روز بعد ایک شہر میں پہنچا وہاں کے لوگ اسکو حاکم کے پاس لے گئے۔ اُسنے پوچھا۔ اے مسافر کہاں سے آیا ہے کیونکہ اس شہر میں سکندر بادشاہ تشریف لائے تھے یا اب تو آیا ہے اس کا سبب جلد بتا۔ حاتم نے کہا کہ مجھکو حسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی نے بھیجا ہے کہ کوہ ندا کی خبر ٹھیک ٹھیک لادے۔ حق تو یہ ہے کہ یہاں تک آنے میں مینے بہت رنج کھینچے ہیں اب اس بات کا خواہاں ہوں کہ اگر تم اس بھید سے آگاہ ہو تو للہ بتادو یہی بندہ پروری ہوگی اور میری مصیبت راحت سے مبدل ہو جائیگی۔ رئیس شہر نے کہا کہ کوہ ندا کا ایسا راز نہیں جو میرے طور سے بیان ہو جائے اگر چند روز یہاں رہیگا تو معلوم ہو جائیگا اسنے کہا بہت اچھا رئیس نے مکان رہنے کو دیا اور دونوں وقت آب و طعام گرم و سرد بھیجنے لگا۔ ایکدن حاتم سو دو سو آدمیوں میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا اتنے میں کوہ ندا کا ذکر آگیا ان لوگوں سے کہا کہ کوہ ندا کو سنا ہے انہوں نے کہا کوہ ندا وہ ہے کہ جسکے قلعے کی دیوار آسمان سے باتیں کر رہی ہیں اور اس سے خودبخود ایک آواز آتی ہے یہ اسی گفتگو میں تھا کہ ایک آواز اس پہاڑ سے آئی "یا اخی یا اخی" اس مجلس میں سے ایک جوان اٹھکر دوڑا۔ لوگوں نے اسکے وارثوں سے کہا کہ فلاں شخص کی کوہ ندا پر طلبی ہوئی وہ چلا اس بات کو سنکر وہ سب دوڑے ہوئے آئے اور دیکھا کہ اسکا منہ سرخ ہو رہا ہے لوگ اسکے گرد

ہیں وہ بے اختیار کوہ ندا کی طرف جاتا ہے یہ دیکھکر حاتم نے پوچھا کہ اسکو بیٹھے بٹھائے کیا
ہوا کہ یہ دیوانوں کی طرح دوڑتا جاتا ہے نہ کچھ کہتا ہے نہ سنتا ہے لوگوں نے کہا اسکو کوہ ندا
کی آواز ہے کہ جلدی آ۔ حاتم نے وہیں کہا بارے معلوم ہوا کہ کسی نے بلایا ہے جو ایسا اڑا جاتا ہے
یہ سوچکر اسکو پکڑ لیا اور کہا اے بھائی یہ بات مروت سے بعید ہے جو تو نہیں بتاتا کہ تجھے
کسنے بلایا ہے غرضکہ ہر چند سر پٹکا مگر اس نے جواب نہ دیا اور ہاتھ جھٹک کر پہاڑ کے نیچے
جا پہنچا حاتم بھی اسکے پیچھے پیچھے چلا گیا کہ یکایک حاتم کی نظر سے وہ پہاڑ غائب ہوگیا
اسنے ہر چند نظر گرد و گرد دیکھا مگر رنگین پتھروں کے سوا کچھ نظر نہ آیا تب حیران ہوکر شہر
میں پھر آیا آخر ہر شخص نے اپنے گھر میں آکر کھانا بانٹا اور خوشی کی تب حاتم نے کہا کہ تم میں سے
کسی کو بھی معلوم ہوا کہ اسپر کیا گذری۔ انہوں نے کہا کہ اے حاتم ہمارے ملک کی یہ رسم نہیں
یہ سنکر حاتم آبدیدہ ہوکر افسوس کرنے لگا تب انہوں نے کہا اے حاتم ہمارے ملک کی یہ رسم نہیں کہ
کوئی کسی کو روئے یا غم کرے تو بھی ہمارے طریق پر رو نہیں تو اس بستی سے نکالا جائیگا یہ سنکر
وہ آنسو پی گیا اور دل ہی دل میں رنج کرنے لگا انہوں نے متفکر دیکھکر کہا اے عزیز تب کیوں
متفکر ہے کوہ ندا کا یہی حال ہے جو دیکھا۔ حاتم بولا میں نے کیا خاک دیکھا معلوم بھی نہ ہوا میں
اسی حیرت میں ہوں کہ حسن بانو کو جا کر کیا جواب دونگا۔ غرضکہ چھ ماہ حاتم وہاں ملک
میں گذر گئے اس عرصہ میں اسیطرح پندرہ آدمی اس پہاڑ پر گئے اور پھر نہ آئے اتفاقاً
ایک شخص حاتم نام کا وہاں تھا۔ حاتم میں اور اسمیں نہایت دوستی تھی اور نسبت بھی تھی
تھی۔ وہ دونوں رات و دن ایک ہی جگہ رہتے تھے اور بہت سے لوگ بھی انکی ہم صحبت
تھے کہ ناگاہ کوہ ندا سے آواز آئی "یا اخی یا اخی" اس آواز کو سنکر وہ بیچارہ اس پہاڑ کیطرف
متوجہ ہوا اسکے خویش و اقربا کو خبر پہنچی کہ حاتم بلایا گیا ہے سب آکر جمع ہوئے اور اسے
گھیر لیا۔ تب حاتم کہنے لگا یہ بھی اسیطرح چلا جائیگا۔ افسوس ہے کہ اس سے بہت محبت ہوگئی
تھی اب یہ بھی جدا ہوتا ہے۔ میں اب اسکو ہرگز نہ چھوڑونگا۔ اس بات کو دل میں ٹھہرا کر
اس کے ہمراہ ہی ہو لیا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر پہاڑ کیطرف بھاگا۔ ہر چند کہتا تھا کہ اے بھائی یہ کیا احوال
ہے کہ کون کھینچے لئے جاتا ہے وہ کچھ جواب نہ دیتا تھا آخر جھنجھلا کر کہا اے بے مروت پہلے
دوستی تھی آخر تم ایک مدت تک ہم نوالہ و ہم پیالہ رہے۔ اب ایک بات سے بھی گئے
تیری زبان کیوں بند ہوگئی سچ کہہ تجھے کون کھینچتا ہے اور تو کدھر جاتا ہے اس نے کچھ جواب

نہ کیا کہ کون ہے اور کیا کہتا ہے۔ بلکہ حاتم سے اپنا ہاتھ چھڑانے لگا۔ یہاں تک زور کیا کہ ہاتھ
چھٹ گئے اور حاتم زمین پر گر پڑا۔ تب وہ کوہ ندا کی طرف افتان و خیزاں روانہ ہوا اور اسکے
پیچھے حاتم بھی اُٹھکر چلا ایک دم میں دونوں آگے پیچھے پہاڑ کیجانب روانہ ہوئے حاتم نے
اچھلکر اسکی کمر زور سے پکڑ لی۔ ہر چند اس نے چاہا کہ اسکو جدا کرے لیکن جدا نکر سکا۔ آخر گرتے پڑتے
دونوں لپٹے لپٹائے اسکے اندر جا پہونچے اور لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگئے لوگ
ناچار ہوکر حاتم کا افسوس کرنے لگے اور شہر میں آئے اور حاکم کو خبر کی کہ مسافر بھی حاتم کیساتھ
پہاڑ پر گیا۔ یہ سنکر حاکم غصہ ہوکر ان لوگوں سے کہنے لگا کہ اے نادانوں آجتک بلائے کوئی
پہاڑ پر نہیں گیا تمنے اسکو کیوں جانے دیا۔ اس غریب کا وبال تمہاری گردن پر ہوا
انہوں نے کہا کہ خداوندا ہمنے تو اسے بہتیرا سمجھایا کہ تو وہاں نہ جا۔ اسنے ہمارا کہنا نہ مانا
اور کہا کہ وہ میرا یار جانی ہے میں اسکو تنہا نہ چھوڑونگا بلکہ جو مصیبت اسپر پڑیگی میں بھی
اسمیں شریک ہونگا غرض یہ باتیں کرکے رئیس اور رعیت سب سب حاتم کو یاد کرکے کرنے
لگے اور وہانکا یہ حال ہے کہ جب وہ دونوں کھڑکی سے آگے بڑھے تو ایک میدان وسیع میں
جا پہنچے وہاں ایک ایسا سبزہ زار نظر آیا کہ نظر کام نکرتی تھی گویا فرش زمرد ین چاروں طرف
بچھا ہے پر تھوڑی زمین اس میں باقی تھی اس جوان نے اُسمیں پاؤں رکھا ہی تھا کہ چٹ جا

تصویر حاتم طائی کا حاتم ثانی کی کمر سے لپٹ کر کوہ ندا پر چڑھنا



پڑا حاتم نے چاہا کہ اسکو اُٹھائے کہ اتنے میں اسکا منہ زرد ہو گیا اور آنکھیں پتھرا گئیں ہاتھ پاؤں
سرد ہو گئے اس کا یہ حال دیکھکر حاتم نے دلمیں کہا کہ یہ مر گیا۔ آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور رونے
لگا کہ اتنے میں زمین ترخی اور وہ سما گیا وہیں وہ جگہ سبز ہو گئی۔ اس ماجرے کو دیکھکر حاتم نے
سجدہ شکر ادا کر کے کہا کہ دنیا فانی ہے سب کو فنا ہونا ہے واقعی کوہ ندا کی کیا حقیقت کیفیت یہ ہے
بس اب یہاں سے چلیے یہ ذہن نشین کر کے روانہ ہوا تمام دن پھرا مگر اس کھڑکی کا پتہ نہ لگا
کہنے لگا کہ خدا جانے کھڑکی کیا ہوئی اور قلعہ کدہر گیا۔ چند روز تک بے آب و دانہ پھرتا رہا غرض
جینے سے مایوس ہو کر دلمیں کہنے لگا کہ حاتم تیری موت یہاں لائی ہے جو تو بے بلائے یہاں
آیا کیونکہ نہ وہ قلعہ نظر آتا ہے نہ پہاڑ دشہرا اتنے میں دریا کے کنارے پر جا پہونچا تو دیکھا کہ وہ بڑے
زور شور سے بہتا ہے اور اسکا چھور نہیں ملتا۔ یہ متفکر ہو کر کہنے لگا الٰہی اس سے اب کیونکر پار
اتروں تیرے سوا کون بیڑا پار کریگا اتنے میں ایک ناؤ نظر پڑی کہ ادہر چلی آتی ہے اسنے جانا
کہ کوئی ملاح لیے آتا ہے۔ جب کنارے پر آ لگی تو اسپر کسی کو نہ دیکھا متعجب ہو کر شکر خدا بجا لایا اور
اسپر سوار ہو کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک دسترخوان میں کچھ لپٹا دہرا ہے۔ بھوکا تو تھا ہی فوراً اسے
کھولا تو دو روٹیاں اور مچھلی کے کباب گرما گرم پائے حاتم نے کھانا چاہا کہ خیال آیا کہ ملاح
نے اپنے لیے نہ رکھا ہو پرایا حق کھانا اچھا نہیں اتنے میں ایک مچھلی نے سر نکالکر کہا اے حاتم
یہ تیرا ہی حصہ ہے کچھ اندیشہ نکر یہ کہکر غوطہ مار گئی حاتم نے اسکو کھا کر خدا کا شکر کیا۔ وہیں ایک
آندھی چلی کہ تین دن میں کشتی کو کنارے پر لیگئی حاتم اس پر سے اُترا اور شہر کی راہ تلاش
کرنے لگا کہ اس جوان کی حقیقت لوگوں سے بیان کردں غرضکہ سات رات دن چلا گیا مگر
سراغ راہ و آب و دانہ کا نہ پایا بلکہ کوئی درخت بھی نہ پایا جسکی تلے چھپتا حیران و سرگردان
چلا جاتا تھا کہ ایک عظیم الشان پہاڑ نظر آیا اسی طرف متوجہ ہوا تین دن بعد اسکے نزدیک
جا پہنچا اور جس پتھر کو اوٹھا کر دیکھتا تھا اسکے نیچے لہو بہتا پاتا فکر کرنے لگا کہ کوئی یہاں نہیں کہ
جس سے اسکا حال پوچھوں۔ آخر ناچار ہو کر پہاڑ پر چڑھنے لگا بارہ دن بعد اسپر جا پہنچا دیکھا
کہ ایک میدان کف دست دکھائی دیا اور وہاں خاک اور جانور ہر بوٹی کیطرح سُرخ ہو رہے
تھے حاتم بھوک پیاس کا خیال نہ کر کے چھ کوس تک چلا گیا وہاں دیکھا کہ لہو کا دریا بہہ رہا
ہے اور اسکے جانور بھی سرخ ہو رہے ہیں گویا لہو سے بنے ہیں گھبرایا کہ اس دریا سے کیونکر پار
ہونگا ناچار کنارے کنارے چل نکلا جب اسے بھوک لگتی تو جانور کا شکار کر کے کھاتا جب

پیاس لگتی مہرہ منھ میں رکھ لیتا۔ ایک مہینہ اسی طرح گذر گیا۔ یکایک اس جگہ پہنچا کہ جہاں
دریائے خون کے سوا زمین نہ تھی۔ نہ درخت نہ چرندے نہ پرندے تھے جی میں کہنے لگا اے حاتم
تونے یہ رنج والم سہے کہ پاؤں چلنے سے رہے اگر دس برس تک یوں ہی پھریگا دریائے خون
کے سوا کچھہ نہ دیکھیگا۔ خدا کے کارخانہ میں دم مارنا آسان نہیں اور جن چیزوں کو اس نے
چھپایا ہے اسکا راز کہہ لینا امکان بشر میں نہیں۔ اگر وہی فضل کرے تو یہاں سے سلامت
منزل مقصود پر پہنچے حیف ہے کہ میری شامت وہاں پر تیری راہ تک رہا ہے اور تو اس گرداب بلا میں پڑا ہوا سسک
رہا ہے لیکن اس سے سخت حیرانی ہے کہ وہ نداکی خبر حسن بانو کو کیونکر ہو۔ وہ جن لوگونکو خبر لانیکے لئے بھیجی
ہے اور بیابان سخت میں ڈالتی ہے محروم ہی پھر گئے ہونگے۔ اسی اودھیڑبن میں تھا کہ کچھ دریا
میں نمودار ہوا حاتم اسکی طرف بغور دیکھنے لگا کہ یہ شاید کوئی جانور ہے یا لکڑ بہا چلا آتا ہے اور
جب قریب آیا تو دیکھا کہ کشتی تھی۔ خدا کا شکر کرکے اسپر سوار ہو گیا۔ پھر ویسی روٹیاں بدستور
پائیں بے تامل خدا کا شکر کیا۔ جب کشتی منجدھار کے قریب پہنچی زور سے ہوا چلی اور موجیں
اُٹھنے لگیں حاتم ڈر کر خدا کو یاد کرنے لگا اور آنکھیں بند کرکے ناؤ میں لیٹ گیا۔ جب وہ کشتی
منجدھار میں آئی تب اسکی لہریں مانند شعلۂ آتش بلند ہوئیں کہ بام فلک تک جانے لگیں
اور حاتم بھی بیحواس ہو گیا قریب تھا کہ ڈوب جائے غرض سات دن اسی تلاطم میں
گذر گئے آٹھویں دن کشتی کنارے پر آلگی حاتم اُترا ناؤ اُلٹی پھر گئی کنارے کنارے چلنے لگا اور
دل میں کہتا کہ یہ راز کچھہ نہ کھلا کہ کشتی کون لایا اور روٹی وکباب کون دھر گیا۔ غرضکہ سات دن
تک برابر چلا گیا یکایک ایک چیز سفید مانند امواج دریا نمایاں ہوئی حاتم جھجک کر رہ گیا
آگے بڑھکر گیا دیکھتا ہے کہ ایک دریا نہایت شفاف لہریں لے رہا ہے اور ایسا چمکتا ہے کہ گویا
چاندی گلا کر بہائی ہے۔ حاتم تشنگی سے جان بلب تھا کنارے پر بیٹھکر پانی میں ہاتھ ڈالا۔ اور
جب نکالا تو ہاتھ چاندی کا ہو گیا۔ ہر چند دوسرے ہاتھ سے پاک کیا لیکن وہ اسی طور پر رہا
بلکہ بوجھل ہو گیا۔ تب حاتم نے کہا یہ عجب دریا ہے اگر غوطہ ماروں تو چاندی کا ہو جاؤنگا
لیکن مارے بوجھہ کے چلنا پھرنا مشکل ہو گا۔ آخر سر بزانو ہو کر بیٹھہ گیا۔ جوش اضطراب
سے کبھی داہنی طرف دیکھتا تھا اور کبھی بائیں طرف اور کبھی گریبان میں منہ ڈالتا تھا
اتنے میں ایک کشتی کنارے پر آئی۔ ہوش میں آکر بسم اللہ کرکے چڑھ بیٹھا۔ ایک طباق
گرما گرم حلوے کا نظر آیا حاتم خوب سا کھا کر اور پاؤں پھیلا کر سو رہا کئی دن بعد کشتی کنارے

پر جا لگی پہ موچھیں آ کر اُترا - ایک پہاڑ نمودار ہوا جب وہ تین دن کی راہ پر گیا سنگریزے
سرخ و سفید نظر آنے لگے آگے بڑھا تو الماس و زمرد جا بجا پڑے تھے تھوڑا سا جواہر قسم اول کا
اُٹھا کر جیب میں ڈال لیا اور آگے چلا تھوڑی دور جا کر کیا دیکھتا ہے کہ یہاں پر اس سے بھی زیادہ
بیش قیمت جواہر بہت پڑا ہے پہلے کو پھینک کر اسکو جیب و دامن میں بھر لیا اور دل میں کہا اگر یہ
جواہر شہر میں پہنچے تو انکی قیمت کوئی نہ دے سکیگا اسی خیال میں چلا گیا - آخر اسکے بوجھ سے
تھک کر ایک جگہ بیٹھ گیا اور کئی لعل و جواہر بیش قیمت چنکر باقی پھینک دئے اور چل نکلا پھر
ایک چشمہ پر پہنچا بیٹھکر ہاتھ دھوئے تو بایاں ہاتھ جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا صرف ناخن چاندی
کے رہے خدا کا شکر کرکے کہنے لگا کہ یا الٰہی اس دریا میں تو ہاتھ چاندی کا ہو گیا - اس چشمہ میں
اصلی حالت پر ہو گیا اسکا کیا سبب ہے - اتنے میں رات ہو گئی تو اسی جگہ پڑا رہا یکایک دو شخص
اس چشمہ سے نکلے کہ جنکے سر مثل ہاتھی کے اور ناخن شیر کے سے تھے رنگ نہایت سیاہ حاتم
ڈر کر کھڑا ہو گیا کہ کیا بلا ہے - اگر بھاگوں تو شرم دامنگیر ہوتی ہے اور ٹھہروں تو ٹھہر نہیں سکتا -
دیکھئے تقدیر میں کیا لکھا ہے یکایک تیر و کمان اوٹھا کر تیر مارا ایک تیر انہیں سے پکڑ لیا چاہا کہ دوسرا
تیر مارے انہوں نے فریاد کی اے حاتم طائی تو اپنی جان کے خوف سے ہمیں مارتا ہے ہم بھی
خدا کے بندے ہیں تجھے ایذا دینے نہیں آئے ہیں یہ سنتے تیر و کمان کو ہاتھ سے ڈالدیا اور
سر جھکا کر بیٹھ گیا پھر دل میں اندیشہ کیا کہ انکو تجھسے کیا کام ہے جو ادھر آتے ہیں ایک تیر انہوں نے
درمیان ہی میں پکڑ لیا اور دوسرا مارنے لگا تو نکالا بیکار گرا ہو گا اتنے میں وہ قریب آ کر کہنے
لگے کہ اے حاتم تجھکو شرم نہیں آتی جو جواہر کی لالچ کی وہ بولا ہمنے کسکا جواہر لیا - انہوں نے کہا
فلاں جنگل سے جو جواہر لایا ہے اور تیرے پاس موجود ہے حاتم نے کہا اے یارو خدا کا ملک
وسیع ہے اگر ہمنے لیا تو کسی کا کیا لیا - کچھ تمہارا تو نہیں ہے - انہوں نے کہا یہ سچ ہے لیکن اگر
سلامت جانا چاہتا ہے تو اس جواہر سے ہاتھ اٹھا یہ سنکر حاتم نے جواہر پھینک کر کہا کہ تم
ہی لیجاؤ لیکن حیف ہے کہ میں اسکو بہت دور سے لایا ہوں اور بڑی محنت و مشقت کے
ساتھ کیا ہم نے بڑا ظلم کیا کہ اسکو مجھ سے لیا ہے کہ کوئی چھوڑ کر اسکو نہیں لایا تھا اور کسی کی
محنت غارت نہ کیجئے انہوں نے کہا اگر اٹھانا تیری قسمت میں ہوتا تو بھی نہیں پہنچا سکتے
کسی کے بے سبب مال اٹھانا اور اپنے پاس رکھنا کب روا ہے - بلکہ محنت کی گنہگاری دیتی
ہے حاتم یہ بات سنکر چپ ہو رہا - صرف ایک الماس ایک زمرد ایک لعل چھپا لی

اپنی قیمت میں سب سے بیش قیمت تھا اسکو دیکر کہا تجھکو بھی بس ہے لے اُسنے لیلیا اور کہا ای بندگان خدا مجھکو راہ بتادو کہ میں اپنے ملک کو پہنچوں وہ بولے ای جوان غنیمت جان جو تو صحیح و سالم واپس آیا اور جیتا جاگتا پھرا۔ کیونکہ اس حد سے کوئی جان سلامت لیکر نہیں گیا اب اسقدر اندیشہ نکر تیری عمر بڑی ہی اس سے آگے ایک جواہر کا دریا ملیگا اسکے بعد دریائے آتش ہی اگر ان سے صحیح و سالم اتر گیا تو مقرر اپنے ملک میں پہنچے گا مگر کسی چیز کا لالچ نکرنا کیونکہ اسی میں تیری سلامتی ہی۔ خدانخواستہ کسی چیز پر دل دوڑائیگا تو اپنے کئے کی سزا پائیگا یہ کہکر پانی میں جاکر اسکی نظر سے چھپ گئے حاتم نے اسی مقام پر بیٹھکر تمام رات اللہ اللہ کیا صبح کو وہاں سے آگے بڑھا تھوڑی دور گیا تھا کہ ایک دریا آب زر کا دکھائی دیا اس سے صحیح و سالم پار اتر گیا چند روز بعد ایک اور دریا نظر آیا اور اسکو دیکھکر خوش ہوا اسواسطے کہ بہت پیاسا تھا جب کنارے پر پہنچا تو دیکھا کہ ہزاروں موتی سنگریزوں کیطرح پڑے تھے اور ہر ایک انڈہ کی برابر تھا کہ انکی چمک سے آنکھیں جھپکی جاتی ہیں اور قیمت کا کچھ ٹھکانا نہ تھا حاتم لالچ میں آکر چاہتا تھا کہ دس بیس اُٹھالے کہ اتنے میں ان دونوں کی نصیحت یاد آئی ڈرکر اس حرکت سے باز رہا اور اسکے کنارے بیٹھ گیا دیکھا کہ اسکا پانی دودھ اور شہد کی مانند ہے پیاسا تو تھا ہی خوب سیر ہوکر پیا اور آگے بڑھا کہ ایک روشنی دور سے نظر آئی گویا کہ ایک طبقہ سونیکا ہوا میں چمکتا ہی اسی طرف چلا ایک مہینے کے بعد قریب جا پہنچا دیکھا کہ ایک سونیکا پہاڑ جھمجھماتا ہے یہ اُسپر چڑھ گیا۔ وہاں ہر درخت سونیکا پھولا پھلا دیکھا متعجب ہوکر اسکی طرف چلا گیا ایکایک میدان نہایت وسیع نظر پڑا۔ اسکی تمام زمین سنہری تھی پھر آگے بڑھا تو سونیکا ایک محل نہایت خوش اسلوب دیکھا جب قریب پہنچا دروازہ کھلا پایا اندر گیا وہاں باغ نہایت پرفضا اور گل و ثمر سے بھرا نظر آیا اسمیں سونے کے ہزاروں درخت چمک رہے تھے حاتم دیکھکر حیران ہوا اور تھوڑا سا سیر و کیا پایا ایک حوض سنہری زمین کا نظر آیا اسکے کنارے پہنچکر دل میں سوچا کہ یہ باغ کسکا ہے کس سے پوچھوں کہ اتنے میں کئی پریاں آئیں اور حاتم کو دیکھکر مسکرائیں اور بولیں کہ اس مکان میں آدمزاد کہاں سے آیا حاتم بھی انکا حسن دیکھکر حیرت میں آیا حاتم کو انکی زرین پوشی کی یاد آئی کہ اسکا حسن بھی ایسا ہی تھا خدا خیر کرے دیکھو اسکا حال جیسا ہو آدمزاد کہتے ہیں کہ القصہ اسنے پوچھا کہ ای خدا کے بندو تم کون ہو اور یہاں کا بادشاہ کون ہے انھوں نے کہا کہ یہ محل پری نوش لب

کا ہی اتنے میں وہ آپہنچی حاتم اسکو دیکھکر بیہوش ہو کر گر پڑا اس پری نے گلاب پاش منگوا کر اُسکی
مُنہ پر چھڑکا وہیں ہوش آیا تو پوچھا ایجوان تو کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائیگا۔ حاتم نے اپنا تمام
حال بیان کر کے کہا کہ اس مکان کا مالک کون ہے اور اس پہاڑ کا کیا نام ہے اُسنے کہا کہ اسکو کوہ
زرین کہتے ہیں اور یہ مکان شاہ پال بادشاہ کا ہے اور اوسکی بیٹی کا آسا نام ہے میں بھی اسکی

تصویر وارد ہونا حاتم کا ایک حوض پر اور آنا پری نوش لب کا اور تخت پر بیٹھکر اسکا حال پوچھنا



خواص ہوں چنانچہ ساتواں روز میری باری کا ہے۔ اس روز میں اسکی خدمتمیں حاضر ہوتی ہوں
اور یہ مکان کوہ قاف سے تعلق رکھتا ہے۔ اگرچہ دنیا کی حد میں ہے یہ جو دور سے دکھائی دیتا
ہے اسی کا قلعہ ہے چنانچہ چار روز تک حاتم مہمان رہا ہر قسم کے میوے کھائے انہوں نے بہت
سی خاطر داری کرکے کہا کہ یہ مکان تمہارے رہنے کے قابل نہیں خیریت اسی میں ہے کہ یہاں سے تشریف لیجا
حاتم اس پری سے رخصت ہو کر پہاڑ ہی پہاڑ چلا دس دن کے بعد ایک جنگل میں پہنچا
وہاں ایک دریا سونیکا دکھائی دیا کہ اس کا پانی آسمان تک لہریں لے رہا تھا اسکے کنارے
پر بیٹھکر سوچا کہ اس سے کیونکر پار ہوجئے۔ اتنے میں ایک ناؤ کنارہ پر آئی حاتم خدا کا شکر
کرکے اسپر بیٹھ گیا وہیں ایک طباق گرم گرم حلوے سے بھرا نظر آیا بھوکا تو تھا ہی کمال رغبت
سے کھا کر چاہتا تھا کہ پانی پئے ڈرا کہ مبادا ہاتھ سونیکا نہ ہوجائے ہاتھ کھینچلیا اور ناؤ
سے کٹورا نکالکر بھرا تشنگی غالب تھی تھوڑا پانی حلق کے اندر ٹپکایا اتنے میں دیکھا کہ کٹورا

اور چار دانت سونے کے ہوگئے غرض چالیسویں دن کشتی کنارے پر پہنچی۔ حاتم نے اتر کر خدا کا شکر
کیا اور آگے بڑھا سات روز تک برابر چلا گیا اور ایسے عجائبات دیکھے کہ اپنی عمر میں کبھی نہ دیکھے
تھے اور نہ سنے تھے۔ آٹھویں دن پتھروں کے میدان میں جا پہنچا۔ وہاں کا ہر ایک کنکر ایسا
گرم تھا گویا آگ سے ابھی نکلا ہے بہ مشکل تمام چند قدم چلا آخر طاقت نہ رہی مجبور ہو کر بیٹھ گیا۔ تمازت
گرمی کے تمام بدن جل اٹھا۔ تب تو بیقرار ہو کر مہرہ منہ میں رکھ لیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا نکال لیا
اور مثل ماہی بے آب تڑپنے لگا اور بیہوش ہو کر قریب المرگ پہنچا منہ سے زبان باہر نکل آئی
اتنے میں وہی دونوں شخص جو جواہر لیگئے تھے ظاہر ہوئے اور حاتم کو اٹھا کر آب شیریں و سرد
پلایا۔ حاتم نے ہوش میں آکر آنکھیں کھولدیں اور دیکھا تو وہ دونوں شخص نظر آئے بولا کہ اے
یارو آفریں ہے کہ وقت پر آئے اور مدد کی اب بتاؤ کدھر جاؤں یہ گرمی کس سبب سے ہے انہوں
نے کہا کہ اس سے آگے دریائے آتش ہے یہ گرمی اسی کے باعث سے ہے پر راستہ یہی ہے چلا
جا۔ خدا کی قدرت سے اپنے ملک میں پہنچیگا راہ بتانا ہمارا کام نہیں مگر ہو سکتا ہے کہ یہ آگ
وہمی ہو جائے اسنے کہا کہ تم سے جو کچھ ہو سکے قصور نہ کرو دینی احسان ہے انہوں نے ایک مہرہ
حاتم کو دیا اور کہا کہ آگے دریائے آتشیں ہے اگر اسکو منہ میں رکھ لیگا آگ اثر نہ کریگی ٹھنڈے
ٹھنڈے چلا جائیگا پر یہ یاد رہے کہ پار ہوتے ہی اس مہرہ کو پھینکدینا یہ کہکر غائب ہوگئے وہ
رات کو وہاں رہا صبح کو مہرہ منہ میں رکھکر آگے چلا تین روز میں آگے پہنچا تو سامنے آگ کے شعلے
نظر آئے یہ درود اور نعمت للہ کہکر آگے بڑھا جب کنارے پر پہنچا تو دیکھا کہ لپٹیں مانند شعلہ کے
آسمان تک جاتی ہیں اور آتی ہیں حاتم کبھی آسمان کو دیکھتا تھا کبھی زمین کو اتنے میں ایک
ناؤ کنارے پر آئی حاتم نے کہا اسمیں بیٹھنا آپ کو دیدہ و دانستہ آگ میں ڈالنا ہے پر کیا کروں
کہ راہ یہی ہے خدا آسان کریگا جو اسکی رضا ہے ہو تو راضی رہنا چاہیے مہرہ منہ میں رکھکر کشتی
میں جا بیٹھا اتنے میں ایک قاب نان و کباب سے بھری ہوئی دیکھی بے اختیار ہو کر پیٹ بھر
کھایا۔ غرضکہ کشتی چلی جاتی تھی اور یہ ڈر کے مارے آنکھیں نہ کھولتا تھا جب کبھی کھل جاتیں
تو جان نکلنے لگ جاتی تھی قصہ کوتاہ ناؤ بیچ دھار میں آکر چکی کیطرح پھرنے لگی حاتم نے جانا کہ
اب ڈوبی آنکھوں پر پٹی باندھکر خدا کی یاد میں مشغول ہوا خدا کے فضل سے کشتی کنارے پر آلگی
حاتم اترا اور آنکھیں کھولکر دیکھا تو نہ وہ دریا ہے نہ کشتی ایک سہانا جنگل نظر آتا ہے مہرہ کو منہ
سے نکالکر پھینکدیا اور آگے چلا تھوڑی دور جاکر معلوم ہوا کہ سواد یمن ہے خوش ہو کر شکر خدا کا کیا اور

ایک گاؤں میں جاکر ایک کسان سے پوچھا کہ یہ نواح کس شہر کی ہے اسنے کچھ جواب نہ دیا
اور اسکا منہ تکنے لگا حاتم نے پوچھا اے عزیز کیا تو بہرا ہے اسنے کہا تیری صورت میں اپنے
بادشاہ حاتم کی سی دیکھتا ہوں حاتم نے کہا تو کون ہے اور اسجگہ کا کیا نام ہے وہ بولا یہ ملک یمن
ہے اور حاتم ہمارا شہزادہ ہے اسکا باپ طے نام یہاں کا بادشاہ ہے لیکن شہزادہ سات برس سے اس
ملک سے چلا گیا ہے ایکمرتبہ اسکی خبر ملکہ زرین پوش سے ملی تھی اس سے ہر شخص کو تسکین ہوئی
تھی اب تو اسکے والدین اور اقربا کا برا حال ہے خصوصاً ملکہ زرین پوش کی تو جان پر آبنی ہے
دیکھیے اسکی ملاقات تک زندہ بھی رہ سکتی ہے یا نہیں حاتم نے کہا کہ چند روز ہوئے کہ میں
تمہارے شہزادے سے ملا تھا وہ خیریت سے ہے تو اسکی طرف سے سب چھوٹے بڑوں
سے سلام دعا کہکر کہیو کہ وہ شاہ آباد کی طرف گیا ہے اور کہا کہ میں بہت پیاسا ہوں تھوڑا
سا پانی پلاؤ وہ جلدی سے ایک پیالہ دودھ کا ایک چھاچھ کا لایا حاتم نے نہایت مزے سے پیکر کہا
کہ شکر ہے کہ پینے عدت بعد اپنے شہر کو دیکھا پھر اٹھکر شاہ آباد کیطرف چلا تھوڑے دنوں میں
وہاں جا پہنچا لوگوں نے اسکی خبر حسن بانو کو کر دی پردہ کر کے اندر بلایا اور کرسی زرین پر بٹھا کر
کہا آفرین ہے تجھپر کیا خوب ہوا جو تو آیا بارے کوہ ندا کے بھید سے آگاہ کر حاتم نے تمام قصہ کہہ
سنایا۔ حسن بانو نے کہا سچ کہتا ہے ولیکن کچھ نشان بتا کہ یقین آئے حاتم نے ہاتھ دکھا کر کہا
کہ یہ سب چاندی کا ہو گیا تھا پر میں ایکدن آب زلال کے چشمہ پر پہنچا اور اسکو دھویا تو یہ
اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ لیکن ناخن ابتک چاندی کے ہیں دوسرا نشان یہ ہے کہ دریائے
زرین کے پانی سے چار دانت سونے کے ہو گئے ہیں اور وہ تینوں قسم کے جواہر بھی دکھائے
تب حسن بانو نے بہت سی آؤ بھگت کی اور پر تکلف کھانا کھلانا چاہا حاتم نے کہا یہ کھانا میرے
ساتھ کر دو کاروانسرائے میں جاکر منیر شامی کیساتھ کھاؤنگا پھر وہاں آکر منیر شامی سے
ملا اور کھانا کھایا اور اپنی سرگذشت بیان کی اسنے اسکی تعریف کر کے عذر کیا حاتم نے دو تین
روز آرام کر کے حمام کیا اور نئے کپڑے پہنکر حسن بانو کے پاس گیا دربانوں نے خبر کی اسنے پردہ کیا
اور بلا کر کرسی جواہر نگار پر بٹھایا حاتم نے کہا کہ صاحب اب چھٹا سوال کیا ہے کہو تاکہ میں پورا
کروں یہ سنکر حسن بانو نے کہا کہ ایک موتی میرے پاس ہے اسکے برابر کا دوسرا تلاش کر کے
لاوے حاتم نے کہا کہ میں اسے دیکھ لوں اسنے منگا کر دکھا دیا سچ تو یہ ہے کہ مرغابی کے
انڈے کے برابر تھا۔ حاتم نے کہا کہ یہ میں جانتا ہوں کہ تو مجھکو نہ دیگی۔ مگر نمونہ حوالہ کر کہ میں

اتنا بڑا موتی اپنی عمر میں دیکھا نہ سنا خدا جانے کس دریا میں اور کس جگہ پیدا ہوتا ہے منیر شامی نے
کہا جہاں یہ موتی پیدا ہوتا ہے اس مقام کو تلاش کرو تب جاؤ حاتم نے کہا اسکا پوچھنا مشکل
نہیں میرا خدا مجھکو وہاں پہنچا دیگا۔ جسنے اتنی مشکلیں آسان کی ہیں وہ اسے بھی آسان
کر دیگا یقین ہے کہ میں اس دریا پر پہنچکر ایسا موتی لے آؤنگا خدا پر بھروسہ کئے ہوں اور اسکے سوا
کسی پر بھروسہ نہیں رکھتا منیر شامی سے رخصت ہوکر موتی کی تلاش میں روانہ ہوا جب شاہ
آباد سے روانہ ہوا پانچ چھ کوس جا کر ایک پتھر پر سر بزانو ہو کر دلمیں غور کرنے لگا کہ یا الٰہی ایسا

چھٹا سوال حاتم کے جانے اور مرغابی کے انڈے کے برابر موتی لانیکا

موتی کس دریا میں نکلے گا مگر تو ہی فضل کرے تو وہ گوہر نایاب ہاتھ لگے اتنے میں شام ہوئی ایک
جوڑا ناطقہ کا ہفت رنگی کہ جسکے بیچ کا مقام دریائے قہرمان کے کنارے تھا قدرت الٰہی سے وہاں
ایک درخت پر آبیٹھا مادہ بولی کہ یہاں کی آب و ہوا اچھی نہیں معلوم ہوتی اگرچہ ہمارے کھانے کے لائق
چیزیں ہیں پر بہتر ہے کہ یہاں سے اڑ چلیں نر نے کہا کہ میرا ارادہ چندے یہاں رہنے کا تھا مگر تیرے کہنے
سے صبح کو یہاں سے چلیں گے ایک گھڑی چپ رہکر مادہ نے کہا کہ یہ کون شخص ہے جو اس جنگل
میں سر جھکائے متفکر بیٹھا ہے نر نے کہا یہ حاتم نام یمن کا شہزادہ ہے کیا کرے حق اسکی جانب ہے
جسقدر غمگین ہو تھوڑا ہے کیونکہ اسکو مرغابی کے انڈے کے برابر موتی کی ضرورت ہے اور اپنے
لئے نہیں بلکہ خدا کی راہ میں غیر کے لئے کمر باندھی ہے منیر شامی شہزادہ حسن بانو پر عاشق ہوا ہے وہ
سات سوال رکھتی ہے شہزادہ نہ ان سوالوں کے پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہے نہ اسکے چھوڑنے
کی قدرت رکھتا ہے اس سبب سے دیوانہ وار ملک یمن میں آیا اور حاتم بھی اسی جگہ شکار کھیلتا تھا
باہم ملاقات ہوئی۔ منیر شامی نے اپنا حال بیان کیا۔ اسنے ترس کھا کر اسی کے واسطے یہ
تکلیف گوارا کر کے مصیبت اپنے سر پر لی۔ چنانچہ اسکے پانچ سوال پورے کر چکا ہے چھٹے کی
باری ہے اور مرغابی کے انڈے کے برابر موتی لانا ہے۔ یہ بیچارہ اس سوچ میں ہے کہ کہاں
سے ایسا موتی لاؤں۔ بغیر دیکھے راہ کیونکر چلے اور ایسا موتی کسطرح پیدا کرے تو کہے تو
اسکو میں راستہ بتا دوں۔ وہ بولی کہ اس سے کیا بہتر کہ حیوان کا انسان پر احسان رہے
جب مادہ کی مرضی پائی تو نر کہنے لگا کہ ایسے موتی کی پیدائش یوں ہے کہتے ہیں کہ کتنے
پرندے تین برس کے بعد دریائے قہرمان کے کنارے انڈے دیتے تھے۔ ان میں سے ایک

شمس شاہ کے پاس آگیا تھا ہر چند کہ وہ مال و جواہر بہت رکھتا تھا بلکہ اسنے ایک شہر بھی بسایا تھا۔ اب وہ ویران پڑا ہے اتفاقاً اسکا خزانہ حسن بانو کے ہاتھہ آیا تھا۔ وہ موتی بھی اسی میں تھا جو اسنے پایا۔ القصہ جمجاہ قہرمانی مرگیا اور اسکا ملک اور کسی نے لیلیا۔ اسکی جورو حاملہ تھی وہ موتی لیکر بھاگی اور ایک جنگل میں جا چھپی۔ پھر دن تھا کہ دریائے قہرمان کے کنارے جا لگی قضارا مسعود سوداگر بہی اسوقت کشتی پر بیٹھا ہوا وہاں آنکلا اس عورت نے کشتی دیکھکر غل مچایا کہ خدا کیواسطے مجھہ بیکس کو بھی ناؤ پر چڑہالو سوداگر نے رحم کھاکر کنارے پر ناؤ لگائی اور اسکو بٹھاکر حقیقت پوچھی اسنے اپنا تمام حال کہدیا۔ مسعود اسے بیٹی کہکر شہر میں لے آیا چند روز بعد وہ عورت لڑکا جنی اور اسکا نام برزخ رکھا جب وہ ہوشیار ہوا تو مسعود سوداگر مرگیا اسکی سوداگری اسکے لڑکے کو ملی اور اسکی دولت سے لاکھوں سپاہیوں کو نوکر رکھا۔ ہزاروں گاؤں اپنے قبضہ میں لایا لیکا یک وہاں کا بادشاہ ہوا۔ جب وہ مرگیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہوئے تب انہوں نے کوہ قاف کی تمام نواحی اور دریائے قلزم اور دریائے قہرمان اور دریائے زرین و آتشین بلکہ جو کچھ قاف سے علاقہ رکھتا تھا سب کا سب دیووں پریوں جادوگروں مردم آزاروں کے رہنے کو دیا اور کہا کہ تم اسکو آباد کرو آدمیوں کے شہر کیطرف نہ جاؤ۔ چنانچہ وہ جزیرے اور شہر انہیں کے قدموں سے آباد ہیں آدمیوں کو وہاں سے کچھہ تعلق نہیں غرض قصہ وہ موتی شمام پری سرخ کلاہ کے ہاتھہ لگا تھا اب ماہ یار سلیمانی جو آدمی اور پری سے پیدا ہوا ہے اسنے لیلیا ہے بالفعل اسکی استقامت برزخ کے جزیرے میں ہے وہ ایک لڑکی حسین رکھتا ہے اور اسکا بیاہ اس طرح ٹھہرا ہے کہ جو کوئی اس موتی کی پیدائش کا حال ظاہر کریگا میں اس لڑکی کو اسکے ساتھہ بیاہ دونگا یہ سنکر ہزاروں پریزاد آئے پر اس موتی کی پیدائش سے کوئی آگاہ نہ تھا جو بیان کرتا ہر ایک مایوس ہوکر ہار گیا اور ماہ یار سلیمانی بڑا عالم و فاضل ہے اسکے سوا اسوقت کی کتابیں ہاتھہ لگی ہیں اسنے انگوٹھی پکڑ اس موتی کا حال دریافت کیا ہے اور ان جانوروں کو حضرت سلیمان کے وقت سے حکم نہیں جو یہیں انڈے دیں اسواسطے ایسے موتی کا پیدا ہونا موقوف ہے بلکہ اس بات کے کہنے کی منادی ہے مگر تیرے اس جوان کو اہل ہمت اور خداترس دیکھکر یہ بات ظاہر کی۔ یہ دل سے نیکنامیوں کے کام میں کمر باندھے کھڑا ہے یقین ہے کہ اپنی مراد کو پہنچے۔ مادہ نے کہا اس غریب کی رسائی وہاں تک کیونکر ہوگی کیونکہ وہ دیووں کے ملک کی سرحد ہے اسکے علاوہ راہ میں

اور بھی آفتیں ہیں نرنے کہا بے پر و بال کا وہاں پہنچنا بشرط حیات خدا کی قدرت سے کچھ دور
نہیں۔ لیکن تھوڑے پر ہمارے اپنے پاس رکھے جب کوہ قاف کی حد میں پہنچے تو ایک صحرائے
عظیم ایسا ملیگا کہ جسکا اور نہ چھور جانئیے کہ اسمیں داخل ہوتے وقت ہمارے لال پر جلا دے اور
پانی میں گھول کر اپنے بدن پر ملے اور بیدھڑک چلا جاوے اُسکی بو سے تمام جانور بھاگ
جائینگے اسکی خوبصورت بھی دیووں کی ہو جائیگی جب اسکو ملے کر کے جزیرہ برزخ میں پہنچے
تو سفید پر جلا کر اسکی راکھ پانی میں گھولکر بدن پر ملے اور ہمارے خدا کے فضل سے اپنی اصلی صورت
پر آجائیگا لیکن وہاں کے لوگ اسکو ماہ یار سلیمانی کے پاس پہنچائیں گے جانئیے کہ یہ
اپنا مطلب اس سے کہے پھر وہ یہی کہیگا کہ جو کوئی اس موتی کی پیدائش بیان کریگا اسکو میں
اپنی بیٹی موتی سمیت دونگا بہتر یہ ہے کہ اس ماجرے کو یاد رکھے بھول نجائے ممکن نہیں کہ
ماہ یار سلیمانی اپنے قول سے پھرے کیونکہ وہ وعدہ کا بہت سچا ہے مقرر اپنی بیٹی بیاہ دیگا
مادہ نے کہا کہ اسکو ہمارے پر کیسے ملیں نرنے اپنے بازو پھیلائے پر گرے حاتم ان
پروں کو چنکر خوش ہوا۔ پھر مادہ نے نر سے کہا کہ تو نے کیونکر جانا کہ یہ شخص اس کام کے لئے
آیا ہے اور اتنے قصے تو نے کیونکر یاد رکھے۔ اُسنے کہا ہماری قوم میں جتنے نر ہیں تمام جہان
کا کل حال جانتے ہیں وہ یہ کہہ رہا تھا کہ صبح ہوئی تو وہ جوڑا اڑ گیا۔ اور حاتم بھی ایک سمت کو
چل نکلا چار دن کے بعد ایک درخت کے نیچے سو گیا۔ اتنے میں بہت سے جانور فریاد
کرنے لگے کہ خدا کے بندوں میں سے کوئی بھی ہماری فریاد کو نہیں پہنچتا۔ یہ سنکر حاتم نے اپنے
دل میں کہا کہ تو بھی خدا کا بندہ ہے تجھ کو لازم ہے کہ ان کا حال پوچھ کر مدد کرے یہ سوچ کر ان
کے قریب گیا تو دیکھا کہ ایک لومڑی زمین پر ہاتھ پیر مار رہی ہے اور چلاتی ہے ایسے حال
میں دیکھکر حاتم نے نہایت دلسوزی سے پوچھا کہ تجھکو بندگان خدا میں سے کس نے
ستایا ہے جو اس طرح بلبلا رہی ہے لومڑی نے کہا اے جوان رحمت خدا کی تجھکو تو اسوقت
میرے پاس لایا حقیقت یہ ہے کہ میرے نر کو بچوں سمیت ایک صیاد پکڑ لیگیا ہے انکی
جدائی میں روتی ہوں اور پچھاڑیں کھاتی ہوں اور فریاد کرتی ہوں مگر کوئی نہیں سنتا۔ اب
تو آیا ہے سو دیکھئے کیا ہو کیونکہ تو انسان ہے اور میں حیوان ہوں یقین ہے کہ اپنی قوم
کی خاطر میری طرفداری نہ کریگا حاتم نے کہا ہماری قوم میں سب انسان ایک سے
نہیں کتنے سوم دل و غمخوار ہیں کتنے سخت دل اور مردم آزار ہیں اگرچہ میں بھی انسان

ہوں لیکن سچ کہہ کہ تیرے نر اور بچوں کو کون لیگیا لومڑی بولی یہاں سے چھہ سات کوس
پر ایک گاؤں ہے اسمیں ایک بہیلیا رہتا ہے اس کمبخت کا یہی کام ہے پر یہ نہیں معلوم
کہ اس کمبخت کو ہم غریبوں کو دکھہ دینے سے کیا فائدہ یہ یقین ہے کہ وہ خدا کے غضب سے
نہیں ڈرتا حاتم نے کہا کہ آندہی کو میووں کے گرانے اور ایذا دہندوں کو مردم آزاری سے
کیا اندیشہ انہوں نے وہ ہی پیشہ اختیار کیا ہے۔ لازم ہے کہ تو راہ بتا دے کہ تیرے خاوند
کو بچوں سمیت چھڑا لاؤں اگر انکے بدلے میرا سر بھی مانگے گا تو میں اس سے عذر نہ کرونگا
کیونکہ خدا کی راہ کا کام ہے لومڑی نے کہا ایجوان میں تیرے ساتھ چلوں اور تو اس سے
ملکر مجھے پکڑ لے تو میرا حال اس بندریا کا سا ہو کہ جس نے جنگل میں ایک گڑھے میں
بچے دیے تھے۔ اتفاقاً اودہر ایک صیاد آیا بچے اپنے باپ کے پاس بیٹھے تھے صیاد نے
پکڑ کر ایک دولتمند کے ہاتھہ بیچ ڈالے ہر چند حیوانوں میں بندریا دانا اور ذی فنون تھی
لیکن برے دن جو آئے ہوشیاری کچھہ کام نہ آئی پکڑی گئی۔ صورت یہ ہے کہ بندریا اپنے
شوہر اور بچوں کی جدائی میں سر ٹکرا کر روتی تھی۔ ایکدن ناچار ہو کر زمیندار کے پاس گئی
اسنے اسکا حال تباہ دیکھکر کہا کہ تجھے کس نے ستایا ہے۔ جو اسطرح بلبلاتی ہے۔ کسی
مارا ہے کہا میرے خاوند کو بچوں سمیت بہیلیا پکڑ کر لیگیا ہے۔ اور فلاں جگہہ رہتا ہے۔ زمیندار
نے کہا کہ اسکے نر کو بچوں سمیت چھڑوا دو۔ اسکے کہنے سے ایک شخص بندریا کو لیکر گاؤں
میں پہنچا اور بہیلئے کے گھر پر آواز دی۔ وہ فوراً نکل آیا بندریا نے چاہا کہ اچھلکر اسکا جا
پھاڑ ڈالے کہ اتنے میں اس شخص نے پوچھا کہ اے عزیز تو نے اسکے نر کو بچوں سمیت
کیا کیا۔ اس نے کہا کہ کئی دن ہوئے کہ میں نے آپ ہی کے ہاتھہ بیچے ہیں۔ اگر اسکی بیکسی
پر رحم کرو تو انکو اسکے حوالہ کرو اور قیمت مجھہ سے لیلو اسنے کہا میں تو ان سے جی بہلاتا
ہوں کیونکر دوں کوئی ایسی ترکیب بتا کہ اسکی بھی تسکین ہو اور وہ بھی میرے پاس
رہیں صیاد نے کہا کہ اسکو بھی انھیں میں باندھہ رکھہ۔ حاصل کلام صیاد نے بندریا کو
بھی بند ہوا دیا جب زمیندار نے سنا کہ بندریا بھی پکڑی گئی تو اسکو بچوں سمیت بلوایا جب
وہ ملا یا تو زمیندار نے بچوں کو پسند کر کے کہا کہ نر و مادہ کو تو لیجا اور بچوں کو میں لونگا۔ آخر بچوں
کے غم میں نر و مادہ مر گئے۔ ایجوان انسان کی بیوفائی سنی تو میں پھر کیوں باور کروں شاید تو
بھی ویسا ہی کرے اور مجھکو بلا میں ڈالے۔ حاتم نے کہا کہ تو خاطر جمع رکھہ میں ان لوگوں میں

تصویر حاتم اور ایک لومڑی کی اور حکایت بیان کرنا اسکا بندریا کی حاتم سے

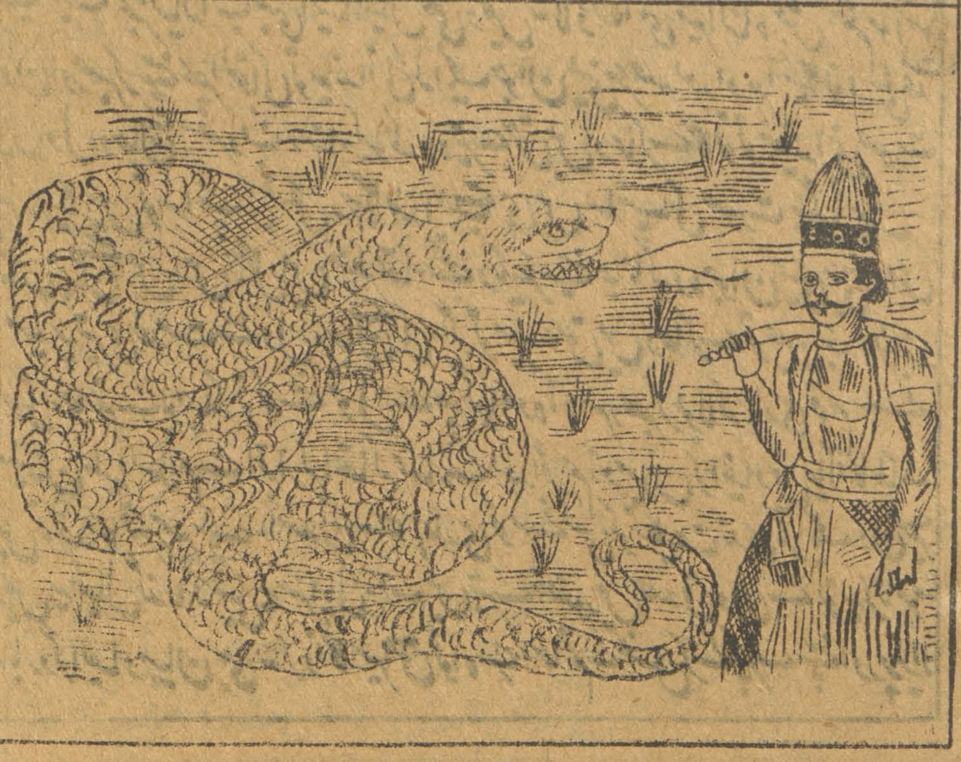


سے نہیں۔ بخدا بدسلوکی نہ کرونگا تو بیدھڑک وہاں لیچل کہ تیرے نر اور بچوں کو تجھے دلادوں
یہ سنکر حاتم کی ہمت پر آفرین کرکے روانہ ہوئی پہر رات گئے وہ اس گاؤں میں پہنچے
حاتم نے کہا تو یہاں کہیں چھپ جا میں صیاد کو ڈھونڈلونگا اور وہیں یاد خدا میں مشغول ہوگیا۔
جب صبح ہوئی صیاد کے گھر پر آکر آواز دی وہ باہر آکر کہنے لگا اے جوان ایسا کیا کام ہے جو
اتنے سویرے آیا اور تو ہمارے گاؤں کا بھی نہیں معلوم ہوتا ہے حاتم نے کہا مجھکو ایسا ہی آزار
ہے کہ جسکا علاج مجھسے نہیں ہوسکتا کیونکہ ایک حکیم نے بتلایا ہے کہ لومڑی کا تازہ لہو بدن پر ل
ابھی اچھا ہوگا اسواسطے تیرے پاس آیا ہوں کہ تو اکثر لومڑی کا شکار کرتا ہے۔ اگر تیری پاس
لومڑی کے تین چار بچے ہوں تو قیمت سے مجھے دے صیاد نے کہا کہ سات لومڑیاں میرے پکڑی
ہیں جتنی چاہو لو۔ حاتم نے ساتوں کو خریدکر خدا کا شکر جنگل میں چھوڑ دیا بچے کہ طاقت رکھتے تھے
دوڑکر اپنی ماں کے پہلو سے جا لگے وہ انکو پاکر نر کے پاس جو آئی تو دیکھا کہ قریب المرگ

سے رونے لگی۔ حاتم نے پوچھا اے روباہ اب کیوں روتی ہے وہ بولی کہ آج میرے سر کا تاج ڈھلا جاتا ہے تو نے نہیں سنا کہ مردوں کو عورتوں کا سر تاج بولتے ہیں یہ بھوک پیاس سے مرا جاتا ہے حاتم نے کہا اسکی اتنی ہی عمر تھی کیونکہ شیر خوار تندرست رہیں اور یہ ایسا کمزور ہو جائے لومڑی نے کہا اسکی ایسی حالت میری اور بچوں کی جدائی نے کی ہے اگر ابھی اسکا علاج ہو تو اغلب ہے کہ نہ مرے حاتم نے کہا وہ کیا دوا ہے۔ لومڑی نے کہا کہ اگر زندہ آدمی کا خون اسکے منہ میں ڈالا جائے تو ابھی بحال ہو جائے حاتم نے کہا کہ مجھکو آدمی سے کیا دشمنی ہے جو حیوانوں کیواسطے اسے ماروں اگر میرا خون درکار ہو تو بتا کہ کس جگہ کا چاہئیے ابھی حوالہ کروں اُسنے کہا کہ کسی جگہ کا ہو گرم ہو حاتم نے اپنے بائیں ہاتھ کی ہفت اندام کھولی اور کہا جتنا لہو درکار ہو لے۔ وہ نر کو اسکے پاس لے گئی اور کہا کہ جتنا لہو اسکے منہ میں ڈالوگے عین مہربانی ہوگی حاتم نے اتنا لہو پلایا کہ اسکا پیٹ بھر گیا۔ قوت اصلی پر آگیا۔ تب حاتم نے ہاتھ پر پٹی باندھ کر کہا کہ اب تو مجھ سے راضی ہوئی لومڑی اسکے پاؤں پر گر پڑی حاتم اسکو دلاسا دیکر آگے بڑھا جب بھوک لگتی جنگل کا میوہ کھا لیتا اور ندی نالوں کا پانی پی لیتا۔ ایک مدت بعد کسی جنگل میں پہنچا آفتاب کی تپش اسقدر ہوئی کہ مارے پیاس کے بیتاب ہو گیا پانی کی تلاش کرنے لگا کہ ناگاہ ایک چشمہ برف سا سفید نظر آیا حاتم اسکے نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ ایک سانپ بیٹھا ہے یہ چاہتا تھا کہ لوٹے وہ بولا اے جوان یونہی کیوں پھر چلا۔ یہاں کس کام کو آیا تھا۔ حاتم نے اسے باتیں کرتا دیکھکر کہا اے بندۂ خدا میں پیاسا تھا۔ دوسرے تیرے رنگ کی سفیدی پانی کیطرح دیکھکر چلا آیا اب خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھکر پھر چلا۔ سانپ نے کہا یہاں تجھکو سب کچھ میسر ہوگا خاطر جمع رکھ یہ کہکر سانپ روانہ ہوا حاتم نے دل میں کہا کہ اسکے ساتھ جانا ٹھیک نہیں کیونکہ موذی ہے اتنے میں خیال آیا کہ جو کچھ قسمت میں ہے سو ہوگا۔ چلنا چاہئیے اس پر بھی آہستہ آہستہ قدم رکھنے لگا سانپ نے جو دیکھا کہ جاتے میں استادگی کرتا ہے کہا اے مرد خدا کچھ وسواس نہ کر پاؤں اُٹھا۔ حاتم اسکے ساتھ روانہ ہوا غرضکہ ایک گلزار جنت بہار میں جا پہنچا وہاں کی فضا سے اسکا جی کھل گیا کیونکہ اس قطع کا باغ کہیں نہ دیکھا تھا مگر پریوں کے ملک میں ادھر اُدھر کی سیر کرتا ہوا ایک چمن میں جا نکلا وہاں فرش شاہانہ بچھا تھا اور حوض کے کنارے ایک مسند پر تکلف بچھی تھی۔ سانپ نے کہا یہاں توقف کرو میں آتا ہوں یہ کہکر حوض میں گر پڑا ایک دم کے بعد کئی پریزاد سونے چاندی کے خوان جواہر سے بھرے ہوئے سروں

پریزادے حوض سے نکلے اور سلام کرکے خوان اُسکے آگے رکھدیے۔ اُسنے کہا کہ اے خدا کے بندو تم کون ہو سچ کہو۔ اُنہوں نے کہا ہم اُسکے خدمتگار ہیں جو تمکو اپنے گھر لایا ہے۔ اور یہ خوان تمہارے پاس بھیجے ہیں انکو قبول کرو۔ حاتم نے کہا میرے کس کام کے ہیں۔ اتنے میں کئی پریزاد اور جنکے خوان سر پر دھرے اُس چشمے سے نکلے۔ اُسنے پوچھا اسمیں کیا ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ آپ ہی کے لئے ہیں۔ حاتم نے کہا کہ بہت اچھا مہمان حاضر ہے پر صاحب خانہ کہاں ہے؟ وہیں وہ سانپ ایک جوان حسین بنا ہوا چالیس پریزادوں کے ہمراہ حوض سے نکل آیا۔ حاتم اسکو دیکھکر متعجب ہوکر بولا کہ یہ کون ہے۔ پھر تعظیم کو اٹھا۔ اسنے حاتم کو مسند پر بٹھاکر پوچھا کہ تم مجھے پہچانتے ہو؟ حاتم نے کہا کبھی دیکھا تو البتہ تھا۔ اُسنے کہا میں وہی ہوں جو تمہیں یہاں لایا تھا۔ حاتم نے کہا پہلے سانپ کی صورت تھی اب آدمی کی کیونکر ہوئی؟ اسنے کہا کہ یہ بھید کھانا کھانیکے بعد کہا جائیگا۔ پھر دسترخوان بچھاکر کھانا چنا۔ اتنے میں جڑاؤ چلمچی اور آفتابہ زرنقشی پریزاد لائے اور ہاتھ دھلائے۔ وہ کھانا کھاکر آپس میں مشغول

تصویر حاتم اور شمس شاہ پریزاد کی جو بسبب فساد نیت کے ایک مدت سانپ کی صورت بنگیا تھا



ہوئے اور پریزاد اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوئے۔ حاتم کھاتا جاتا تھا اور دل میں کہتا تھا
کہ اس سحر کا کھانا میں نے بیان کھایا یا پری نوش لب کے ساتھ کوہ قضا پر کھایا تھا۔ شاید یہ جوان
بھی قوم پریزاد سے ہے۔ جب کھانا کھا چکے خواص عطردان اور خاصدان اٹھا لائے
حاتم نے جو عطر ملا اُسکا دماغ معطر ہو گیا۔ حیران ہوا کہ خدایا ایسی نعمتیں اور خوشبوئیں
تو نے اس قوم کو عطا کی ہیں کہ انسان کو خواب میں بھی میسر نہیں آسکتیں اپنی حکمت تو
ہی جانتا ہے۔ اسکے بعد صاحب خانہ سے پوچھا کہ تمہاری شکل پہلے سانپ کی تھی
اب پریزادگی ہوئی اسکی کیا وجہ ہے؟ وہ بولا کہ میں پری کی قوم سے ہوں میرا نام شمس شاہ
ہے۔ ایک دن سلیمان کے زمانہ میں میں اپنے باغ کی سیر کر رہا تھا کہ یہ خیال گذرا کہ اپنا لشکر
لیکر آدمیوں کے ملک پر چڑھ جاؤں اور اُنکو قتل کرکے ملک چھین لوں کیونکہ وہ ملک اچھا
ہے۔ یہ سوچکر اہلکاروں سے کہا کہ تمام لشکر تیار رہے صبح کو مجھے ایک مہم درپیش ہے۔ اتنے میں
رات ہوئی خوابگاہ میں جاکر سو رہا صبح کو جو جو نکلا تو آپ کو معہ لشکر سانپ کی صورت میں
پایا دن بھر مثل ماہی بے آب تڑپا کیا۔ شام سے صبح تک جناب باری میں توبہ کی اے
تمام فوج اصلی صورت پر آئی لیکن پر میں نہ بچا۔ میں نے پھر گریہ وزاری کی تو یہ آواز آئی کہ
جو اپنے قول سے پھرتا ہے اسکا یہی حال ہوتا ہے قصہ مختصر رات کو یہی آواز آتی تھی ایک رات
میں نے بہت عجز کیا کہ اب کبھی ایسا خیال بھی دل میں نہ لاؤنگا الٰہی میرا گناہ بخش۔ حکم ہوا ہو
دن اور صبر کر۔ میں نے پھر التجا کی تو یہ ندا آئی کہ ایک جوان یمنی عرصہ بعد اِدھر آئیگا تو اسکی خدمت
میں دل وجان سے مصروف رہنا۔ کیونکہ وہ تیرے حق میں دعا کرے گا تو تو ہمیشہ اپنی صورت
پر رہیگا نہیں تو سانپ کی شکل رہیگا لہٰذا جب ہی میں سانپ کی صورت بنگیا ہوں۔
تیس برس سے میں اس جنگل میں منتظر تھا۔ تجھے دیکھکر میں نے جانا کہ وہ جوان یمنی یہی ہے۔ اس
امید پر تیری خدمت میں نے دل وجان سے کی۔ اگر تو میرے حق میں دعا کرے تو عین بندہ نوازی
ہوگی۔ حاتم نے پوچھا کہ تو کونسے قول سے پھر گیا؟ وہ آہ سرد بھر کر بولا کہ ہماری قوم نے
سلیمان علیہ السلام سے اقرار کیا تھا کہ تمہارے بعد اگر ہم آدمیوں کو ایذا دیں یا اُنکا ملک
لیں تو خدا کا قہر ہم پر پڑے۔ اسدن سے ہماری قوم نے کسی کو تکلیف نہ دی مگر ایک دن میرے
دل میں یہ خیال گذرا تھا کہ جسکی یہ سزا پائی۔ اب میں تیرے حضور میں صدق دل سے توبہ کرتا ہوں
کہ بارہ دگر ایسا دھیان بھی نہ کرونگا میرا حق گواہ ہے۔ حاتم نے غسل کرکے کپڑے پہنے اور پریزاد

کے حق میں دعا کی۔ اُسکی دعا درگاہ رب العزت میں قبول ہوئی۔ حاتم اگرچہ قوم یہود سے تھا پر خدا کو ایک جانتا تھا۔ اور ہر وقت اُسی کے ذکر میں رہتا تھا۔ چنانچہ مرتے وقت اقربا سے اُسنے اقرار کیا تھا کہ ہماری قوم نے گمراہی میں اوقات بسر کی، خبردار تھوڑے دنوں بعد پیغمبر آخر الزماں صلعم پیدا ہوں گے۔ یہ سخن میرا راست ہے وہ لوگوں سے بیعت چاہیں گے تو میرا اسلام کر کے کہنا کہ اُسکے حق میں دعائے خیر کریں۔ لوگوں نے کہا کہ اُسوقت تک ہم کہاں رہیں گے جو تیرا اسلام پہونچائیں گے یا ہماری تمہاری اولاد میں سے کوئی ایمان لائیگا اور سلام و آداب پہونچائیں گے۔ جب آنحضرت صلعم کا زمانہ آیا حاتم کی اولاد میں سے ایک لڑکی بنی طے کی ساتھ بندی میں آئی تھی۔ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ایمان نہ لائے اُسکی گردن مارو۔ اُسنے فریاد کی کہ اے مومنو میرا اسلام حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں عرض کرو کہ ایک لڑکی حاتم کی اولاد سے اس گروہ میں ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مرد سخی کی اولاد سے ہے آزاد کردو۔ لوگوں نے کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے آزاد کیا اپنے ملک کو جا۔ وہ لڑکی بولی حاتم کے خاندان سے بعید ہے کہ آپکو چھڑا کر اپنی قوم کو ہلاکت میں ڈالے کس زندگی پر آخر مرنا ہے۔ بہتر ہے کہ جو اُنکا حال ہو وہی اپنا ہوگا۔ لوگوں نے حضرت صلعم سے عرض کی کہ وہ اپنی قوم سے جدا نہیں ہوتی۔ سرور کونین نے فرمایا۔ حاتم مرد سخی تھا اُسکی وجہ سے سب کو آزاد کیا جب اس لڑکی نے اپنی قوم سمیت آزادی پائی حاتم کی وصیت یاد کر کے کہا کہ مجھکو حضور میں لیچلو جب سب کے ساتھ وہاں پہونچی آداب بجا لا کر حاتم کا سلام عرض کیا اور مع قوم کے مسلمان ہوئی۔ غرض حاتم کی دعا قبول ہونا اُس پریزاد کے حق میں اسلئے تھا کہ سرور انبیاء ایک دن اُسکے حق میں رعایت کریں گے۔ اور وہ بھی اصلی صورت پر قائم رہا پھر اُسنے حاتم سے پوچھا کہ کس واسطے آئے ہو اور کہاں جاؤ گے۔ حاتم نے کہا شاہ آباد سے آیا ہوں اور جزیرہ برزخ کو جاؤنگا اور وہ چاندی کا موتی جو نمونہ کو لایا تھا دکھایا۔ شمس شاہ نے کہا سچ کہتے ہو اس طرح کا موتی جو اعلیٰ ہے اُس جزیرے کے بادشاہ کے پاس ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جو کوئی اُس موتی کی پیدائش کا حال کہے اپنی بیٹی کی شادی موتی سمیت کر دے مگر تو وہاں نہ پہونچ سکے گا۔ راستہ میں بہت سی آفتیں ہیں۔ انسان کی طاقت نہیں کہ جو عہدہ برآ ہو سکے حاتم نے کہا کچھ بھی ہو بغیر جائے نہ رہوں گا خدا میرا نگہبان ہے۔ اُس نے کہا خاطر جمع رکھ بہت سی

پریزاد ساتھ کردونگا جو تیرے مددگار رہیں گے یہ کہکر پریزادوں سے کہا کہ اسکی وجہ سے تم بلا عظیم
سے چھوٹے۔ تم اسکی مہم میں ساتھ دو۔ اُنھوں نے کہا ہم جان و دل سے حاضر ہیں جو حکم ہوگا بجالاویں
گے۔ بادشاہ نے کہا کہ اسکو جزیرہ برزخ میں پہنچادو۔ یہ سُنکر سب دم بخود ہو گئے۔ اک دم کے بعد عرض
کیا جہاں پناہ اس جزیرہ میں پہنچنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ راستہ میں ایسے دیو موجود ہیں
جو ہمکو زندہ نچھوڑیں گے اگر جہاں پناہ بھی ادہر کا قصد کریں تو بھی لڑائی ہوگی۔ ہم رکاب سعادت
میں حاضر ہیں۔ لیکن اتنے لوگوں سے کام اسکا انجام نہ ہوسکے گا۔ بادشاہ نے کہا لازم ہے کہ اسکا احسان
کسیطرح برباد نہو۔ اسکو کسی طرح وہاں پہنچادو۔ یہ سُنکر سات پریزادوں نے کمر ہمت باندھکر کہا کہ ہم
آپکے اقبال سے پہنچادیں گے۔ اگر راہ میں خلل واقع ہو تو حضور امداد فرماویں بادشاہ نے قبول
فرمایا تو انھوں نے ایک اڑن کھٹولے پر حاتم کو بٹھلا کر چار نے پائے پکڑ لئے اور تین ساتھ ہو لئے
غرض اس صورت سے تین دن تک چلے گئے چوتھے دن بھوک سے جس جگہ دیو تھے پریزادوں
نے کھٹولا اتار دیا چھہ پریزاد کھانے کی فکر میں چلے گئے۔ ایک کو حاتم کے پاس چھوڑا۔ اتنے
میں کئی ہزار دیو دھتکار کھیلتے ہوئے اُس طرف آئے دیکھا کہ ایک آدمی کھٹولے پر بیٹھا ہے۔ اور
ایک پریزاد پاس کھڑا ہے۔ دو چار ہزار کھٹولے کے گرد کھڑے ہو گئے۔ چھہ سات ہزار غل مچانے
لگے۔ وہ پریزاد انکو دیکھکر ڈرا اور چاہا کہ حاتم کو چھوڑ کر بھاگے کہ چار پانچ دیو لڑنے لگے۔ پریزاد نے
دو چار کو مارا آخر پکڑا گیا۔ اور پھر وہ دیو اسکو حاتم سمیت اپنے گھر لے گئے اور پوچھا کہ اس آدمی
کو کہاں سے لایا اور کہاں لئے جاتا ہے اُسنے کہا کہ یہ یمنی جوان شمس شاہ کا بڑا دوست ہے اسکو
نہ ستاؤ نہیں تو برے خراب ہوگے اُنھوں نے کہا بادشاہ ایک مدت سے غائب ہے اُس کا
پتہ معلوم نہیں اب کہاں سے پیدا ہوا؟ پریزاد نے تمام ماجرا بیان کیا۔ دیووں کے سردار نے سر
ہلاکر کہا اس پریزاد کو آدمی سمیت فلاں کنوئیں میں بند کردو رات کو کھانا کھانے کے بعد
کھاؤنگا۔ اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔ وہ چھہ پریزاد جو کھانے کی تلاش میں گئے تھے آئے اور
اُس درخت کے نیچے دیکھا کہ دو تین لاشیں دیووں کی پڑی ہیں نہ وہاں حاتم ہے نہ پریزاد
حیران ہوکر کہنے لگے دیو کس پر حملہ کر کے آئے اور انہیں کس نے مارا اور پریزاد کو کون لے گیا
یقین ہوا ان کشتوں کو اٹھانے کوئی نہ کوئی دیو آئے۔ اتنے میں غور کیا تو ایک دیو کو سسکتا
پایا۔ اسکے منہ میں پانی چوایا۔ اُس نے جو آنکھ کھولکر دیکھا تو اُنھوں نے پوچھا تو کون ہے اور تیرا
ٹھکانا کہاں ہے اُس نے کہا کہ میں سقرنس کے دیووں میں سے ہوں۔ ایک پریزاد کے ہاتھ سے

میرا یہ حال ہوا ہے۔ پر اسکو بھی آدمی سمیت دیو پکڑ کر مقرنس کے پاس لیگئے۔ پریزاد یہ سنکر دیو کو
اپنے ملک میں لاکر بارگاہ عالی میں دادخواہ ہوئے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ان پر کسنے ظلم کیا ہے اور
وہ جوان یمنی جسکے ساتھ یہ گئے تھے کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم دو تین رات سے ہم چلے
گئے بھوک پیاس نے غلبہ کیا۔ اُس آدمزاد کو ایک پریزاد سمیت ایک درخت کے نیچے چھوڑ کر قوت
لا یموت کی فکر میں گئے تھے۔ ایک آن کے بعد آئے تو انکو نہ پایا اور کئی دیو کشتہ پائے حیران ہوئے
کہ ان کا کس سے حال پوچھیں۔ اتنے میں غور کرکے جو دیکھا تو اس دیو کو سسکتا پایا اسکے منہ
میں تھوڑا سا پانی چوآیا۔ بارے یہ ہوشیار ہوگیا۔ اسکے ساتھی الٹو اپنے بادشاہ کے حضور میں
لے گئے ہم اسکو یہاں پکڑ لائے۔ بادشاہ نے اسکو حضور میں طلب کرکے کہا مقرنس ابھی زندہ
ہے اور ہمیں بھول گیا۔ اُسنے کہا کہ جہاں پناہ تو مدت سے غائب تھے آج ان پریزادوں سے
آپکے ملنے کا حال معلوم ہوا۔ لیکن مجھے اعتبار نہ تھا اب جانا کہ یہ سچے ہیں۔ بادشاہ نے غصہ
ہو کر فرمایا کہ جلد لشکر تیار ہو جھٹ پٹ تیس ہزار فوج لیکر روانہ ہوا۔ تین دن بعد اسکے شہر میں
جا پہنچا۔ اور ڈیرا کرکے کہا کہ کئی جاسوس جاکر مقرنس کی خبر لاویں کہ کہاں ہے۔ وہ سنتے ہی
گئے اور ایک دم میں آکر عرض کی کہ فلاں جنگل میں شکار کھیل رہا ہے۔ بادشاہ یہ سنکر مع ہمہ
پریزادوں کے اُسپر جا پڑا۔ دیو سنبھل نہ سکے بہت سے زخمی ہوئے اور کتنے مارے گئے۔ آخر
مقرنس کئی مصاحبوں سمیت گرفتار ہو کر حضور میں آیا بادشاہ نے کہا اے کافر ہمکو بھول گیا
اور نہ جانا کہ شمس شاہ ابھی زندہ ہے اگر میں اسکے علاقہ مندوں کو قید کروں گا تو وہ مجھکو
کب چھوڑے گا۔ اب اسی میں خیر ہے کہ اُس آدمی کو پریزادوں سمیت حاضر کرو۔ وہ بولا میں
اُسکو اُسیوقت کھا گیا۔ آدمی کو دیو کب جیتا چھوڑتا ہے۔ بادشاہ نے کہا اے روسیاہ حضرت
سلیمان نے تمکو مردم آزاری سے منع کیا تھا۔ اور تم نے کیا یہ قول نہیں دیا تھا کہ ہم انکو کبھی
اذیت نہ دیں گے اور نہ کھاوینگے؟ اُسنے کہا وہ بات حضرت سلیمان ہی کے ساتھ تھی گئی۔ تب
بادشاہ مارے غصہ کے کانپنے لگا اور کہا کہ جلد لکڑیوں کا انبار کرکے اسکو ہمراہیوں سمیت
جلادو۔ جب مقرنس نے دیکھا کہ اب کچھ بس نہیں چلتا اور یہ بغیر جلائے نہ رہیگا کسی طرح
اسکے ہاتھ سے چھوٹے پھر سمجھ لیں گے۔ یہ اسی سوچ میں تھا کہ بادشاہ نے بہ معقولیت
تمام کہا کہ اے ظالم اُس آدمی کیساتھ مجھے نہایت الفت ہے۔ اگر اسکو میرے حوالہ کرے
تو میرے دل میں تیری طرف سے کچھ کدورت نہیں۔ کسیطرح کا دل میں اندیشہ نہ کر۔ مقرنس نے کہا کہ

اگر سلیمان علیہ السلام کی قسم کھاکر کہو کہ میں آدمی لیکر تخت زندہ چھوڑ دونگا تو ابھی آدمی کو حاضر کروں۔ شمس شاہ نے کہا کہ میرے اور تیرے درمیان حضرت سلیمانؑ ہیں ہم کبھی تجھ سے دغا نہ کرینگے اسنے اپنے نوکروں سے کہا کہ فلاں کنوئیں میں ایک آدمی پریزاد سمیت قید ہے جلد لے آؤ۔ وہ دوڑ کر حاتم کو پریزاد سمیت لے آئے۔ بادشاہ نے حاتم کو تخت پر بٹھاکر کہا کہ بیٹے کہا تھا کہ راستہ میں دیو مردم آزار رہتے ہیں آپ کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ حاتم بولا جو قسمت میں لکھا ہے وہ ہی ہوگا۔ ہر حالت میں خدا کا شکر کرنا چاہیئے۔ پھر بادشاہ نے کہا کہ اس ملعون کا چھوڑنا صلاح نہیں ہے اس انبار میں رکھکر جلا دو کہ فتنہ عالم سے اُٹھ جائے۔ یہ سُنکر سقرنش کو دیووں سمیت پریزادوں نے انبار میں رکھکر آگ لگادی۔ تب وہ پکارا کیوں صاحب حضرت سلیمانؑ کو درمیان میں دیکر یہ ہی قول کیا تھا بادشاہ نے کہا اے دغاباز ہرگاہ تو نے پیغمبر کے حضور قول دیکر پھر گیا تھا اور خدا سے نہ ڈرا اگر میں نے تجھسے بد عہدی کی تو کیا عجب ہے اسلئے کہ تو فتنہ انگیز ہے تیرا جلانا بہتر ہے یہ کہکر اسکو ساتھیوں سمیت جلا کر اپنے بھیدے بھائی کو بجائے اسکے متعین کیا اور کہا کہ تم اس ملک سے خبردار رہو پھر حاتم سے کہا کہ اب آپ کا کیا ارادہ ہے حاتم بولا کہ وہی جو پہلے عرض کیا تھا بار بار کہنے سے کیا فائدہ جسطرح سے ہوسکے مجھکو اُس جزیرہ میں پہنچانا اور ابرِ ہوائی کو لانا ضرور ہے۔ تب بادشاہ نے اپنے پریزادوں سے کہا تم میں سے جو بڑا ہوا کار آزمودہ ہو وہ اُسکو پہنچا دے یہ سُنکر عمر رسیدہ کے پریزادوں نے کھڑے ہوکر کہا کہ یہ خدمت ہم بجا لائینگے۔ بادشاہ نے نہایت مہربانی سے حاتم کو اُنکے ساتھ رخصت کیا وہ اڑن کھٹولے پر بٹھاکے رات دن چلے جاتے تھے جب بھوکے پیاسے ہوتے کہیں محفوظ جگہ دیکھکر اتر پڑتے اور کچھ کھا لیتے اسیطرح پندرہ روز تک چلے گئے سولھویں روز اُس پہاڑ پر پہنچے جسکو شہزادہ طوران ایک پریزاد نے برزخ سوداگر کی بیٹی پر عاشق ہوکر اپنا مسکن بنا لیا تھا اور اُسکے فراق میں ڈھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا اتفاق حاتم نے اُسکے رونے کی آواز سُنکر پوچھنے لگا کہ اے عزیز یہ کون رو رہا ہے اسے تحقیق کیا جائے۔ یہ کہا خود ہی اُٹھکر ادہر اُدہر دیکھا اور آگے دم میں اُسکے پاس جا پہنچا تو ایک پریزاد کو سر زانو ہوکر روتے دیکھا پوچھا کہ اے بندۂ خدا تو کون ہے اور کیوں رو رہا ہے؟ اسنے آنکھ اُٹھاکر دیکھا کہ ایک شخص سامنے کھڑا ہے تو بولا کہ اے شخص تو کہاں سے یہاں آیا اور کیا کام ہے؟ حاتم نے کہا کہ مرغابی کے انڈے کے برابر موتی ڈھونڈھتا ہوا یہاں آیا ہوں۔ کیونکہ ویسا موتی جزیرہ برزخ کے بادشاہ کے پاس ہے یہ سُنکر وہ ہنسکر

کہنے لگا کہ تیرے ہاتھ اُس موتی کا لگنا محال ہے۔ اسواسطے کہ وہاں کا بادشاہ ایک سوال رکھتا ہے اور ہر ایک سے پوچھتا ہے۔ مگر کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ کیونکہ ہم پریزاد ہو کر عہدہ برآ ہو نہیں سکتے پھر تو آدمی ہو کر کیونکر کامیاب ہوگا اور اُس موتی کی پیدائش کا حال کسطرح بتائیگا حاتم نے کہا خدا قادر و توانا ہے تو اپنی حقیقت کہہ کہ اس حال سے کیوں پڑا ہے؟ پریزاد نے ایک آہ سرد بھر کر کہا کہ میں اس جزیرہ کے بادشاہ کی بیٹی پر عاشق ہوں میرا نام شہزادہ مہر آور ہے۔ میرا باپ جزیرہ طومان کا بادشاہ ہے میں مجلس میں بیٹھا تھا کہ کسی نے اُسکے حسن کی تعریف کی میں سنتے ہی آپ سے جاتا رہا۔ اُس جزیرہ میں جا کر اُسکے باپ کے پاس پیغام بھیجا اُسنے اپنی بارگاہ میں بلا کر بعزت تمام بٹھایا اور اُس موتی کو میرے سامنے رکھکر کہا کہ یہ موتی کس دریا کا ہے اور اسکی پیدائش کا حال کیونکر ہے کہاں سے ہاتھ لگا؟ میں تو کیا میرے بزرگ بھی نہ جانتے تھے۔ کچھ جواب نہ دیکر اپنا سا منہ لیکر رہ گیا۔ اُسنے مجلس سے نکالدیا اتفاقاً وہ آفت جان غارتگر دین و ایمان کوٹھے پر جلوہ گر تھی میری نگاہ اُسپر پڑی نیم بسمل تو پہلے ہی سے تھا اب تو مر ہی گیا جب میں نے دیکھا کہ کچھ تدبیر نہیں بنتی ناچار اس پہاڑ پر آ کر پڑا۔ غیرت کے مارے اپنے ملک میں نہ گیا۔ دن رات اسی گریہ وزاری میں کٹتی ہے نہ جان جاتی ہے نہ ملاقات کی صورت نکلتی ہے۔ حاتم نے کہا کہ تو خاطر جمع رکھ اگر وہ موتی میں لونگا تو موتی والی تجھے دونگا۔ اے پریزاد میں اس موتی کی پیدائش سے آگاہ ہوں تو دیکھے گا کہ تیرے سامنے کسطرح احوال بیان کرتا ہوں پریزاد نے کہا کہ مجھے باور نہیں آتا تو بیان کر حاتم بولا وہ گوہر صدف نہیں ہے اور وہ جزیرہ آدمیوں سے آباد نہ تھا

تصویر حاتم اور مہر آور شہزادہ جزیرہ طومان کی جو برزخ کی بیٹی پر عاشق تھا



لے اٹھو اور میرے ساتھ چل پریزاد یہ سنکر حاتم کو سچا جانکر ساتھ ہولیا۔ تب حاتم نے اُن
چاروں پریزادوں سے پوچھا کہ تم میں اتنا زور ہے کہ ہم دونوں کو کھٹولے پر بٹھا کر لیچلو
وہ بولے کہ اگر تم سے چار ہوں تو اُنکو بھی اڑا لیجائیں۔ یہ سنکر دونوں کھٹولے پر بیٹھ گئے
اور وہ پریزاد لے اُڑے راہ میں مہاکال دیو کے باغ میں سے گذر ہوا وہ بیٹھا سیر کر رہا تھا اُسکی
نگاہ جو پڑی تو کئی دیووں کو پکڑنے کا حکم دیا وہ پکڑ لائے مہاکال نے پوچھا اس آدمی کو کہاں سے لائے ہو
وکہاں لئے جاتے ہو وہ بولے کہ شمس شاہ کے ملک سے آتے ہیں۔ وہ بولا کہ وہ تو مدت
سے غائب ہے اور ملک سانپوں سے آباد ہے۔ پریزادوں نے کہا یہ سچ ہے۔ لیکن اس آدمی
کی دعا سے وہ اصلی صورت پر آیا۔ دیو نے کہا اب کہاں جاتے ہو؟ وہ بولے کہ برزخ
کے جزیرے کو پوچھا یہ پریزاد کون ہے؟ مہرآور آپ ہی بولا کہ تو مجھے بھول گیا۔ میں مہرآور
شہزادہ مہریار شاہ کا بیٹا ہوں اُس نے کہا کہ اے شہزادے تجھکو آدمی سے کیا کام ہے؟
یہ کہکر حاتم کو کھٹولے سے کھینچ لیا۔ مہرآور بولا اے دیو حضرت سلیمانؑ سے جو قول کیا تھا وہ
بھول گیا۔ دیکھ مردم آزاری نہ کر اسنے جواب دیا وہ اب کہاں ہے؟ جو ہم اس قول پر رہیں
میں اس آدمی کو نہ چھوڑونگا۔ مدت بعد ہاتھ لگا ہے ذرا غصہ سلونا کرونگا۔ مہرآور نے دیکھا
کہ دیو آدمی کو دیکھکر باؤلا ہو گیا ہے اسکو فریب دینا چاہیے۔ بولا کہ اے مہاکال ایک آدمی
کے کھانے سے کیا فائدہ میں دس بیس آدمی تجھکو لا دونگا جو میرے قول پر رہیگا اور اس
آدمی کو میرے حوالے کریگا۔ کیونکہ میرا کام اس سے سربراہ ہوتا ہے۔ دیو نے کہا اے
شہزادے میں تیرے خاندان سے توسل رکھتا ہوں اس کو میرے پاس چھوڑ جا اور جو
کہتا ہے کر دکھا تو میں اسکو تیرے حوالے کروں۔ شہزادے نے دیکھا اب کچھ علاج نہیں ہو سکتا
ناچار ہو کر کہا کہ یہ میرا بہت عزیز آشنا ہے جائیگا اسے بخوبی تمام رکھنا اگرچہ بھی اسے
ایذا پہونچیگی تو تجھسے لونگا۔ اُس نے کہا کہ جونسا مکان پسند آئے وہیں چھوڑ جا۔ غرض
ایک باغ پسند کرکے اسمیں چھوڑا۔ اور اس سے کہا کہ اپنے دیووں سے کہدے کہ اس آدمی
کی نگہبانی کریں اور بخوبی تمام اسکو محفوظ رکھیں۔ میں دو تین دن میں دس آدمی تیرے لئے
لاتا ہوں وہ بولا بہت بہتر اسی طرح ہوگا۔ تو اپنا وعدہ پورا کر آخر شہزادہ چاروں پریزادوں
سمیت کسی جنگل میں آیا اور ایک سنسان مقام میں بیٹھکر مشورہ کیا کہ اپنے ملک میں جاکر
فوجیں لاؤنگا تو دیر لگیگی وعدہ ٹل جائیگا وہ ملعون مقرر اسکو اذیت دیگا۔

صلاح یہ ہے کہ گھات میں رہیں۔ جب دیووں کو غافل پائیں اُسکو لیکر ہوا ہو جائیں اغلب
ہے صبح ہوتے ہوتے ساٹھ ستر کوس نکل جائیں گے پھر ہمیں کون پاتا ہے۔ پریزاد بہت
اچھا کہہ کر گھات میں رہے۔ پہرہ دینے والے دیووں نے کہا کہ پریزاد آدمی کو چرا کر تھوڑے
ہی لیجائیں گے اور وہ پر نہیں رکھتا جو آپ سے اڑ جائے گا۔ پھر وہ سب شراب و کباب
میں مست ہوئے اور دروازہ باغ پر قفل لگا پاؤں پھیلا کر سو رہے۔ پر یہ کوئی نہ سمجھا کہ
مہر آور چار فرشتے لئے جان نکالنے کی گھات میں لگ رہا ہے۔ القصّہ مہر آور حاتم کو
کھٹولے پر بٹھا کر آسمان کی طرف ہوا ہو گیا سورج نکلتے نکلتے باغ سے سو کوس پر نکل گئے
جب دن چڑھا ایک محفوظ جگہ دیکھکر اوتر پڑے۔ کچھ ناشتہ کر کے سو رہے۔ دیووں کو اس
بات کی خبر نہ تھی کہ قیدی کو کوئی اُڑا لیگیا۔ خاطر جمعی سے باہر بیٹھے چوکی دیا کرے۔ اور وہ رات
دن چلا کئے جہاں اچھی جگہ ہوئی وہاں اوتر کر دم لیتے ہوئے ہو کر چل نکلتے۔ جب وعدہ
گذر گیا۔ مہاکال نے کہا کہ اُس آدمی کو لاؤ جسے پریزاد چھوڑ گئے ہیں۔ وہاں کئی دیو باغ میں
آئے اور اُسکو نہ پاکر مہاکال سے کہا کہ آدمی وہاں نہیں ہے۔ وہ غصہ ہو کر باغ میں آیا
اور دیکھا کہ واقعی نہیں ہے دیووں سے کہا اے نمک حرامو مقرر تمہیں نے اسکو کہا یا ہے
دیکھو تو کیسا مزہ چکھاتا ہوں یہ کہکر کئی دیووں سے کہا کہ انکو باندھکر خوب سا مارو۔ اُنہوں نے حضرت
سلیمانؑ کی قسم کھا کر کہا کہ ہمنے اُسکو ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے کھانا تو ایک طرف وہ بولا کہ تم جھوٹے ہو
مجھے یقین نہیں آتا۔ یہاں تو یہ ذکر تھا اور وہاں حاتم کو لیکر پریزاد جزیرہ قہرمان پر پہونچے۔ اتفاقاً
مہاکال کا ایک دیو بھی اُس جزیرہ میں گیا تھا اُنکو پہچان کر آ اتر پڑا اور چاہتا تھا کہ اُڑا لیجائے
کہ وہیں مہر آور پریزاد نے ایک تلوار ایسی ماری کہ اس کا ہاتھ شانہ سے جدا ہو گیا اور یہ کہتا
ہوا بھاگا کہ بھلا تمنے ایک آدمی کی خاطر میرے ہاتھ میں تلوار ماری ابھی پرورے کے دیووں
کو خبر کرتا ہوں کہ کئی پریزاد آدمی کو لئے جاتے ہیں۔ دیکھو تو کیسا بدلہ لیتا ہوں۔ مہر آور نے
پوچھا تو کس پردہ کا رہنے والا ہے؟ وہ بولا کہ میں مہاکال کے دیووں میں سے ہوں۔
شہزادے نے کہا جا اپنے مہاکال سے کہہ کہ میں اپنے آدمی کو لئے جاتا ہوں خبردار وہ
ادہر سے پھرا تو تیرے شہر کو برباد کر کے خاک سیاہ کر دونگا۔ یہ سنکر وہ بولا تو کچھ نہیں کر سکتا
اور پریزاد بدستور اُڑے۔ ایک جنگل میں جا کر کہا کہ ہماری حد تمام ہوئی آگے نہیں جاسکتے
اب ہمکو رخصت کرو۔ مہر آور بولا اے جوان میں تیرا ساتھ نچھوڑونگا ہر حال میں تیرا شریک

رہونگا۔ حاتم کھٹولے سے اُترا۔ اور چاروں پریزادوں کو رخصت کیا پھر مہر آور سے کہا کہ یہ
منظور نہیں کہ میرے باعث سے تجھے ایذا پہنچے۔ مگر اتنا دریافت کرتا ہوں کہ اس جنگل
سے گذر کیونکر ہو۔ اُسنے کہا کہ آگے تو پریزاد بھی نہ جاسکتے تھے کیونکہ دیو انکو ستاتے
تھے بلکہ جان تک کے خواہاں ہوجاتے تھے۔ چنانچہ ایک دن پریزاد جمع ہوکر دیوؤں
سے لڑے طرفین کے ہزاروں مارے گئے۔ یہ بڑے مردم آزار ہیں۔ حاتم نے کہا اگر میں
دیو بنکر اس جنگل سے چلوں تو تو کیونکر راہ طے کرے؟ مہر آور بولا میں تمام دن ہوا میں
اُڑونگا۔ رات کو تو جہاں اُترے گا میں بھی اُتر پڑونگا۔ تب حاتم نے جانور کا لال پر نکالکر آگ
پر جلایا اور پانی میں راکھ گھولکر اپنے بدن پر ملی وہیں دیو کی صورت ہوگیا۔ جنگل کے جانور
بھاگنے لگے۔ غرضکہ دن بھر چل کے شام کو جہاں رہتا مہر آور بھی وہیں آجاتا۔ ایک دن مہر آور
نے بھی پوچھا کہ اے حاتم یہ پرکس جانور کے ہیں؟ اُس نے کہا کہ جس سے اُس موتی کے پیدا
ہونے کی حقیقت معلوم ہوئی اُسی کے یہ پر ہیں اور کہا کہ میں شاہ آباد سے چلتے وقت
متفکر ہوا کہ ایسا موتی کس دریا میں پیدا ہوتا ہے اور میں کیونکر پاؤنگا۔ ایک درخت کے
نیچے متفکر بیٹھا تھا کہ ایک جوڑا خوش رنگ جانور کا اُس درخت پر آ بیٹھا۔ مادہ سے
پہلے تو آب و ہوا کی بابت نر سے کہا۔ پھر دریائے قہرمان کا ماجرا بیان کرکے احوال
پوچھا کہ یہ کون سر نیوڑھائے بیٹھا ہے؟ اس نے میری سرگذشت اُن موتیوں کی پیدائش
اور نا پیدا ہونے کی حقیقت جن کے یہ انڈے ہیں بیان کی اور مجھے اپنے پر دیئے۔ یہ
مفصل حال ماہ یار سلیمانی کے روبرو کہونگا تو بھی سن لیجیو۔ حاتم نے تمام ماجرا اسلئے
نہیں کہا کہ مبادا یہ آگے جاکر اپنا کام کرلے اور میں محروم جاؤں۔ غرض مہر آور کا اتنا
حال سنکر خوشی ہوئی کہ میرا کام بھی اسی کی بدولت ہوگا۔ یہ باتیں کرکے آگے چلا اور مہر آور
بھی ہوا ہوا رات کو ایک جا اُترتے اور صبح کو اپنے اپنے طور پر راہی ہوتے تھے۔ ایک رات
کا ذکر ہے کہ دونوں ایک جگہ سو گئے تھے کہ ملوک شاہ کے دیوؤں سے ایک اُنکے سرہانے
آیا۔ اُسنے دیکھا کہ ایک دیو اور ایک پریزاد ایک ہی جگہ سو رہے ہیں۔ اُسنے اور دیوؤں کو خبر کی
جب وہ آئے تو آپس میں کہا کہ انکو اپنے بادشاہ کے پاس لیجانا چاہئے۔ ایک نے کہا کہ ان بیچاروں
کو ایذا دینی کیا ضروری۔ نہ یہ ہماری قوم سے ہیں نہ انھوں نے ہماری تقصیر کی ہے۔ تھکا ماندہ اور تھکے
پڑے ہیں کچھ کام کو جاتے ہیں۔ رات کا وقت دیکھ کر سو رہے ہیں۔ لیکن پریزاد کی حقیقت

جاگتا تھا اُسنے اُنکی باتیں سُنیں پھر دیووں نے کہا کہ انکو جگاکر پوچھنا چاہیئے شاید برزخ سے گئے پردے کے ہوں۔ ایک نے کہا اگر وہیں کے ہوں تو تمہیں کیا۔ دوسرا بولا ایک دن بادشاہ ملوک کہتا تھا کہ بہت دنوں سے پردۂ برزخ کی خبر نہیں معلوم ہوئی۔ آخرکار دونوں کو جگایا حاتم نے دیووں کو دیکھکر اُنہیں کی بولی میں کہا کہ تم نے ہمیں کیوں جگایا کیا کام ہے؟ انہوں نے پوچھا تم کس پردے کے ہو؟ حاتم نے کہا تم نے نہیں سُنا کہ ایک آدمی برزخ کے جزیرے کو گیا ہے۔ اسکی خاطر شمس شاہ نے مقرنس کو جلادیا اور اُس کا راج چھین کر ضبط کرلیا۔ دیووں نے پوچھا یہ پریزاد کس پردے کا ہے؟ حاتم نے کہا پردہ طومان کا ہے۔ اور یہی تیرے لئے جاتا ہے کہ شمس شاہ پیدا ہوا اور مقرنس کو مار کر اُس کا ملک لے لیا ہے۔ یہ سُنکر وہ بولے تم آرام کرو ہم اُسے ڈھونڈتے ہیں۔ غرض اُنکو رستہ بتاکر آپ آگے کی راہ لی تین روز میں ایک دریا پر جا پہنچے مہرآور نے کہا کہ دریائے تہمان یہی ہے۔ حاتم نے دیکھا کہ کنارہ نظر نہیں آتا۔ گھبرا کر مہرآور سے کہا کہ ایسے دریا سے کیونکر پار ہونگے؟ مہرآور نے کہا کہ تیز پرندے کی مجال نہیں کہ سات دن کے عرصہ میں اسے پار کرے۔ چنانچہ میں پریزاد ہوکر یہ جرأت نہیں رکھتا۔ تیرا کہنا تو حق ہے۔ یہ سُنکر حاتم نے کہا کچھ بھی ہو مگر برزخ کے جزیرے میں جانا ضروری ہے۔ اس نے کہا اگر چندے رہو تو میں اس دریا سے اترنے کی تدبیر کردوں۔ حاتم نے کہا بہت اچھا پریزاد نے کہا کہ یہاں سے کئی کوس پر پردۂ بدران ہے۔ وہاں کی بادشاہت شمسان پریزاد کرتا ہے اُسکے پاس دریائی گھوڑے ہیں اُس سے دو گھوڑے لے آؤں۔ حاتم نے کہا مبارک ہو وہ وہیں اُڑ گیا رات تیے وہاں جا پہنچا اور بادشاہ سے ملا اُس نے آنے کا سبب پوچھا مہرآور نے کہا دو گھوڑوں کی ضرورت ہے۔ اگر مرحمت کرو تو عین نوازش ہوگی اُس نے پھر پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے؟ وہ بولا پردۂ طومان سے۔ بادشاہ نے پہچان کر کہا شاید مہرآور شہزادہ تو ہی ہے۔ اکیلے آنے کا کیا سبب ہے؟ اُسنے کہا کہ میں ایک بلا میں گرفتار ہوں ایسی مدد کرو کہ دو گھوڑے دو تمام عمر اسکا احسان نہ بھولونگا۔ شمسان نے بغلگیر ہوکر اپنے کی طرف لاکر دو گھوڑے چالاک اُڑنے والے اُس کے حوالے کئے شہزادہ دونوں گھوڑوں کو لیکر حاتم کے پاس آیا اور کہا کہ اسپر سوار ہوجاؤ حاتم ایک گھوڑے پر سوار ہوا اور دوسرے پر مہرآور سوار ہوکر بولا کہ اسکی باگ نہ چھوڑ لو۔ یہ دونوں ہٹے گئی

دن بعد بھوک و پیاس کی شدت ہوئی پریزاد نے کہا میرے پاس تھوڑا سا میوہ اور صراحی
موجود ہے کھا پی لو۔ حاتم نے دو چار دانے میوہ کے کھا کر دو تین گھونٹ پانی کے پئے پھر
توانائی آئی تو سنبھلکر بیٹھا چند روز بعد کنارے پر آئے تو پریزاد نے کہا باگ چھوڑ دو اور
زمین پر اُترو۔ حاتم نے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ جزیرے برزخ دریا کے درمیان ہے وہ بولا
کہ اس جزیرے کی ابتدا یہیں سے ہے جہاں ہم تم بیٹھے ہیں۔ یہ گمان نہ کرو کہ دریا کے
قعر مان سے پار ہو گئے۔ یہ اُسکا سرا نہیں ہے۔ کئی جزیرے اس میں اور بھی ہیں۔ حاتم نے
پوچھا وہ شہر یہاں سے کتنی دور ہوگا؟ وہ بولا دس روز کی راہ پر اُسنے کہا بیٹھے کیوں ہو
چلو۔ وہ بولا میرا ملک یہاں سے نزدیک ہے چاہتا ہوں کہ لشکر لے آؤں تا کہ ہم تم کرو فر
سے چلیں۔ حاتم نے کہا اے عزیز ہم کچھ ماہ یار سلیمانی سے لڑنے نہیں آئے جو لاؤ لشکر
چاہیئے وہ بولا کہ میری یہ غرض نہیں ہے۔ مگر اسلئے کہتا ہوں کہ اگر غریبی کی حالت میں
پہنچیں گے تو ہماری کون خبر لیگا۔ تم گھبرانا نہیں ایک ہفتہ میں آجاؤنگا۔ حاتم نے کہا خدا
حافظ ہے سدھاریئے۔ مہر آور وہیں ہوا ہو گیا۔ جب حاتم کی نظروں سے غائب ہو گیا
تو حاتم نے سفید پر جلایا اور راکھ پانی میں گھول کر جسم پر ملی جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا تیر و کمان
سے شکار کر کے سیخوں پر چڑھایا۔ پھر چقماق سے آگ جھاڑ کر لکڑیاں جلائیں اور بھون کر کھانے
لگا بعد فراغت خدا کا شکر کر کے سو رہا۔ اسی صورت سے کئی دن کاٹے۔ ایکدن سیر کر رہا تھا
کہ ایک باغ دکھائی دیا یہ اندر گیا تو دیکھا کہ ہر قسم کے درخت میووں سے لدے ہیں۔ نہایت محظوظ
ہوا وہیں رہنا اختیار کیا۔ گھوڑا ایسا وفادار تھا کہ دن بھر چراگاہ میں دریا کے کنارے چرتا تھا
اور رات کو اسی جگہ آجاتا تھا۔ غرض اسیطرح ایک ہفتہ گذر گیا۔ شہزادہ مہر آور جوں ہی اپنے
شہر میں پہنچا پریزاد پہچان کر پاؤں پر گر پڑے۔ اُسنے تسلی دیکر سب کو گلے لگایا۔ پھر والدین کے
پاس گیا اور آداب بجا لا کر قدمبوس ہوا۔ اُنہوں نے چھاتی سے لگا کر تمام احوال پوچھا کہ تو اتنے لشکر
باحشمت سے جزیرہ برزخ کو گیا پھر اب لشکر سے جدا ہو کر کس گوشہ میں چھپا تھا کہ فوج سب تجھے
ڈھونڈتے دیکھتے تتر بتر ہو گئی آخر ناچار ہو کر لوٹ آئی۔ یا رہے کچھ تیری مراد ملی۔ ماہ یار سلیمانی کی
بیٹی پائی شہزادے نے سر جھکا کر کہا کہ ایک مدت تک ایسی پریشانی اٹھائی کہ خدا کسی دشمن
کو بھی اس حالت کو نہ پہنچائے لیکن طالع مبارک کی وجہ سے ایک آدم زاد یمنی حاتم نام شاہ آباد۔ وہ اُس
موتی کی تلاش میں جو مرغابی کے انڈے کے برابر ہے آنکلا تھا۔ فلاں جنگل میں مجھ سے ملا

تصویر شہزادہ مہر آور کا اپنے ماں باپ سے ملنا اور کیفیت حاتم کی اور مطلب براری کی امید بیان کرنا



جب میں نے اپنا حال بیان کیا تو اُس نے قول دیا کہ جسوقت وہ موتی میرے ہاتھ آئے گا
وہ لڑکی تیرے حوالے کرونگا اُسکی ماں سُنکر ہنسی اور کہنے لگی کہ اب تک نادانی
اور حماقت تیری گئی نہیں پریزادتو اُس کے بھید کو بیان کر ہی نہیں سکتا آدمی کی کیا
طاقت ہے کہ بیان کر سکے اور ماہ یار سلیمانی سے عہدہ برآ ہو سکے۔ شہزادے
نے کہا وہ ایسا ویسا نہیں یمن کا شہزادہ ہے۔ علم و ہنر میں جن و پری سے زیادہ
ہے۔ اور ایک پرندے کے جوڑے نے اُسکے حالات سے خبر دی ہے۔ چنانچہ
جو کچھ میں نے ماہ یار سلیمانی کی زبانی سُنا ہے اُس نے میرے سامنے ظاہر کیا تو
مجھے یقین ہوا کہ اس موتی کا حال وہ ٹھیک طور پر جانتا ہے۔ بالفعل اُسے جزیرہ
برزخ کے قریب چھوڑ آیا ہوں۔ عجب آدمی ہے کہ کل زبانیں جانتا ہے۔ اُنہوں نے
پوچھا تیرے یہاں آنے کا کیا سبب ہے؟ اُس نے کہا میرا ارادہ ہے کہ لاؤ لشکر

ساتھ لیکر بادشاہوں کی طرح شہر میں داخل ہوں۔ بادشاہ نے کئی ہزار پریزاد سواری کے
اسباب سمیت ساتھ کر دئے۔ اسی دن شہزادہ روانہ ہوا۔ اور وعدہ کے دن جا پہنچا۔
لشکر کو دریا کنارے چھوڑ کر تنہا حاتم کے پاس آیا اور مکان پر حاتم کو نہ پا کر حیران ہوا کہ
اُسنے وعدہ خلافی کی جو پہلے چلا گیا۔ اتنے میں حاتم کا گھوڑا چرتا ہوا دیکھکر پہچانا کہ یہ وہی
گھوڑا ہے پھر پریزادوں کو حکم دیا کہ باغ میں جا کر تلاش کرو۔ وہیں سب باغ میں آ کر ڈھونڈنے
لگے اتنے میں ایک پریزاد نے دیکھا کہ ایک جوان خوش رو درخت کے نیچے بیٹھا تماشہ دیکھ
رہا ہے وہ اُلٹے پاؤں پھرا اور شہزادہ سے کہا کہ ایک آدمی کو درخت کے نیچے بیٹھا دیکھ آیا ہوں
خدا جانے وہی ہے یا اور کوئی وہ فوراً اُسکے ساتھ گیا۔ اور دیکھا کہ حاتم سر جھکائے متفکر
بیٹھا ہے۔ پکارا اے بھائی سر اُٹھا کس سوچ میں ہے۔ حاتم نے جو سر اُٹھا کر دیکھا تو مہر آور
اُٹھکر گلے سے لپٹ گیا۔ پھر دونوں باغ سے باہر آئے۔ حاتم نے دیکھا ایک لشکر عظیم اُترا
ہے۔ اور ایک بارگاہ شاہانہ کھڑی ہے۔ پوچھا یہ لشکر کسکا ہے؟ مہر آور نے کہا کہ آپ ہی کا ہے
پھر اُس کا ہاتھ پکڑ کر سر اپچے کے اندر لے گیا۔ اور تخت مرصع پر بٹھا کر خاصہ یاد فرمایا حاتم
نے جو دیکھا بعد نواع و اقسام کے کھانے دیکھے برغبت تمام نوش جان کئے پھر طائفوں کو
یاد کیا۔ ناچ ہونے لگا۔ غرض تمام رات عیش و عشرت سے کاٹی صبح ہوتے ہی کوچ کا نقارہ
بجا سوار ہوئے یہ خبر جزیرہ برزخ کے بادشاہ کو پہونچی کہ پریزادوں کا لشکر بیشمار قریب آ پہنچا
ہے۔ پر اُن کے آنے کا مطلب معلوم نہیں ہوتا۔ اُس نے غضبناک ہو کر ایک سردار کے
ہمراہ کئی ہزار پریزاد کر کے فرمایا کہ جلد جا کر اُن کی راہ بند کر دو۔ آگے آنے نہ پائے وہ لشکر
سمیت بر سر راہ اُترا۔ مہر آور کئی دن کے بعد جو وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک لشکر عظیم الشان
راہ روکے پڑا ہے۔ رُک رہا اتنے میں خبر پہونچی کہ ماہ یار سلیمانی نے تم سے لڑنے کو
فوج بھیجی ہے۔ شہزادہ نے ایک مرد معقول کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ ہم لڑنے کے ارادہ
سے نہیں آئے ہیں بلکہ بادشاہ سے قدمبوس ہونیکی آرزو ہے۔ یہ سُنکر اُس نے کہلا
بھیجا کہ آپ لشکر اغتق تمام یہاں پر قیام کریں بادشاہ سے بخوبی ملاقات ہو جائیگی اور
اپنے بادشاہ کو اِس مضمون کی عرضی بھیجی۔ بادشاہ نے کہا اگر ایسا ارادہ ہے تو بعزت تمام
ایک مکان میں اُتارو۔ غرض حاتم اور مہر آور چند مصاحبوں سمیت شہر میں آئے اور لشکر
کو شہر کے قریب ایک باغ میں اُترنے کا حکم دیا۔ ماہ یار سلیمانی نے ایک امیر کو مہر آور

کے پاس بھیجا کہ آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟ مہر آور نے کہا شہزادہ یمن کو تمہارے دیکھنے کی آرزو تھی چنانچہ میں اسکو لایا ہوں۔ بادشاہ نے پہلے تو مہمانی بھیجی۔ دوسرے روز حاتم کو بلایا۔ اور جڑاؤ کرسی پر بٹھا کر پوچھا کہ یہاں کس ارادہ سے آئے ہو اور کیونکر آئے ہو؟ حاتم نے کہا خداوند کریم نے ہر طرح سے پہنچایا۔ اور چاندی کا انڈا جو حسن بانو نے اُسے نمونہ دیا تھا اُسکے آگے رکھکر کہا یہ مطلب ہے اگر اسکی جوڑی کا موتی حضور سے عنایت ہو تو عین الطاف ہے۔ ماہ یار سلیمانی نے کہا کہ اُس کا دوسرا کہاں سے ملیگا۔ حاتم نے کہا میں نے سنا ہے آپ کی سرکار میں ہے آپ مرحمت کریں تو میں اپنی مراد دلی کو پہنچوں بادشاہ نے کہا کہ اگر تو ایک شرط بجا لائے تو موتی کے ساتھ اپنی بیٹی بھی تجھے دوں حاتم نے سر نیچا کر کے کہا کہ مجھکو وہ موتی ہی درکار ہے بیٹی کے آپ مختار ہیں جسے چاہیں بیاہ دیں۔ بادشاہ نے کہا جسوقت تو اس موتی کی پیدائش بیان کرے گا موتی اور بیٹی تیرے حوالہ کرونگا۔ تجھے اختیار ہوگا جسے چاہے دینا۔ حاتم نے مہر آور شہزادہ کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور پھر اُس موتی کا حال کہنا شروع کیا۔ ماہ یار سلیمانی سر نیچا کر کے سنا کیا غرض جو کچھ اس جانور سے سنا تھا تمام و کمال کہہ سنایا۔ بادشاہ نے تحسین و آفریں کر کے موتی محل سے منگوایا پھر ارشاد ہوا کہ شہزادی کو دولہن بنا کر بیاہ کی تیاری کریں حاتم موتی کو دیکھکر نہایت خوش ہوا اسکے بعد بہت سے ہاتھی گھوڑے۔ اونٹ منگوائے اور شہزادی کو بنا سنوار کر مجلس میں بلوایا۔ حاتم کی نگاہ جوں ہی اُس پر پڑی کہا۔ تو میری بہن ہے۔ مہر آور شہزادہ کو میں نے اسے دیا۔ یہ اُسی کے لائق ہے۔ تم اپنی رسم کے موافق ان دونوں کی شادی کردو اور موتی مجھے دو کہ حسن بانو کو دوں۔ ماہ یار سلیمانی نے اپنی رسم کے موافق لڑکی کو مہر آور کے ساتھ بیاہ دیا۔ الحمدللہ کہ عاشق و معشوق اپنی مراد کو پہونچے۔ ایک ماہ بعد دونوں بادشاہ سے رخصت ہوکر چند روز بعد اُسی دریا کے کنارے آئے۔ حاتم نے کہا بھائی تم اپنے ملک کو جاؤ میں اپنے مطلب کو جاتا ہوں۔ مہر آور نے کہا یہ بات مروت سے بعید ہے کہ آپکے تئیں ایسے خوفناک مقام میں چھوڑ کر جاہ و حشم کے ساتھ میں گھر جاؤں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اسی تجمل سے یمن شاہ کی خدمت میں چلیں اور میں بھی ملاقات سے مشرف ہوں۔ پھر اپنے لشکر سے کہا کہ جلد نائی سواری کا سرانجام کر کے پار اترو۔ یہ کہکر حاتم

اور آپ بدستور گھوڑے پر سوار ہوئے اور راستہ پکڑا۔ چند روز میں دریائے قہرمان پار کرکے ایک جنگل میں اُترے۔ دیووں کو خبر ہوئی کہ پریزادوں کا لشکر آ پہونچا ہے وہ بھی جمع ہو کر سرِ راہ پہنچے مہرآور نے ایک پریزاد کو بھیجکر کہلا بھیجا کہ اے عزیزو ہم دونوں حضرت سلیمان علیہ السلام کے خانہ زاد ہیں۔ ہمارا ارادہ بگاڑ کا نہیں۔ تم ہمارے مقابل کیوں آئے شمس بادشاہ کے پاس حاتم کو جا رہے ہیں اُنسے مدت بعد غضب خدا سے امان پائی ہے اُنھوں نے کہا ہمارا ارادہ بھی لڑنے کا نہیں ہے فقط ملاقات کو آئے ہیں۔ اور اُنکے سرداروں کو بلاکر ملاقات کی حاتم کو بنظر تحفظ ایک کوئے میں چھپا دیا اور انکو ہر قسم کے کھانے کھلائے اور شرابیں پلاکر رخصت کیا۔ اور آپ بھی روانہ ہوئے تین روز میں سرحد سے نکلا۔ شمس شاہ کو خبر ہوئی کہ مہرآور حاتم آپکی ملاقات کو آئے اور وہ بھی لشکر لیکر ملاقات کو آیا۔ راہ میں ملاقات ہوئی خوش ہو کر بغلگیر ہوئے حاتم نے اپنا اور مہرآور کا تمام ماجرا بیان کیا۔ بادشاہ نے سُنکر مہرآور سے بہت سی معذرت کی اور کہا کہ یہ احسان تمہارا مجھپر ہے کہ حاتم کو صحیح و سالم مجھہ تک پہنچایا۔ میں رات دن اُسکے لئے غمگین رہتا تھا بلکہ زندگی دوبھر تھی۔ الحمد للہ کہ جیتا جاگتا خدا کے فضل اور تمہاری بدولت آ ملا۔ پھر مہرآور کو لشکر سمیت باغ میں اُتارا۔ چالیس روز تک مجلس عیش و نشاط گرم کر کے حقوق مہمانداری بجا لایا اکتالیسویں دن مہرآور شاہ اور حاتم نے شمس شاہ سے رخصت ہو کر اپنے ملک کی راہ لی۔ اسکے بعد بادشاہ نے حاتم سے کہا اے یمن کے شہزادے تو نے راہ کی بہت تکلیف اُٹھائی ہے اب بھی تیرا ملک دور ہے لیکن خاطر جمع رکھہ ایک دم میں تجھے تیرے ملک میں پہنچا دونگا۔ یہ کہکر پریزادوں نے کھٹولے پر بٹھا کر شاہ آباد کا رستہ لیا۔ رات دن چلے گئے۔ ماندے ہوتے تو کسی دلچسپ جگہ اُتر پڑتے تھوڑے دم لیکر پھر اُڑتے غرضکہ ایک ماہ بعد نواح شہر میں گئے حاتم نے رسید لکھکر پریزادوں کو دی اور رخصت کر کے آپ شہر میں داخل ہوا۔ لوگوں نے حسن بانو کو خبر دی کہ وہ جوان صحیح و سالم آ پہنچا اُسنے بدستور پردہ کراکے اندر بُلایا اور کرسی پر بٹھایا حاتم نے بیٹھتے ہی اُس موتی کو نکالکر دکھایا اور ساری سرگذشت بیان کر کے موتی حسن بانو کو دیا وہ دیکھکر بہت خوش ہوئی اور حاتم کی ہمت پر بہت آفریں کی۔ حاتم اُس سے رخصت ہو کر کاروانسرائے میں آیا اور منیر شامی سے ملا اور تمام ماجرا کہہ سنایا اور ہاتھ اُسکا ہاتھ میں لیکر کہا کہ خاطر جمع رکھہ وصال یار نزدیک آیا۔ ایک سوال رہگیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اُسکو بھی پورا کرتا ہوں۔ منیر شامی بے اختیار ہو کر حاتم کے پاؤں پر گر پڑا۔ حاتم نے گلے سے لگا لیا اور سات روز تک وہاں رہا۔ آٹھویں روز پوشاک بدلکر

حسن بانو کے پاس آیا چوبداروں نے خبر کی حسن بانو نے بدستور پردہ کر کے کرسی پر بٹھایا۔ حاتم نے کہا ساتواں سوال فرمائیے۔ حسن بانو بولی وہ کہتا اور کہتے کہ ایک حمام میں سُنا ہے کہ ایک حمام بادگردہے اُسکی خبر لاؤ۔ کیونکہ اُسے گردش سے کام ہے اور وہ چکی کی طرح گردش کرتا ہے پھر اُسمیں آدمی کیونکر نہاتے ہیں۔ لازم ہے کہ اُسکی بنیاد کا حال تحقیق کر کے لاؤ یہ سُنکر حاتم حسن بانو سے رخصت ہوکر کاروانسرائے میں آیا اور منیر شامی کی تسلی کر کے کہا کہ اب انشاءاللہ سفر کر آؤں تو تیری معشوقہ کو تجھ سے ملاؤں اور اپنے قول سے سچا ہوں۔ یہ کہکر منیر شامی سے رخصت ہو کر

ساتواں سوال حمام بادگردہ کی خبر لانیکا اور ذکر منیر شامی اور حسن بانو کے بیاہے جانے اور حاتم کے گھر آنے کا

جنگل کی راہ لی چند روز بعد ایک شہر کے قریب پہنچا کیا دیکھتا ہے کہ ایک کنوئیں کے گرد بہت سے مرد وزن جمع ہیں اسنے پوچھا کہ ایسا ہجوم اور ایسی دھوم دھام کیوں کر رکھی ہے؟ کسی نے کہا اے عزیز یہاں کے حاکم کا بیٹا اس کنوئیں پر بیٹھا تھا۔ آج تیسرا دن ہے کہ اُسنے اپنے آپکو اسمیں گرادیا ہر چند اس میں کانٹے اور رسیاں ڈالکر ڈھونڈا پر اُسکی لاش نہیں ملی معلوم نہیں کہ اسمیں کیا بلا تھی جو اُسے تحت الثریٰ میں لے گئی ہے۔ یا پانی ہی میں پڑی ہے کوئی اپنی جان کے ڈر سے نہیں اُترتا۔ مبادا اسمیں اژدہا ہو اور نگل جائے۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ اُسکی والدین گریبان پھاڑے سر پر خاک ڈالے پریشان حال وہاں آئے اور کنوئیں پر بیٹھکر اتنا روئے کہ پرندے تک فریاد کرنے لگے بلکہ پتھر کے جگر بھی پانی ہوکر بہہ گئے۔ یہ دیکھکر حاتم کا دل بھی بھر آیا اور دلاسا دیکر کہا مرضی الٰہی میں چارہ نہیں صابر و شاکر رہو۔ وہ بولے اے جوان تو سچ کہتا ہے۔ لیکن اگر اُسکی لاش ہاتھ آئے تو دفن کر کے اُسکی قبر ہی سے دلکو تسکین دیں۔ کیونکہ موئے کی اتنی ہی نشانی بس ہے چنانچہ ہر ایک کی منت کر کے ہزاروں روپیہ دینے کو تیار ہوں لیکن کوئی ہماری حال تباہ پر رحم نہیں کھاتا اور کنوئیں میں نہیں اترتا۔ آج یہ سوچا ہے کہ آپکو اس کنوئیں میں ڈالکر اُسکی لاش تلاش کریں اور دوسرے کو کیا پرواہ ہے کہ پرائے واسطے اپنی جان کھوئے یہ سُنکر حاتم نے کہا خاطر جمع رکھو میں اپنی جان ہتھیلی پر لئے پھرتا ہوں۔ یہی آرزو ہے کہ میری جان کسی کے کام آئے۔ عنداللہ کنوئیں میں جاکر تمہارے بیٹے کی لاش ڈھونڈھتا ہوں۔ تم میرے آنے تک

منتظر رہنا۔ اُنہوں نے کہا اے جوان جانے کا تو ذکر ہی کیا ہے ہم اپنی بود و باش یہیں کریں گے حاتم بولا ایک ماہ تک راستہ دیکھنا اگر آیا تو بہتر ورنہ اپنے کام میں مشغول ہونا۔ یہ کہکر کنوئیں میں کود پڑا۔ کئی غوطے کھائے تھے کہ پاؤں تہ کو لگے۔ وہیں آنکھیں کھولیں تو نہ کنواں تھا نہ پانی مگر ایک میدان دکھائی دیا۔ آگے جاکر دیکھا کہ ایک باغ پر فضا ہے۔ بے تامل اُسکے اندر گیا تو ہر قسم کے درخت پھولدار اور میوہ دار تھے۔ اسکے دلمیں آیا کہ یہ خوشبو کون سے پھولونکی ہے ہر ایک تختہ کی طرف آتا جاتا تھا کہ ایک جماعت پریزادوں کی بیٹھی ہوئی دیکھی۔ اور ایک تخت مرصع پر ایک خوش رو جوان بیٹھا ہوا نظر آیا۔ تب حاتم آگے بڑھکر گنجان درختوں میں چھپ رہا اور تماشہ دیکھنے لگا اتنے میں پریوں کی نظر اُس پر پڑی تو چیخ مار کر کہا کہ یہ آدم زاد نا محرم کہاں سے آیا پھر اپنے سردار سے کہا کہ ایک آدم زاد درختوں میں چھپا کھڑا ہے۔ یہ سنکر پریزاد نے اُس جوان سے کہا کہ تمہارا بھائی بند ایک اور بھی یہاں آیا ہے اگر کہو تو تمہاری پاس لے آئیں مہمانداری کی شرط بجا لائیں وہ بولا بہت بہتر مجھے بھی اپنے ہمجنس کا کمال اشتیاق تھا۔ اُس پری نے اپنے مصاحبوں سے کہا کہ اسکو لے آؤ۔ وہ لے آئے۔ جب قریب تخت کے آیا پریزاد و جوان اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے پاس بٹھا لیا اور مہمانداری کی خاطر بھی بجا لا کر پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ حاتم نے کہا کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں اپنے دوست کے کام سے حمام باد گرد کی خبر کو جاتا ہوں نام میرا حاتم ہے۔ اتفاقاً اس کنوئیں کی طرف آنکلا بسبب سے لوگوں کو روتا

تصویر پریزاد و نمبل ایک تخت مرصع پر بیٹھا اس لڑکی کے حاتم کا بیٹھنا اور باہم باتیں کرنا



دیکھا خصوصاً اے جوان تیرے والدین کی زاری سے میرا حال متغیر ہوا بے اختیار ہو کر اُنسے پوچھا
کہ تم اس طرح پر کیوں بلبلا رہے ہو کہ سننے والوں کی چھاتیاں پھٹی جاتی ہیں؟ وہ آہ بھر کر
بولے کہ اس کنوئیں میں ہمارا یوسف ثانی گم ہو گیا ہے اس وجہ سے ہمارے جی ڈوبے جاتے
ہیں۔ اور کہا کہ خدا کے واسطے کوئی اُسکی لاش ہی نکال دے۔ مینے یہ سُنکر آپ کو کنوئیں میں
گرا دیا اور یہاں آ پہونچا۔ میں نہیں جانتا کہ تو ہی اُن کا بیٹا ہے یا کوئی اور ہر ایک آدمی کو ڈھونڈتا
ہوں۔ یہ سُنکر اُس جوان نے کہا کہ میں ہی اس یعقوب صفت کا بیٹا ہوں۔ ایک دن کا ذکر
ہے کہ میں اس کنوئیں پر آیا کہ یہ رشک ماہ نظر آئی فوراً میں بے دا موں بک گیا اور اسکی چاہ
میں باؤلا بن گیا وہاں بیٹھ گیا۔ یہ برق وش بھی ہر روز اپنی جھلک دکھا کر چلی جاتی تھی۔ اس
دیکھا بھالی سے مجھے تسلی نہ ہوتی تھی۔ اس کے سلسلہ محبت کی کشش نے کھینچکر مجھ کو یہاں
گرا دیا۔ پھر بادِ صبا کی طرح اس گل خوبی کی جستجو میں یہاں آ پہونچا۔ بارے اُسنے میری خستہ حالی
پر مہربانی کر کے شربت وصال پلایا۔ اب بآرام گذرتی ہے۔ حاتم نے کہا حیف ہے کہ تو یہاں
رنگ رلیاں منا رہا ہے اور تیرے ماں باپ کا حال تباہ ہو رہا ہے۔ یہ کیا انصاف ہے؟ وہ بولا
مجھکو اس کا کیا اختیار ہے اگر یہ رخصت دے تو جا کر اُنکی تسلی کروں۔ حاتم نے کہا صبر کر میں تیرا
حال ابھی عرض کرتا ہوں یہ کہکر پری کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ اے سراپا ناز یہ مہربانی
سے دور ہے کہ اسکے والدین آتش ہجر سے جلیں بہتر ہے کہ اس جوان کو رخصت دے جو یہ جا کر اُنکی
چھاتی سے لگے اور دل ٹھنڈا کرے وہ سنکر اکر بولی یہاں کس نے منع کیا ہے ابھی چلا جائے یہ بہ
ہی مبتلا ہو کر یہاں آیا ہے اسکو اختیار ہے جہاں چاہے جائے۔ یہ سُنکر حاتم نے کہا کہ اے پری
نے پروانگی دی۔ اسنے کہا یہ اجازت نہیں۔ کہنا رضامندی یہ ہے کہ مجھسے اسطرح قول کرے کہ
ہر ہفتہ میں دو تین بار رات کو تیری پاس آؤنگی اور تجھے اپنے دل سے نہ بھلاؤنگی۔ یہ سُنکر حاتم
نے سر نیچا کیا۔ اور ایکدم کے بعد پریزاد سے پھر کہا خدا کے واسطے مہربانی کر جو یہ کہتا ہے مان لے
یہ سُنکر اُسنے کہا کہ ہماری قوم کی یہ خاصیت نہیں جو میں کروں۔ یہ پہیلے چوچلے مجھے نہیں بھاتے
اتنی گرمی نہ کیجیے۔ حاتم نے کہا کہ اس گرفتار محبت کے حال پر رحم کھائیے تو کچھہ عرض کروں
کیونکہ مینے فلاں پردے کی پریوں سے سنا ہے اور ملاقات کی ہے۔ اُنکے لطف و احسان عاشقوں پر
بہت ہیں تم کہتی ہو کہ ہماری قوم میں اسطرح کے سلوک کوئی نہیں کرتا۔ میں کیونکر مانوں۔ بلکہ
آدمزاد بیوفا اور مکار ہیں۔ پریزاد تمام عالم دوستی میں وفادار اور فرمانبردار ہیں۔ یہ سنکر اُسنے منہ

پھیر کر کہا یہ جھوٹا لیا ٹیا ہی مجھے دل سے نہیں چاہتا۔ یہ تیری بناوٹ ہی۔ جوان بولا جو کچھ کہتی ہو بجا ہی۔ اس فہمیدگی کے صدقے جایئے میں نے تمہارے واسطے گھر بار چھوڑا جان سے ہاتھ دھو کر آپکو اس کنوئیں میں گرایا۔ کیا کیا صدمے اُٹھا کر یہانتک آیا۔ اسپر بھی میں چاہنے والا نہ ٹھہرا

نہ واقف ہوئے تم میرے حال سے — میں صدقے رہا جان اور مال سے

یہ سُنکر پری بولی ایسی باتیں بہت سی سنی ہیں کیوں واہی تباہی بک رہا ہے۔ میں جب جانوں کہ مجھے چاہتا ہی جو کچھ میں کہوں بجا لائے۔ وہ بیچارہ اُٹھہ کھڑا ہوا اور کہا دیر کیوں کرتی ہو جو منظور ہی جلد فرماؤ۔ اُسنے اپنے لوگوں سے کہا کہ ایک کڑہاؤ میں گھی گرم کرو جب کڑکڑا تب مجھے خبر کرو۔ اُنھوں نے ویسا ہی کیا۔ جب گھی کھولنے لگا تو جوان سے کہا کہ اگر مجھے چاہتا ہی تو اسمیں کود پڑ۔ جوان بخوشی چاہتا تھا کہ آپ کو کڑہاؤ میں گرادے کہ پری دیوانوں کیطرح دوڑکر لپٹ گئی۔ اور کہا تو عاشق صادق ہے۔ مجھکو یقین ہوا۔ اب جو کہے سو کروں مجھے بدل منظور ہی۔ پھر حکم دیا مجلس طرب آراستہ کرو۔ ساقیان گل اندام صراحی جڑاؤ میں شراب لعل فام بھر لائیں اسکے فرماتے ہی سب مہیا ہو گئے۔ غرض اسیطرح عیش و عشرت اور مہمانداری میں ایک مہینہ گذر چلا۔ اور کنوئیں پر جو لوگ بیٹھے تھے وعدہ شماری کرنے لگے کہ اگر آج وہ جوان نہ نکلا تو اپنے اپنے گھر چلے جائینگے۔ الغرض اکتیسویں روز حاتم نے اُس جوان سے کہا کہ مجھے ضروری کام ہے اب میں نہیں رہ سکتا۔ پری نے کہا بہت بہتر۔ حاتم نے کہا کہ بشرطیکہ تم وعدہ مضبوط کرکے حضرت سلیمان علیہ السلام کو درمیان دو تب مجھے باور ہو۔ پری نے قسم کھا کر کہا کہ میں اس قول سے ہرگز نہ پھروں گی خاطر جمع رکھہ۔ پریوں سے کہا کہ ان دونوں کو کنوئیں پر پہنچا دو۔ اُنھوں نے ایک ہی جست میں کنوئیں پر پہنچا دیا۔ سب لوگ دیکھکر حیرت میں آئے اور اُسکے والدین حاتم کے قدموں پر گرے اور خوشی خوشی شہر کو آئے۔ اور نہایت تکلف سے مہمانداری کی۔ چودہ دن حاتم کو مہمان رکھا اور پری اپنے وعدہ پر آنے جانے لگی۔ القصہ پندرہویں دن حاتم وہاں سے رخصت ہوا اور جنگل کا راستہ لیا۔ ایک مدت بعد ایک بستی نظر آئی۔ اسکی شہر پناہ کے باہر ایک پیر مرد کو کھڑا دیکھا۔ اُسنے حاتم کو دیکھکر السلام علیکم کرکے کہا۔ اے جوان مرحبا۔ اُسنے کہا کہ وعلیکم السلام اے پیر مرد باصفا۔ اسکے بعد اُس نے کہا اے جوان مسافر آج کی رات اس غریب خانہ میں قدم رنجہ فرما کر آب و طعام میں شریک ہو تو عین مہربانی ہوگی۔ حاتم بولا نیکی کا کیا پوچھنا۔ القصہ وہ پیر مرد حاتم کو اپنے گھر لے گیا۔ اور کہا

کھلا کر حال پوچھا۔ اے جوان تیرا کیا نام ہے۔ اور کہاں جائیگا؟ اُسنے کہا کہ حاتم نام ہے یمن کا رہنے
والا ہوں۔ حمام بادگرد کی خبر کو جاتا ہوں۔ یہ سُنکر اُسنے سر نیچا کر لیا۔ اور کہا اے عزیز وہ کون
ہے جسنے تجھے ایسی جگہ بتائی۔ اوّل تو اُسکا نشان معلوم نہیں۔ دوسرے جو وہاں گیا پھر نہ پھرا
کیونکہ اسکا راستہ منزل اول سے کم نہیں۔ اور راستہ میں شہر قطان کے بادشاہ نے چوکی
بٹھائی ہے کہ جو کوئی اُس حمام کی خواہش کرکے آئے میرے پاس لاؤ معلوم نہیں کہ اسکو اپنے
پاس بلانے کی وجہ کیا ہے۔ مار ڈالتا ہے یا چھوڑ دیتا ہے یہ سنکر حاتم نے کہا۔ منیر شامی شہزادہ حسن بانو
برزخ سوداگر کی لڑکی پر عاشق ہوا ہے۔ اور اپنا خانماں برباد کرکے اُسکی کاروانسرا میں
بیٹھا ہے میں اُسکے واسطے یہ رنج گوارا کرکے کئی برس سے اس کام میں عند اللہ پھرتا ہوں
اس سوداگر بچی کے چھہ سوال پورے کر چکا ہوں اب ساتواں سوال حمام بادگرد کی خبر
لینے کو جاتا ہوں۔ دیکھوں قسمت کیا دکھائے۔ پیر مرد بولا۔ آفریں تجھپر جو بیگانے کی واسطے
اتنی محنت اختیار کی لیکن اب صلاح یہ ہے کہ اس خیال محال کو دل سے دور کر۔ یہیں سے پھر جا
اور اس سے کہہ کہ وہ طلسمات ہے اُسکے بھید کو کوئی نہیں جانتا۔ یہ سُنکر حاتم بولا استغفر اللہ اُس
سے جھوٹ کسطرح بولوں یہ انصاف نہیں کہ وہ عاشق بیچارہ مدت مدید سے درد انتظار کے
سبب جاں بلب ہے فقط امید وصال پر اس کا دم پھر رہا ہے۔ قریب ہے کہ شربت وصال اپنی معشوق
کے ہاتھہ سے پئے حیف ہے کہ اسوقت میں حیلہ ڈھونڈوں اور اُسکے کام سے پہلو تہی کروں پس
خدا کو کیا جواب دونگا۔ اُس جہاندیدہ نے کہا اے جوان اپنی جوانی پر رحم کر اور ہرگز وہاں
نہ جا کیونکہ وہاں کا جانا جان سے جانا ہے۔ اگر میرا کہا نہ مانے گا تو پشیمانی اٹھائیگا۔ جیسا کہ
مینڈک نے اپنی قوم کا کہنا نہ مانکر پشیمانی کھینچی۔ حاتم نے کہا اُسکی حقیقت کیونکر ہے؟ پیر مرد نے کہا
اطراف شام میں ایک دریا ہے اُسمیں بہت سے مینڈک رہتے تھے ان میں سے ایک نے اپنی
قوم سے کہا جی چاہتا ہے سفر کریں اور کسی اور دریا میں جا رہیں۔ کیونکہ مسافرت میں فائدے
بہت ہیں۔ فقیر غنی ہو جاتے ہیں بے ہاتھہ پاؤں ہلائے دولت نہیں ملتی۔ یہ سُنکر اُسکی قوم
نے کہا کہ اے نادان یہ خیال خام دل سے نکال۔ ہرگز راحت نہ پائے گا۔ مفت میں رنج
و غم اُٹھائیگا۔ اُسنے نہ مانا اور اپنے بھائی بندوں سمیت وہاں سے نکلکر ایک اور دریا کی طرف
چلا۔ ہر چند کہ آبی جانوروں کو خشکی میں چلنا دشوار ہے۔ اسپر بھی وہ اچھلتا کودتا چلا جاتا
تھا راہ میں ایک چشمہ ملا اُس میں ایک سانپ تھا اُس نے وہاں کے سب مینڈک کھا لئے

تھی چند روز سے غذا نہ پائی جھنجلا رہا تھا انکو دیکھکر بے اختیار ہوگیا اور سب کو کھا گیا صرف وہ مینڈک بھاگ کر دریائے قدیم میں گر پڑا اور جورو لڑکے برباد کئے۔ اُسکی قوم یہ حال دیکھکر طعنہ دینے لگی کہ اے ناوان مفت میں بسا بسایا گھر برباد کیا۔ احوال کہہ تجھپر کیا گذری؟ وہ بیچارا بال بچوں کے غم کا مارا سر جھکائے اپنے کئے پر پشیمان ہوکر چپکا بیٹھا رہا اور سب کی سُنا کیا۔ غرض جو کوئی بزرگوں کا کہنا نہیں مانتا اُسکا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ پس اے جوان میرا کہا مان کہیں سے پھر جا گرمی نہ کر کیونکہ حمام باد گرد میں کوئی نہیں پہنچا۔ یہ سُنکر حاتم نے کہا کہ تم جو کچھ کہتے ہو میری بہتری کے لئے کہتے ہو۔ لیکن جو بات خدا کے واسطے ہو اُس سے منہ پھیرنا خوب نہیں کرم الٰہی سے امیدوار ہوں کہ اُس جوان کا کام میرے ہاتھ سے بر آئے۔ خدا کیواسطے اگر تو جانتا ہے تو شہر قطان کی راہ مجھے دکھا دے جو اپنی راہ لگوں۔ اُس مرد دیرینہ نے جب دیکھا کہ اسکا ارادہ کامل ہے ساتھ ہولیا اور شہر کے باہر جاکر کہا کہ داہنی طرف کا راستہ ختم کرنے کے بعد پھر فیصلے طے ہیں گے اُنکے بعد ایک پہاڑ ملیگا۔ اُسکے نیچے ہزاروں بلائیں اور آفتیں ہیں اگر اُن سے بچیگا تو ایک صحرائے عظیم ملیگا وہاں خدا کی قدرت نظر آئیگی۔ تھوڑی دور جاکر دورا ہا ملیگا بائیں طرف جائیو کہ وہ راہ پاکیزہ ہے بخوبی شہر قطان میں پہنچیگا۔ اگرچہ داہنی طرف کی راہ نزدیک ہے مگر اُسمیں ہزار ہا آفتیں ہیں حاتم بولا بے اجل کوئی مر نہیں سکتا پھر قریب کا راستہ چھوڑ کر دور کا کیوں اختیار کروں؟ پیر مرد نے کہا تو نے سنا کہ بزرگوں نے کہا ہے ؎

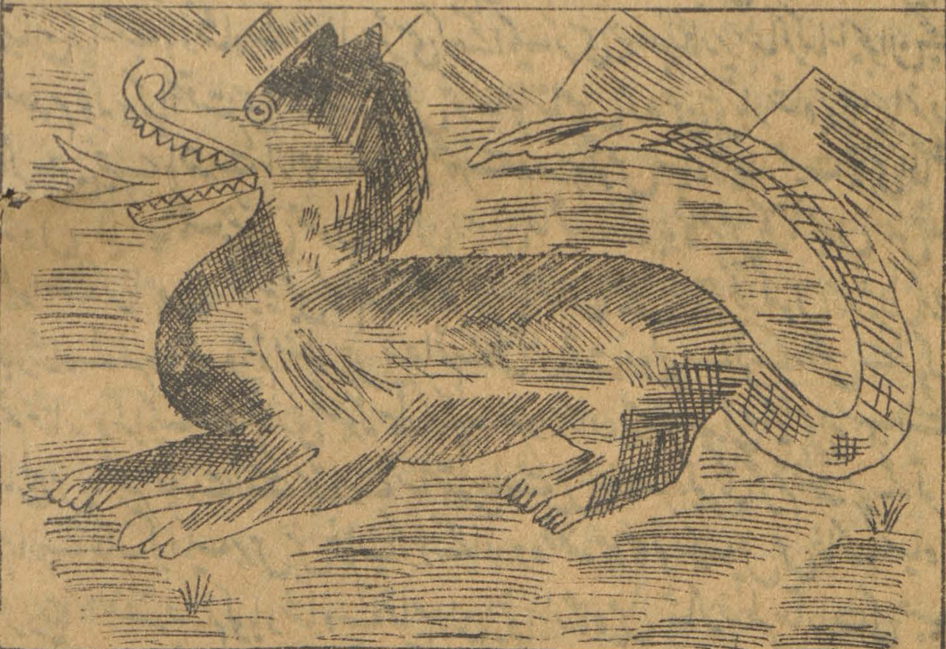
چل راہ راست سوچ نہ ہر چند دور ہے
جورو نہ کر تو بیوہ اگرچہ وہ حور ہے
گو کہ مرتا نہیں کوئی بے موت
لیک تو منہ میں اژدہے کے نہ جا

دیکھ اگر میرے کہنے پر عمل نہ کریگا خراب ہوگا۔ غرضکہ حاتم اُس سے رخصت ہوا۔ چند روز بعد ایک شہر میں پہنچا۔ اُس میں نقاروں کی آواز بکثرت سُنی۔ دل میں خیال کیا کہ آج کسی کے یہاں شادی ہے بہت لوگ جمع ہیں۔ بادشاہی سراچے کھڑے ہیں تنبو ڈیرے استادہ ہیں فرش پاکیزہ بچھا ہے۔ جا بجا لوگ بیٹھے ہیں۔ ہر مجمع میں نقارے بج رہے ہیں ناچ رنگ ہو رہا ہے دلہنیں کھڑی رہتی ہیں یہ دیکھکر پوچھا کہ یہاں کیا شادی ہے؟ ایک بولا کہ اس شہر کی رسم ہے کہ برسویں دن امیر و غریب بلکہ بادشاہ وزیر بھی اپنی بالغ لڑکیوں کو دلہن بنا کر خیمہ میں بٹھاتے ہیں اور جنگل سے ایک سانپ آتا ہے اور جوان کی شکل بنکر ہر ایک خیمہ میں جاکر سبھوں کو دیکھا کرتا ہے اور جو لڑکی پسند آجاتی ہے اسکو لیجاتا

سے ہئے دہشت سے بیحیائی کی نقاب منہ پر ڈال کر مجبور اشادی رچاتی ہی دیکھئے کسکی
لڑکی پسند کرے۔ اور لیجائے ہر ایک کو یہی دہڑکا ہی آج نقارے بجتے دیکھتا ہے کل چہاتی پیٹتے
دیکھیو تو ایک دن کی شادی اور ساٹھ دن کا غم ہر سال ہے۔ بے بس ہیں کیا کریں شام کو
مقرر آکر کسی نہ کسی کے سر بلا لائیگا۔ یہ سُنکر حاتم نے کہا یہ کام جن کا ہے فی الحقیقت سانپ
نہیں پہر اُنسے مخاطب ہوکر کہا ای عزیزو یہ بڑی بلا تمپر آئی ہی۔ اُنہوں نے کہا پہر کیا کریں
اسمیں اپنا چارہ نہیں جو خدا چاہے سو کرے۔ مثل مشہور ہے سنگ آمد سخت آمد الیا
ہم کسی کو نہیں دیکھتے جو خدا کے واسطے اس بلا کو ہمارے سر سے ٹالے حاتم نے کہا انشاء اللہ
تعالیٰ اسی رات کو اس آفت کو دور کرتا ہوں تم مردانہ وار رہو اپنے جی میں کچھہ اندیشہ مت
کرو۔ اُنہوں نے اپنے سرداروں سے کہا وہ سنتے ہی حاتم کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ اور تمام ماجرا
بیان کیا۔ تب بادشاہ نے احوال پُرسی کرکے ایک کرسی جواہر نگار پر بٹہا کر کہا۔ ایجوان تجہے
معلوم ہی کہ یہ کیا آفت ہی؟ حاتم نے کہا میں خوب جانتا ہوں وہ جن ہی بادشاہ بولا ایجوانمرد
اگر یہ جن تیرے ہاتھہ سے مارا جائے یا اس شہر سے دور ہو تو میں سپاہ رعیت سمیت تیری اطاعت
کروں۔ بلکہ جب تک جیوں ممنون احسان رہوں حاتم نے کہا جو کام میں کرتا ہوں محض خدا
کیواسطے کرتا ہوں۔ اگر یہ بہی کام کرونگا تو کسی پر احسان نہیں۔ پر جو کچھہ کہوں سو قبول کرو
بادشاہ نے فرمایا بسر و چشم منظور ہی۔ پہر حاتم نے کہا جسوقت وہ لیجانے کو آئے اُس سے کہو کہ
تم مختار ہو مگر ایک بات ہماری سُنو کہ ہمارا ایک سردار زادہ مدت بعد آج آیا ہی ہم سب اسکے
تابع ہیں۔ بغیر اجازت اُسکے تمہارے ساتھہ بیاہنے میں عذر ہے کیونکہ اگر تم غصہ ہوگے تو
ہمارے ملک کو ایک برس میں خراب کروگے اور وہ غصہ ہوگا تو ایک پل میں خاک سیاہ
کر دیگا۔ القصہ حاتم کو بادشاہ نے تمام دن اپنی بارگاہ میں بٹہا کر خاطر مدارات کی جب
سانپ کی آمد کا غل ہوا لوگوں نے حاتم سے کہا کہ ایجوان وہ موذی آپہونچا یہ سُنکر حاتم
نے بادشاہ سے کہا ذرا میں بہی اُسے دیکھوں۔ پہر وہ خیمہ سے باہر آیا دیکھا کہ ایک اژدہا
آسمان سے سر لگائے چلا آتا ہی۔ اُسکی درازی کا ٹہکانا نہیں۔ دیو بہی اُسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔
آدمی تو کیا حوصلہ رکہتا ہی جو آنکھہ اُٹہا کر بہی دیکھے۔ جو پتھر اور درخت اُسکے نیچے آتا ہی ریزہ
ریزہ ہو جاتا ہی حاتم نے اُسے دیکھکر کہا الٰہی تیری پناہ تو ہی اس سے نجات دیگا یکایک وہ
سانپ نزدیک آیا اور اپنی دم ایسی سخت کرکے ہلائی کہ سب لوگوں نے سر نیچے کر لئے وہ

چاروں طرف دیکھکر زمین پر لوٹ کر ایک خوبصورت جوان بن گیا۔ تب اُنھوں نے ادب سے
سلام کیا اور بادشاہ اُسے اپنے خیمہ میں لایا۔ وہ ایک دم بعد بولا کہ اپنی لڑکیاں مجھے دکھاؤ
بادشاہ نے کہا بہت بہتر دیکھئے تب اُسنے بارگاہ سے نکلکر سب سرداروں۔ امیروں
غریبوں کی لڑکیاں دیکھیں پر کسی کو پسند نہ کیا۔ پھر بادشاہ کے خیمہ میں آیا جہاں کہ شہزادی
بیٹھی تھی وہاں گیا۔ اور اسکو پسند کر کے کہا مجھے اسکی خواہش ہے میرے حوالے کر دیجئے سنکر
بادشاہ نے کہا ہمارا ایک بزرگ زادہ کتنے دنوں سے نکل گیا تھا وہ بالفعل آج آیا ہے بغیر
حکم اُسکے ہم کچھ نہیں کر سکتے ورنہ وہ ایک دم میں ستیاناس کر دیگا۔ صلاح یہ ہے اب

تصویر اُس سانپ اژدہا پیکر کی جو حقیقت میں ایک جن تھا



اب اُسکو بلائیں وہ جو کچھ کہیگا سو کریں گے۔ اُسنے کہا ابتک وہ کہاں تھا۔ آج کیونکر آیا؟
اچھا بلالو یہ تو وہیں قنات کے پیچھے لگ رہا تھا بلاتے ہی اُسکے روبرو کھڑا ہو گیا۔ جن نے
کہا اے جوان میں مدت سے اس شہر میں آتا جاتا ہوں پر تو کبھی مجھے نظر نہیں آیا۔ اب کہاں
سے آگیا سچ بتا تو کون ہے اور کیوں ہمارے فرمانبرداروں کو گمراہ کر کے اس ملک کو خراب
کروایا چاہتا ہے؟ حاتم نے کہا جبتک میں اس شہر میں نہ تھا تب تک اُنھوں نے تیرا کہا
کیا اب میں اس ملک کا مالک آیا ہوں جو کوئی ہمارے باپ دادا کی رسموں کو بجا لاتا ہے

بیٹی اوسکو دیتے ہیں۔ جن نے کہا وہ کیا ہیں بیان کرو۔ حاتم نے کہا میرے پاس ایک مہرہ ہے
پہلے تو اُسے گھسکر پلاتا ہوں۔ وہ بولا جو یہ رسم ہے تو لا میں پیونگا۔ حاتم نے وہ مہرہ جو خرس
کی بیٹی نے دیا تھا جیب سے نکالکر تھوڑے پانی میں رگڑ کر اُسکے حوالے کیا۔ جن یہ نہ جانتا تھا کہ
اس کا پینا اُسکے حق میں بُرا ہے مارے غرور کے پی گیا۔ اُسکے پیتے ہی ایک دم علم جنی بھول
گیا۔ اُسپر ڈھٹائی سے کہا اب کوئی اور رسم باقی ہے تو اسکو بھی بیان کر تاکہ بجا لاؤں۔ حاتم
نے کہا دوسری رسم یہ ہے کہ ایک گولی میں اُوترو ہم اُس کا مُنہ باندھ دیں پھر اسکے باہر نکل
آؤ تب بخوبی اس لڑکی کو تمہارے حوالے کریں۔ اور جو نہ نکلو تو ہزار الماس اور ایک موتی
جو مرغابی کے انڈے کے برابر پریوں کے ملک میں ہے گنہگاری لیں۔ وہ نادان اپنے زور
کے بھروسہ پر پھولا ہوا تھا کہا جلد گولی لاؤ۔ حاتم نے ایک بڑی سی گولی منگا کر کہا بسم اللہ وہ
اُسمیں فوراً اُوتر پڑا۔ حاتم نے اُسکے منہ پر ڈھکنا ڈھانپ کر اسم اعظم پڑھنا شروع کیا اور اُس
سے کہا کہ اب باہر نکل۔ اسم اعظم کی برکت سے اُسکا ڈھکنا پہاڑ سے زیادہ بھاری ہو گیا۔
پھر حاتم نے کہا کہ اب اسکے نیچے آگ جلاؤ۔ اُنہوں نے آگ جلا دی۔ جن میں جلا میں جلا۔
پکارنے لگا۔ کسی نے اُسکی فریاد نہ سُنی۔ آخر جلکر راکھ ہو گیا۔ حاتم نے لوگوں سے کہا کہ زمین
میں اسکو گاڑ دو اور گھروں میں جا کر چین کرو۔ خدا نے اس بلا کو تم سے دور کیا ورنہ معلوم
تمہارا کیا حال ہوتا۔ بادشاہ نے یہ حال دیکھکر حاتم کی بہت تعریف کی تمام لوگ پاؤں
پر گر پڑے۔ حاتم تین روز مہمان رہکر چوتھے روز رخصت ہوا۔ کتنے دنوں بعد اُس پہاڑ
کے نیچے پہنچا جس کا ذکر اُس پیر مرد نے کیا تھا۔ ذرا سستا کر اُسپر چڑھا۔ جب اُس سے گذر گیا
تب ایک جنگل دکھائی دیا۔ اُس میں عجائبات دیکھتا قسم قسم کے میوے کھاتا ہوا کئی روز
تک چلا گیا۔ جب دوراہا آیا وہاں کھڑا ہو کر سوچنے لگا کہ اس پیر مرد نے کہا تھا کہ داہنی
طرف نہ جانا یہ اس خیال سے بائیں طرف روانہ ہوا تھوڑی دور چلکر اُس نے سوچا کہ اس
راہ سے جانا کچھ حاصل نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ داہنی طرف چلوں۔ اگر خداوند کریم مدد کریگا
تو کوئی بلا میرے پاس نہ آئیگی۔ اگر آ گئی تو اُس کی مدد سے رد کرونگا۔ مسافروں کا راستہ
صاف ہو۔ کہ ببول کا ایک جنگل کانٹوں سے بھرا دکھائی دیا۔ اُسمیں پہنچکر بہزار دقت تھوڑی
راہ طے کی آخر کانٹوں سے کپڑے پھٹے اور بدن لہولہان ہوا۔ زمین کے کانٹوں سے تلوے
چھیدے۔ پاؤں سوج گئے تب بیدم ہو کر کہنے لگا وہ بزرگ سچ کہتا تھا مجھہ کمبخت نے اسکا کہنا

نہ مانا آپ کو مصیبت میں ڈالا اور اندیشہ یہ ہے کہ اسکے آگے مبادا اور کوئی خطرناک جنگل ہو تو وہاں پناہ کی صورت کیونکر ہوگی۔ غرض بہزار خرابی کتنے دنوں میں اُس جنگل بیابان میں سے نکلکر آگے بڑہا تو چھپکلیوں کے جنگل میں پہنچا۔ وہ سب آدمی بو پاکر اسکے کہانے کو دوڑیں۔ حاتم نے دیکھا کہ ہزاروں چھپکلیاں چھوٹے اور کتنے کیطرح چلی آتی ہیں ڈرا اور کانپنے لگا۔ اتنے میں وہ قریب آگئیں کہ ایک بزرگ نورانی صورت نمودار ہو کر کہنے لگا۔ ایجوان تونے پیرمرد کا کہنا نہ مانا آخر پشیمان ہوا۔ حاتم بولا مینے بُرا کیا اپنی تقصیر پر نادم ہوں۔ تب اُس بزرگ نے کہا کہ خرس کی بیٹی کا مہرہ نکالکر زمین پر پہینکدے وہ غائب ہو جاوینگی۔ اسنے فی الفور مہرہ کو زمین پر پہینکدیا۔ پہلے تو زمین زرد ہوگئی پہر سیاہ آخر سبز ہوگئی۔ اور پہر چھپکلیاں جو دوڑی آتی تہیں دیوانی ہو کر آپسمیں لڑمریں اور تمین گہڑی میں سب تمام ہوگئیں۔ حاتم یہ حال دیکہکر متعجب ہوا کہ الہی ان میں ایسی کیا دشمنی ہوئی جو ایک کو ایک مار مٹی۔ یقین ہو کہ یہ اس مہرہ کا اثر ہے۔ پہر غور کر کے دیکھا تو ایک کو بہی زندہ نہ پایا۔ ارادہ کیا کہ مہرہ کو اُٹہالے وہیں خیال آیا کہ اسکے اُٹہانے سے وہ زندہ ہو جائیں اور مجہے کہالیں تو جان کی جان جاگی اور محنت برباد ہو جلدی نہ کرنا چاہیئے۔ یہاں تک صبر کیا کہ اُنکا گوشت پوست گل گیا۔ تب حاتم نے مہرہ اُٹہایا اور آگے چلا۔ تہوڑے دنوں بعد ایک جنگل اژدہا کا ملا اور وہاں کا ہر ایک ریزہ اسکے پاؤں کو چہید کر پشت پا سے گذر جاتا تھا۔ زخم پڑ گئے۔ یہ اپنے کپڑوں کے چیتہڑے پہاڑ کر جوتہ میں رکہ لیتا تہا۔ آخر اُسکے پاؤں چہلنی ہوگئے۔ تب اپنے دلمیں کہنے لگا ای حاتم تیرے برابر جہان میں کوئی بیوقوف نہوگا۔ کیونکہ اُس بزرگ نے تجہے مکرر منع کیا تہا کہ داہنا راستہ بہت بُرا ہے اودہر سے نہ جانا۔ اور خدا نے گوش ہوش آدمی کو اسیواسطے عطا فرمائے ہیں کہ بُری بہلے سے سنبہل کر چلے تو بہلا چنگا بائیں طرف گیا تہا پہر کیا کمبختی لگی تہی جو اُسکو چہوڑ کر دائیں طرف چلا آیا۔ اب پچہتانے سے کیا فائدہ جس طرح چلا جائے چل آخر کار بہزار محنت و جانفشانی سے اُس جنگل کو طے کیا۔ الحمد للّٰہ کہکر ایک جگہ بیٹہہ گیا۔ اور جوتہ اوتار کر جو دیکھا تو تمام پاؤں چہلنی ہوگئے تہے۔ اژدہات کے ریزے ہر ایک سوراخ میں نظر آتے تہے نکالنے لگا جب نکال چکا پاؤں پر کپڑا لپیٹ کر جوتہ پہنکر لنگڑاتا ہوا چل نکلا اور جی میں خوش تہا کہ اب مینے سب بلاؤں سے نجات پائی مگر یہ نہ جانتا تہا کہ اور آفت عظیم درپیش ہے۔ چند قدم جنگل میں چلا جاتا تہا کہ وہاں کے بچہو آدمی کی بو پاکر دوڑے آئے کتنے

اِن میں بلی کے برابر تھے - اور کتنے لومڑی کے برابر تھے - و بعض گیدڑ کی سی - پاؤں مُرغ کے سے
گردنیں سختی کی صورت - حاتم کی نگاہ جو اُنپر پڑی سہمکر کانپنے لگا اور ایسا گھبرایا کہ سرت جاتی
رہی ہاتھ پاؤں پھول گئے - ادہر اُدہر تکنے لگا کہ وہی پیر مرد آیا اور ہاتھ پکڑ کر کہا کہ خاطر جمع
رکھہ ہراساں ہو اور استقلال کو ہاتھ سے ندے - حاتم بولا اے مرد خدا کیا کروں مجھہ میں
طاقت نہیں ان بچھوؤنکے ڈنک ایسے ہیں کہ اگر پتھر پر ماریں تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے انکا
مقابلہ کر سکونگا؟ اُس بزرگ نے کہا کچھہ اندیشہ نہ کر وہی مُہرہ زمین میں انکے روبرو ڈالکر
اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھہ حاتم نے ہر چند مہرہ نکالنے کا قصد کیا پر ہاتھہ ایسے کانپنے
لگے کہ نکال نہ سکا - آخر اُس پیر مرد نے اُسکے ہاتھہ میں نکالکر دیا اور کہا بسم اللہ کہکر ڈالدے حاتم
نے جو مہرہ کو زمین پر پھینکا وہیں چھپکلیوں کے جنگل کیطرح رنگ بدلنے لگا - جب زمین لال ہوئی
بچھو آپسمیں لڑنے لگے ایک کے ڈنک سے دوسرے کا بدن پھٹ گیا - حاتم کھڑا دیکھا کیا کہ
تین روز کے عرصہ میں وہ بھی تمام ہو گئے - یہ تین روز وہاں رہا چوتھے روز مُہرہ کو اُٹھاکر
روانہ ہوا چند روز بعد ایک شہر عظیم دکھائی دیا یہ اسمیں داخل ہوا - لوگوں نے جو اُسے اجنبی
دیکھا پاس آکر پوچھا کہ اے جوان تو کس راہ سے آیا؟ حاتم نے کہا کہ داہنی طرف سے وہ حیران
ہو کر کہنے لگے کہ جیتا کیونکر بچا چھپکلیوں و ببول کے کانٹوں کی مصیبت و اژدہات کے جنگل
اور بچھوؤں کی آفت تجھپر نہ پڑی حاتم بولا عزیزو میں اُن بلاؤں میں البتہ مبتلا ہوا تھا لیکن
مدد الٰہی سے چھپکلیوں اور بچھوؤنکو ٹھکانے لگا دیا - اب اس راہ میں اژدہات کے ریزوں اور
ببول کے کانٹوں کے سوا اور کوئی بھی گزند باقی نہیں سوداگر جو وہاں اُترے ہوئے تھے حاتم
کی اس بات کو سُنکر مستعد ہوئے کہ اب اسی راہ سے چلیں دوسری راہ کو چھوڑیں کیونکہ
یہ راہ صاف ہو گئی ہے اب کوئی خدشہ نہیں ہے اور پھر اگر سوداگر اسی راہ سے آیا کریں گے
تو شہر بھی آباد ہوگا - آخر الامر پھاند کر چلے - یہ خبر بادشاہ کو پہنچی کہ کارواں ایک مسافر کے کہنے
سے جس راہ میں اژدہات اور ببول کا جنگل ملتا تھا اُسی راستہ سے گئے حکم کیا کہ بہت سے ہرکارے
اُنکے پیچھے جاویں - راہ کا احوال فی الواقعی معلوم کر کے پھر آویں اور حاتم کو بلا کر اپنے پاس
رکھا اور کہا اے مسافر راہ کے حادثے اور مسافری کے صدمے تو نے بہت اُٹھائے
چند روز یہاں دم لے - وہ سوار جو خبر کو گئے تھے شہر میں واپس آ گئے اور بادشاہ سے کہا
جو یہ مسافر کہتا ہے وہ سچ ہے واقعی راہ میں کوئی آفت نہ رہی - تب تو بادشاہ نے ہر طرف

اشتہار بھجوا دے کہ فلانی راہ اب آفتوں سے پاک ہوگئی ہے جسکا جی چاہے بے دغدغے اُسے
جائے اور حاتم سے بہت سی معذرت کر کے کہا ایجوان مجھسے خطا ہوئی تو معاف کر۔ پھر بہت
سا زر و جواہر اُسکے آگے رکھا۔ حاتم بولا کہ آپ کا قصور بظاہر کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ جس روز
سے میں تمہارے شہر میں آیا ہوں آرام سے رہا ہوں۔ تم کیوں معذرت کرتے ہو؟ بادشاہ
نے فرمایا تم نہیں جانتے کہ میں بظاہر مہمانوں کی طرح رکھتا تھا۔ مگر باطن میں آدمی مقرر کئے تھے
کہ جبتک وہاں کی خبر نہ آئے اسکو کہیں جانے نہ دینا۔ اگر وہ جھوٹا ہوتا تو شہر کے باہر تمہیں
سولی دیجاتی کہ پھر کوئی ایسی خبر نہ اڑائے۔ اس بات کو سُنکر حاتم نے کہا یہ تو عین انصاف ہے
بادشاہوں کا کہ سچے کو سرفراز کریں اور جھوٹے کی گردن ماریں۔ تم عبث عذر کرتے ہو میں نے
بھی جھوٹ نہ کہا تھا کہ بھلے آدمیوں کا شیوہ نہیں ہے۔ تمہاری اس بات سے میں آزردہ
نہیں ہوتا کیونکہ عادلوں کو چاہئے کہ یہی طرز عمل اختیار کریں۔ اور جو کچھ حضور سے عنایت ہوا
ہے میرے کس کام کا ہے کیونکہ میں بار برداری نہیں رکھتا۔ بادشاہ نے فرمایا تم خاطر جمع رکھو میں
انتظام معقول کر دونگا۔ حاتم نے کہا مجھے ایک کام ضروری درپیش ہے جبتک اُسے نہ کرلونگا
وطن کو منہ نہ کرونگا۔ بادشاہ نے کہا وہ کیا کام ہے اگر مجھکو معلوم ہو تو اُسکے سرانجام کرنے
میں کوتاہی نہ کرونگا۔ حاتم نے کہا یہ آپ کا الطاف شاہانہ ہے۔ لیکن خالق کے سوا مخلوق
سے مدد نہیں چاہتا۔ البتہ ایک راہبر ساتھ کر دیجئے کہ شہر قطان کی راہ بتادے۔ یہ بھی
احسان سے خالی نہیں۔ بادشاہ نے پوچھا وہاں کیا کام ہے۔ حاتم نے کہا میں نے سنا ہے کہ حمام بادگرد
اُسی سرزمین میں ہے۔ بس اُسکے دیکھنے کا بہت مشتاق ہوں۔ اُس نے کہا کہ اس خیال
کو دل سے بھلا دے۔ کیونکہ جو کوئی اُسطرف گیا جیتا نہ پھرا۔ آپ کو کیوں ہلاکت میں ڈالتے
ہو۔ وہ بولا جو ہونی ہے سو ہو مجھے وہاں کی خبر لانا ضرور ہے۔ غرض بادشاہ نے ہرچند منع
کیا مگر وہ نہ مانا تب لاچار ہو کر دو آدمی ساتھ کر دئے کہ شہر قطان کی راہ پر اُسے پہنچا دیں
حاتم رخصت ہوا شہر سے باہر نکلکر راستہ پکڑا۔ چند روز بعد ایک مقام پر پہنچکر رہبروں نے
عرض کی کہ ہماری سرحد تمام ہوئی یہ سرحد شہر قطان کی ہے ہمیں رخصت کرو۔ حاتم انکو وداع
کر کے آگے بڑھا جب قریب پہنچا تو وہاں کے لوگ اسکو دیکھکر کہنے لگے ایجوان کس راہ سے آیا
ہے؟ اُس نے کہا کہ فلاں طرف سے۔ اگرچہ اسمیں بہت سی آفتیں تھیں۔ لیکن خداوند کریم
نے اس راہ کو اپنے فضل و کرم سے پاک و صاف کیا اور مجھے صحیح و سالم یہانتک پہنچایا۔ یہ سنکر

سب خوش ہوئے - حاتم شہر قطان میں پہنچا اور کاروانسرا میں اُترا - ایک دن دو موتی بیش
قیمت اور دو لعل گرانبہا کہ اُن کا ثانی سرکار عالی میں نہ تھا ایک ڈبیہ میں رکھکر در دولت
پر گیا چوبداروں نے داروغہ سے کہا کہ ایک مسافر کسی شہر سے آیا ہے اُسنے حضور میں
جا کر عرض کی کہ ایک جوان طرحدار خوش گفتار سوداگر پیشہ شاہ آباد سے آیا ہے قدمبوسی
کی آرزو رکھتا ہی بادشاہ نے کہا بلاؤ وہ بلالائے اور مجرا گاہ میں کھڑا ہو کر آداب شاہانہ بجالایا
اور جواہر نذر گذرانا اُس جواہر کو دیکھکر بادشاہ کا چہرہ دمکنے لگا اور اُسے کرسی پر بٹھاکر حال پوچھا
اُسنے کہا کہ میں ایک مدت سے سوداگری کرتا تھا - اب اس دنیا کو ہیچ سمجھکر سوداگری چھوڑ دی
ہے سلاطین کی ملاقات کر کے سیاحی اختیار کی - اس شہر میں آکر حضرت کے اوصاف حمیدہ یہانتک
سنے کہ بے اختیار دوڑا آیا - کیونکہ ایسے بادشاہ عادل کا دیکھنا - سعادت ابدی اور دولت سرمدی
ہے بادشاہ نے اسکی گفتگو سنکر نوازش سے فرمایا - ایجوان چند روز تو اس ملک میں رہ اور ہمکو
اپنی صحبت سے مسرور کر یہی ہماری نذر ہے - حاتم نے کہا اگرچہ ہم لوگوں کو دو چار روز ایک جگہ
رہنا دشوار ہے پر تجھ ایسے بادشاہ صاحب انصاف دوست پرور کی خدمت میں حاضر
رہنا سب سے بہتر ہی - میں نے دل و جان سے قبول کیا ہی - پھر بادشاہ نے پوچھا تم کہاں اُترے
ہو حاتم نے کہا کاروانسرا ئے میں - یہ سنکر بادشاہ نے داروغہ سے کہا کہ ایک مکان پاکیزہ
اور مختصر آراستہ کر کے انکو اوتارو بکاولی سے کہو کہ دونوں وقت ساتھ خاصے کے بے تکلف
جایا کرے - یہ کہکر حاتم کیطرف متوجہ ہو کر بولا - ایجوان ہماری خوشی اسی میں ہی کہ تو وہاں سے
اُٹھ اور یہاں رہنا اختیار کر - اور ہر روز ہماری مجلس کی رونق کو بڑہا - القصہ حاتم وہیں
رہا اور بادشاہ سے صحبت گرم کی چنانچہ چھہ ماہ اسیطرح گذرے - آخر حارث بادشاہ حاتم پر
ایسا مبتلا ہوا کہ ایک دن نہ دیکھتا تو چین نہ پڑتا ناچار ہو کر بلوالیتا - غرض جان و دل سے بھی
زیادہ دوست رکھتا تھا - ایک دن حاتم نے بادشاہ کو خوش دیکھکر کئی لعل و زمرد پھر گذرانے
بادشاہ نے کہا ایجوان تیرا ممنون ہوں بار بار کیوں شرمندہ کرتا ہی - میں تجھسے محجوب ہوتا ہوں
کیونکہ ایک مدت سے تو میری خدمت میں حاضر ہے اور کچھ فرمائش نہیں کی اب میرا جی یہی
چاہتا ہی کہ جو تجھے درکار ہو مانگ میں بلاتکلف تجھے دونگا - حاتم بولا آپ کی بدولت سب
کچھ موجود ہی کسی بات کی کمی نہیں سیاحوں کو زیادہ تکلفات دنیا کیا درکار ہیں - بادشاہ نے کہا
یہ کون بات ہے یہ ملک تیرا ہے جو کچھ تو چاہے سب اپنے لیے تصرف میں لا اختیار ہے جو

جو کام چاہے اہلکاروں سے لے تیرے فرمانبردار ہیں کیا مجال جو عذر کریں۔ حاتم نے کہا بادشاہ کی عمر بڑھے سلطنت مدام قایم رہے۔ میرے دلکی آرزوئیں سب نکل گئیں۔ مگر ایک باقی ہے وہ تا دم مرگ دل سے نجائیگی بادشاہ نے پوچھا وہ ایسی کیا تمنا ہے اگر رغبت کرے تو اپنی بیٹی تیری حوالے کروں ملک و مال تو کیا چیز ہے حاتم نے کہا حضور کی بیٹی کو اپنی بہن سمجھتا ہوں یہ آرزو میری نہیں ہے۔ اس فکر میں ہوں شاید قبول نہو اور میں کہکر لوگوں میں شرمندہ ہوں۔ بادشاہ نے مہربانی سے کہا اگر تخت خلافت بھی چاہے تو ابھی بخشدوں۔ حاتم نے کہا یہ آپ کیا فرماتے ہیں تخت خلافت آپکو مبارک رہے میری غرض اور ہے۔ بادشاہ نے کہا جلد کہہ میرا جی اکتا گیا وہ کیا ہے؟ حاتم نے کہا جناب قول دیں تو عرض کروں؟ بادشاہ نے وہیں عہد کیا اور قسم کھائی۔ تب حاتم نے کہا کہ حمام بادگرد کے دیکھنے کی آرزو ہے۔ اگر ارشاد ہو تو اسکی سیر کروں۔ بادشاہ یہ سنکر متفکر ہوا اور سر جھکا کر چپکا رہگیا۔ حاتم نے بادشاہ کو اس حالت میں متفکر دیکھکر کہا۔ آپ اسقدر متفکر نہ ہوں آپ جو فرمائینگے وہی بجالاؤنگا۔ بادشاہ نے کہا متفکر کیوں نہ ہوں

تصویر حارث بادشاہ شہر قطاں کی اور ہاتھ باندہکر عرض کرنا حاتم کا واسطے سیر حمام بادگرد کے



مجھے کسی طرح کے اندیشے ہیں۔ پہلے تو مینے قسم کھائی ہے کہ حمام بادگرد کی طرف کسی کو نہ جانے دونگا اگر

تجھے اجازت دوں تو عہد شکنی ہوگی۔ دوسرے یہ کہ تجھسا خوبصورت جوان اپنی جان سے ہاتھ دھوئے
عیب ہی۔ تیسرے یہ کہ جیسا تو ہے آج تک کوئی میرے پاس نہیں آیا۔ چوتھے اگر تجھکو رخصت
کروں تو درد جدائی کیونکر سہوں پانچویں یہ کہ اگر اجازت نہ دوں تو اپنے قول سے پھروں
بادشاہوں کے حق میں مناسب نہیں کیونکہ اگر بد عہد مشہور ہوں تو پھر کوئی میرے قول و قسم کا
اعتبار نہ کریگا سلطنت کے کاموں میں فرق پڑے گا۔ حاتم نے عرض کی میں خدا سے امیدوار
ہوں انشاء اللہ تعالیٰ علد خیریت سے آپ کی خدمت میں پھر حاضر ہوتا ہوں۔ کسی طرح کا اندیشہ
خاطر میں نہ لاکر بے وسواس مجھے اجازت دیجئے۔ کیونکہ میں اس امر سے تامقدور دست بردار
نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ منیر شامی شاہزادہ حسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی پر عاشق ہوا ہے
اور وہ سات سوال رکھتی ہی شہزادہ عہدہ برآ نہو سکا میں نے رحم کھاکر اپنے ذمہ لئے اور عہد کیا کہ
انکو بے پورا کئے نہ رہونگا۔ چنانچہ چھہ سوال پورے کرچکا ہوں اب یہی ساتواں سوال باقی
ہی جناب الٰہی سے توقع رکھتا ہوں کہ وہاں بھی جا پہنچوں اور حمام بادگرد کی تمام کیفیت دریافت
کروں اور حسن بانو سے جاکر کہوں۔ اور اسکا بیاہ اسی شہزادہ سے کرادوں کہ مدت بعد اپنی مراد
کو پہنچے اس بات کو سنکر بادشاہ نے کہا آفرین تجھپر اور تیرے والدین پر کہ تو نے غیر کیواسطے
اتنی تکلیف اٹھائی اور اپنا مرنا گوارا کیا اسلئے کہ ادہر کا گیا ہوا واپس نہیں آیا۔ بہت سے سوداگر
بچے اور شہزادے وہاں جاکر مرے اور آج تک کوئی نہ پھرا اغلب کہ اسی نے بھیجا ہو۔ بارے
تو کہہ کہاں کا رہنے والا ہی اور کیا نام ہی؟ کہا وطن یمن ہی اور نام میرا حاتم ہی یہ سنکر حاتم سے بادشاہ
بغلگیر ہوا اور اپنے برابر بٹھاکر کہا کہ نشان بادشاہت تیری پیشانی سے ظاہر ہی اور نیکنامی مشہور
ہی بلکہ اور ہوگی۔ یہانتک کہ تیرا نام ضرب المثل ہو جائیگا اور جو کوئی ایسا ہوگا حاتم ثانی کہلائیگا
یہ کہکر وزیر سے کہا کہ سامان ارک حمام بادگرد کے دربان کو شقہ لکھو اور حاتم کو گلے لگاکر ایک
آہ سرد کھینچی اور آبدیدہ ہوکر کتنے لوگ ساتھ کرکے رخصت کیا۔ جبتک حاتم نظر آتا رہا
دیکھا کیا جب نظر سے اوجھل ہوا بادشاہ افسردہ و غمگین ہوکر محل میں گیا۔ اور حاتم نے
شہر سے نکلکر جنگل کی راہ لی۔ غرض ہمراہیوں سے باتیں کرتا چلا جاتا تھا۔ پندرہ روز بعد حمام
نظر آیا حاتم نے اُن سے پوچھا کہ یہ قلعہ دکھائی دیتا ہی یا پہاڑ؟ انھوں نے کہا یہ حمام بادگرد
کا دروازہ ہی دیکھنے میں نزدیک ہی مگر سات روز میں پہنچنا ہوگا۔ یہ کہکر آگے بڑھے ساتویں
دن وہاں جا پہنچے حاتم نے دیکھا لشکر عظیم دامن کوہ میں پڑا ہے پوچھا یہ فوج کس کی

ہی ہمراہیوں نے کہا حمام بادگرد کے دربان کی۔ حاتم اُس لشکر میں داخل ہوا اُسکے ہمراہیوں کے وہاں خویش و اقربا تھے باہم ملکر پوچھنے لگے کہ تمہارا آنا کیونکر ہوا؟ اُنہوں نے کہا اسی جوان کے ساتھہ بادشاہ نے بھیجا ہے۔ اور ایک نامہ بھی دربان کیواسطے لکھا ہے القصہ حاتم سامان ارک کے خیمہ میں آیا۔ صاحب سلامت کرکے شقہ حوالے کیا۔ اُس نے بادشاہ کی مہر کو چومکر نامہ کو سر پر رکھا اور حاتم سے بغلگیر ہوکر نامہ کھولکر پڑہا تو یہ لکھا تھا کہ ہمنے اس جوان ہمنی کیساتھہ عہد کیا تھا اسلئے بھیجا ہے۔ اگر تو اسے سمجھا کر اُلٹا پھیر دیگا تو ہم بہت خوش ہونگے اور تو سرفراز ہوگا۔ اور اگر نہ مانے تو حمام میں بھجوا دینا۔ پر تا مقدور اسکے پھیرنے میں کوشش کرنا اُسکے پڑہکر بہ تعظیم تمام کرسی پر بٹھایا اور مہمانداری کی شرط بخوبی بجا لایا۔ قصہ کوتاہ وہ حسب الحکم بادشاہ بہت سمجھاتا رہا لیکن پتھر کو جونک نہ لگی۔ چنانچہ اُسنے اُن نصیحتوں کے جواب میں یوں کہا کہ تم اس خیال سے ہاتھہ اُٹھاؤ۔ جبکہ مینے بادشاہ کا کہنا نہ مانا تو پھر تمہاری کب سنتا ہوں۔ بہتر ہی کہ مجھے جلد رخصت کرو۔ سامان ارک نے جو دیکھا کہ میری نصیحت نہیں سنتا بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ یہ جوان کسی کی نصیحت نہیں سنتا۔

پھر بادشاہ نے عرضی کو پڑہکر سر دہنا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ آخر مجبوری لکھا کہ اگر وہ راضی نہیں ہوتا تو مزاحمت نہ کرو جانے دو شاید اسکی عمر تمام ہو چکی ہے۔ حمام کا یہاں رہے۔ وہاں وہ یعنی سامان ارک جواب کا منتظر تھا حاتم کو اندر جانے کی پڑی تھی۔ غرض اُدہر سے تقاضا امروز فردا۔ اسی حیص بیص میں فرمان شاہی آپہنچا اُسکو نہ روکو۔ راہ دیدو۔ اسپر بھی سامان ارک نے نصیحت کے طور پر کہا اے عزیز اب بھی کچھہ نہیں گیا ہی زندگی درکار ہے تو باز آ نہیں تو جان جائے گا۔ حاتم نے کہا کہ یہ مبالغہ عبث ہے خدا کیواسطے مجھے معذور نہ رکھہ اور جانے دے۔ تب ناچار ہوکر سامان ارک حاتم کو اپنے ساتھہ لیگیا اور دروازہ پر جاکر بہت سمجھایا مگر کارگر نہ ہوا۔ حاتم نے ایسا دروازہ کبھی نہ دیکھا تھا۔ آنکھہ اُٹھا کر جو دیکھا تو خط سریانی میں لکھا تھا کہ یہ طلسمات کیومرث شاہ کیوقت میں بنا ہے۔ اس کا نشان مدتوں رہیگا اور جو کوئی اس طلسمات میں جائیگا پھر نہ نکلے گا وہیں بھوکا پیاسا سرگرداں رہیگا۔ اگر اسکی حیات کے دن باقی ہیں تو ایک باغ میں وارد ہوگا وہاں کے میوے کھاویگا۔ اور اپنی زندگی کے دن پورے کریگا۔ اور ممکن نہیں جو باہر نکل سکے جب اس نوشتہ کو حاتم نے پڑہا تو دلمیں خیال کیا کہ جو حقیقت تھی دروازہ پر لکھی ہوئی ہے۔ اب اندر جانا کیا ضرور ہے جاہتا تھا کہ وہاں سے

پھر یہ خیال آیا کہ حسن بانو اگر اسکے اندر کا حال پوچھے تو کیا جواب دونگا اور شرمندہ ہونا پڑیگا
اب جو ہونی ہو سو ہو اندر جانا چاہیے۔ پھر لوگوں کو رخصت کر کے آپ اندر چلا۔ دس بارہ قدم
جا کے پیچھے پھر کر دیکھا تو نہ لوگوں کو پایا نہ دروازہ نظر آیا۔ مگر ایک جنگل لق و دق موجود تھا اور
کچھ دکھائی نہ دیا متفکر ہوا کہ ابھی دس بارہ قدم چلا تھا کہ دروازہ غائب ہو گیا۔ بلکہ اُسکے
آثار بھی نہیں دکھائی دیتے۔ کسی طرح ڈھونڈ کر باہر نکلیے۔ غرض تمام دن اسی تلاش میں
پھرا مگر دروازہ نہ ملا تب کہنے لگا کہ حمام کا بہانہ تھا جو پاؤں رکھتے ہی اجل کے منہ میں پڑ گیا
بن جائے چھٹکارا نہیں۔ غرض دہنے بائیں دیکھ کر چل نکلا۔ پر اضطراب سے ادھر ادھر بھٹکتا
پھرتا تھا۔ چند روز بعد ایک سمت چلا۔ بہت دور گیا تھا کہ آدمی کی صورت نظر پڑی۔ یہ
خیال کیا اغلب ہے کہ آگے بستی ہوگی۔ اور وہ آدمی ادھر ہی کو آ رہا ہے۔ جب نزدیک پہنچا تو
اُس صورت طلسمی نے سلام کیا اور ایک آئینہ بغل سے نکال کر حاتم کے ہاتھ میں دیا حاتم
نے اسکو لیکر اپنا منہ دیکھا اور اُس سے پوچھا حمام یہاں سے نزدیک ہے اور تو کیا حجام ہے
جو آئینہ رکھتا ہے؟ اُس نے کہا البتہ پھر حاتم نے پوچھا حمام کو چھوڑ کر کہاں جاتا ہے؟ وہ

تصویر حاتم اور حمامی کی اور جانا حاتم کا ساتھ اس حمامی کے واسطے حمام کرنیکے



بولا میں حمامی ہوں جس شخص کو دیکھتا ہوں لیجا کر حمام میں نہلاتا ہوں اور انعام کا امیدوار
ہوتا ہوں۔ اگر آپ بھی مہربانی فرما کر میرے ساتھ چلکر حمام فرمائیے تو میرے دلکی کدورت

جائے۔ آپ کی بدولت مجھ پر بھی رہیگا۔ حاتم نے کہا میرے بدن پر سفر کی گرد سے میل بہت جم رہا ہے چاہتا ہوں کہ اسے چھڑاؤں اور خوب ملکر نہاؤں۔ مگر تو اکیلا ہی پایا اور کوئی شریک بھی رکھتا ہی اُسنے کہا ہیں تو بہت پر آج میری ہی باری ہی۔ القصہ حاتم آگے اور نائی پیچھے چلے جاتے تھے دو تین کوس گئے ہونگے کہ ایک گنبد آسمان سے ملا ہوا نظر آیا۔ حاتم نزدیک آیا تب حجام حمام کے اندر گیا اور اُسکو بلایا۔ وہ جوں ہی اندر گیا دروازہ بند ہوگیا۔ اُسنے مڑکر دیکھا تو دروازہ بند تھا۔ مگر دکھائی دیتا تھا۔ اس امید پر آگے بڑھا کہ جب چاہونگا نکل جاؤنگا آخر حمامی نے حوض پر لیجا کر کہا کہ اس میں اُترو بدن پر پانی ڈالوں اور میل چھڑاؤں۔ حاتم نے کہا میں کپڑے اتار لوں تو اُتروں۔ مجھے لنگی باندے کیونکر اُتروں حمامی نے ایک لنگی دی۔ حاتم اُسکو باندہ کر حوض میں اُتر پڑا۔ پھر حمامی نے ایک جڑاؤ طاؤس گرم پانی سے بھر کر اُسکے ہاتھہ میں دیا۔ اُسنے سر پر ڈال لیا۔ دوسری بار جوں ہی سر پر ڈالا تو ایک تڑاخا ہوا۔ حمام میں اندھیرا ہوا۔ ایک ساعت بعد تاریکی جاتی رہی تو کیا دیکھتا ہے کہ حمام ہے نہ حمام ہے نہ حوض۔ مگر پتھر کا تراشا ہوا گنبد ہے۔ اسکا تمام صحن پانی سے بھرا ہے۔ ایک دم نہ گذرا تھا کہ پانی پنڈلیوں تک آگیا حاتم عاجز آکر ادہر اُدہر دیکھنے لگا۔ اتنے میں گھٹنوں تک آگیا تب تو یہ گھبرایا کہ الٰہی پانی ہر دم بڑھتا جاتا ہی۔ نکلنے کی صورت نظر نہیں آتی پس معلوم ہوا کہ اسی میں ڈوب کر مر جاؤنگا یکایک مضطرب ہوکر دروازہ کی طرف گیا پر سراپتہ نہ پایا اتنے میں پانی ڈوباؤ ہوگیا۔ یہ پیراک تھا پیرنے لگا۔ اور دل میں کہا کہ اس حمام سے جو لوگ نہیں نکلتے ہیں یہی وجہ ہے کہ پیرتے پیرتے تھکے اور ڈوب گئے۔ کیونکہ کوئی صورت نجات کی نظر نہیں آتی۔ حارث شامی اسی دن کے لئے منع کرتا تھا اُس کا کہنا نہ مانا اور حرام موت موا۔ یہ کہکر جی کو ڈھارس بندہایا کہ خداوند کریم کارساز ہے اتنا نہ گھبراؤ۔ داتا کی ناؤ پہاڑ پر بھی چڑھتی ہی۔ اور جو یوں ہی آئی ہے تو بہتر ہی کیونکہ تو نے اپنے مزے کیواسطے مصیبت نہیں اُٹھائی بلکہ مرے ہوئے کے جلانے کو اپنی جان پر جو کھوں اُٹھائی ہے تو کچھ غم نہیں ہی۔ غرض کہ اسی طرح کی تسلی سے زندہ تھا۔ اتنے میں پانی اتنا بلند ہوا کہ اسکا سر گنبد سے جا لگا۔ اور یہ نہایت ماندہ تھا۔ ہاتھ پاؤں شل ہوگئے تھے قریب تھا کہ بیٹھ جاوے وہیں ایک زنجیر لٹکی ہوئی دکھائی دی حاتم نے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لی کہ بھلا ایک ساعت تو دم لوں کہ پھر ویسی ہی آواز آئی اور حاتم گنبد کے باہر ہوگیا۔ آپ کو جنگل میں پایا۔ ہر طرف دیکھا مگر سوائے میدان کے کچھ نہ پایا

خوش ہوا کہ اُس طوفان سے تو نجات پائی اور طلسمات سے رہائی ہوئی آگے بڑھا غرضکہ تین دن تک بھٹکتا پھرا۔ پھر ایک عمارت عالیشان نظر آئی۔ آبادی کی امید پر آگے بڑھا جب نزدیک پہنچا تو ایک باغ پر فضا دیکھا۔ دل میں سوچنے لگا کہ اِس بہار کا باغ کس نے بنایا ہے۔ ضرور اسکے متصل کوئی بستی ہوگی۔ یہ کہکر باغ کے اندر گیا۔ دو چار قدم چلکر پیچھے دیکھا تو دروازہ کا نشان نہ پایا تو متفکر ہوا کہ یہ کیا بلا ہے۔ اتنے صدمے اٹھائے مگر اس طلسم سے باہر نہ نکلا آخر ناچار ہوکر ایک مکان میں گیا۔ وہاں ہر طرف طرح طرح کے درخت میوے سے لدے دیکھے بھوکا تو تھا ہی توڑ توڑ کر کھانے لگا۔ جتنا کھاتا تا پیٹ نہ بھرتا تھا سیر کرتا ہوا ایک بارہ دری کے متصل پہنچکر دیکھا کہ بہت سے آدمی پتھر کے ننگے کھڑے ہیں صرف لنگی باندھے تھے وہ بھی پتھر ہی کی یہ حالت دیکھکر دل میں کہا کیا بھید ہے۔ اس کا عقدہ کیونکر کھلے اسی فکر میں تھا کہ ایک بارہ دری پتھر کی دیکھی۔ اُس میں یہ عبارت ایوان پر لکھی تھی۔ اے بندہ خدا اس حمام بادگرد سے جان سلامت نہ لیجائے گا۔ کہ یہ طلسمات کیومرث بادشاہ کا ہے ایک روز شکار کھیلتا ہوا ادھر آنکلا۔ ایک الماس پڑا دیکھا۔ اسکو تلوایا تو تین سو مثقال کا تھا حیران ہوکر حکیموں سے پوچھا کہ اسکا ثانی نکلے گا یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ آدمؑ سے لیکر ابتک ایسا تو دیکھا نہ سنا تب اسنے کہا اسکو ایسی جگہ رکھنا چاہیے کہ کسی کے ہاتھ نہ لگے۔ یہ بات دلمیں ٹھہرا کر یہ حمام بادگرد کا طلسم بنایا اس طوطی کو وہ ہیرا نگلا کر پنجرے میں رکھکر یہاں لٹکایا اور کرسی جواہر نگار پر تیر و کمان اس لئے رکھدی ہے کہ جو کوئی اس طلسم سے نکلنا چاہے تو یہ تیر و کمان اٹھا کر طوطی کے سر میں مارے اگر لگا تو وہ طلسم سے باہر ہوا کہ ہیرا بھی پائے گا۔ نہیں تو پتھر کا ہوجائے گا۔ حاتم نے یہ پڑھکر بتوں کو دیکھا کہ پتھر کے بت ہیں ہل بھی نہیں سکتے۔ اندیشہ کیا اے حاتم تو اگر اس طلسم سے باہر نہ نکلا تو اپنی جان خبر گردانی میں کھوئے گا۔ نہیں تو انہیں میں مل جائیگا۔ اب کسی تدبیر سے باہر نکل۔ منیر شامی جدا تیرے انتظار میں تباہ ہوجائیگا۔ یہ سب بکھیڑے زندگی کے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ جینے سے ہاتھ اٹھا کر پتھر کا ہوجا سب فکروں سے چھوٹ جائے گا۔ یہ سوچکر کرسی کے پاس گیا۔ اور بسم اللہ کہکر تیر و کمان اٹھا کر ایک تیر اسکے لگایا طوطی پھڑک گئی ادہر تیر نے خطا کی اس کی چھت میں لگا حاتم گھٹنوں تک پتھر کا ہوگیا۔ وہ جہاں بیٹھی تھی وہیں آبیٹھی اور کہنے لگی اے جوان یہ مکان تیرے قابل نہیں۔ جا۔ حاتم اچھل کر

تیر و کمان سمیت سو قدم پر جا پڑا۔ پاؤں ایسے بوجھل ہو گئے کہ اُٹھا نہ سکتا تھا۔ اپنی اس حالت پر آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور کہا ایک مدت بعد تو یہاں آیا اب ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا کیا لطف ہے اس سے یہ بہتر ہے کہ ایک تیر اور لگا کہ انہیں کے شامل ہو جا۔ یہ سوچکر دوسرا تیر مارا۔ اُسنے بھی خطا کی یہ ناف تک پتھر کا ہو گیا۔ طوطی نے پھر کہا۔ اے جوان ارے سرک جا یہ جگہ تیری قابل نہیں حاتم ادھ چلکر دو سو قدم پر بتوں کے قریب پہونچا۔ اور رو کر کہنے لگا کہ مجھ سا نامراد کوئی نہیں جو میرا تیر اُلٹا کام کرتا ہے۔ پھر ایک آہ سرد بھر کر کہا۔ اے حاتم اپنی موت آنکھوں سے نہ دیکھا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ آنکھوں سے پٹی باندھکر ایک تیر جو بساط میں رہ گیا ہے توکل بخدا اسکو مار کیونکہ ایسا جینا مرنے سے بدتر ہے۔ دفعتاً طوطی کو تاک کر اللہ اکبر کہہ کر وہ تیر بھی مارا وہیں طوطی کی روح پرواز کر گئی۔ پنجرے کے باہر نکل پڑی۔ ایک آندھی آئی۔ گھٹا آکر بجلی کڑکنے لگی۔ اندھیرا ہو گیا۔ اور شور و غوغا اس قدر ہوا کہ حاتم بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اور سمجھا کہ میں بھی بت ہو گیا۔ ایک ساعت بعد آندھی ہوا ہوئی ابر جاتا رہا۔ شور و غوغا موقوف

تصویر طلسم حمام بادگرد کو توڑ کر حاتم کا پلٹنا اور سامان ارک سمندلی دربان حمام سے ملکر بغلگیر ہونا



ہو گیا اور سورج نکل آیا جونہی آنکھیں کھولیں آپ کو بتوں کے برابر پڑا دیکھا جب ہوش آیا تو کیا دیکھا کہ وہ باغ ہے نہ کرسی نہ پنجرا نہ طوطی مگر الماس زمین پر پڑا چمک رہا ہے

حاتم نے اُسے اُٹھا کر خدا کا شکر ادا کیا- وہ بُت بھی آدمی ہو گئے اور حاتم سے پوچھا اے جوان تو
اس جگہ کیونکر سلامت رہا اور وہ باغ و حمام کیا ہوا؟ حاتم نے سب سرگذشت کہی وہ سب
حاتم کے پاؤں پر گر پڑے اور کہنے لگے کہ آج سے تمہارے ہو چکے یہ طوق بندگی تا زیست
ہماری گردن سے نہ اُتریگا- سُنکر حاتم نے سب کی تسلی کی اور اپنے ہمراہ لیکر شہر قطان
کی طرف روانہ ہوا- مگر یہ نہ جانتا تھا کہ وہ کس طرف جا رہا ہے اور خداوند کریم اسکو راہ راست
پر لئے جاتا تھا- تھوڑی دور گیا تھا کہ وہی دروازہ نظر آیا- جس سے داخل ہوا تھا- جونہی
ہی اُس سے باہر نکلا سامان ارک کا لشکر دکھائی دیا اُدھر متوجہ ہوا اور اس سے جا ملا
وہ اسکو دیکھکر نہایت تپاک سے ملکر بغلگیر ہوا- اور کرسی زرین پر بٹھا کر باتیں شائستہ ضیافت
کی- بعدہٗ حاتم نے وہاں کا حال بیان کیا- دو چار روز وہاں رہا اور اُس سے رخصت ہو کر
قطان کی طرف روانہ ہوا چند روز بعد شہر قطان میں پہنچکر حارث سے ملاقات کی اُسنے
نوازش فرمائی اپنے برابر تخت پر بٹھا کر وہاں کا حال پوچھا- حاتم نے مفصل حال بیان کر کے
الماس رکھ کر کہا کہ یہ حضور کی نذر ہے لیکن اتنا چاہتا ہوں کہ اس کو حسن بانو کو دکھاؤں
تو اسکو یقین آئے پھر خدمت شریف میں بھیجدونگا- بادشاہ خوش ہوا- پھر حاتم نے کہا
جتنے لوگ میرے ساتھ آئے ہیں سب پتھر کے ہو گئے تھے جن میں اکثر شہزادے اور سوداگر
بچے ہیں- بالفعل اسباب و سوداگری کے محتاج ہیں- امید کہ ایک ایک گھوڑا اور زاد راہ
ہر ایک کو عنایت ہو جو اپنے وطن کو بآرام پہونچیں بادشاہ نے اسکے کہنے کیموافق کیا پھر
حاتم بھی رخصت ہوا تب بادشاہ نے بہت سا مال و اسباب اُسکے ساتھ کر کے عزت و
شان سے روانہ کیا حاتم کئی ماہ بعد بڑے ٹھاٹھ سے شاہ آباد میں آیا لوگوں نے اسکو پہچان
حسن بانو کو خبر کی کہ وہ جوان جو حمام باد گرد کی خبر لینے گیا تھا نہایت شان و شوکت سے آیا ہے
اُس نے چوبداروں کو بھیجا کہ اگر تکلیف نہو تو اسی طرف چلے آئیں وہ دوڑ کر گئے اور پیغام و
سلام حاتم کو پہونچایا وہ سنکر اُسکے محل کیطرف متوجہ ہوا غرض حسن بانو نے بدستور اندر
بلوا کر کرسی پر بٹھایا اور احوال پوچھا حاتم نے تمام کیفیت بیان کر کے الماس نکال کر دکھا
دیا تب حسن بانو نے مارے شرم کے سر نیچا کر لیا اور پسینے پسینے ہو کر چپ ہو گئی حاتم
نے کہا میں اپنا وعدہ پورا کر چکا- اب تو بھی اپنا وعدہ وفا کر اُسنے نرمی سے کہا کہ میں بھی تیری
ہو چکی جو چاہے سو کر جسے چاہے اُسے بخش- حاتم نے کہا جو کچھ تو نے کہا میں نے کیا اب

جو میں کہوں سو تو کر۔ سچ تو یہ ہے کہ میں نے منیر شامی کے لئے یہ مشقت شاقہ اُٹھائی ہے

تصویر شادی حسن بانو کی منیر شامی کیساتھ اور شہزادی حاتم کا وطن میں جانا



حسن بانو بولی تم میرے باپ کی جگہ ہو جو میرے حق میں مناسب جانو وہ کرو۔ اگر وہ میرا شوہر ہونیکے لائق ہے تو مجھے کچھ عذر نہیں۔ یہ سُنکر حاتم نے منیر شامی شہزادے کو کہلا بھیجا کہ تم پوشاک بدلکر

میرے پاس آؤ۔ شہزادہ بڑے ٹھاٹھ سے شادان و فرحاں آیا۔ حاتم نے اسکو بھی ایک جڑاؤ کرسی پر اپنے پاس بٹھایا۔ حسن بانو نے پردہ سے جھانک کر جو دیکھا ہزار جان سے عاشق ہوئی اور نیچی نظریں کرکے شرم سے اٹھکر دوسرے مکان میں چلی گئی۔ حاتم بھی منیر شامی سمیت اسمیں داخل ہوا نوبت رکھوا دی۔ بیاہ کی تیاری ہوئی۔ ساچق بادشاہوں کے طور پر بھجوا دی۔ دوسرے دن مہندی بھی اسی ٹھاٹھ سے آئی۔ صبح کو برات کی تیاری ہونے لگی۔ حاتم نے بہت سے بلوا دو رستہ روشنی کے ٹھاٹھ سے آبی کی ٹٹیوں سمیت دلہن کے محل تک بند ہوائے لاکھوں گنج ستاروں کے گڑوا دیے۔ آدھی رات گئے بہت تجمل سے منیر شامی بیاہنے کو چڑھا۔

ابیات

وہ نوشہ کا گھوڑے پہ ہونا سوار — وہ موتی کا سہرا جواہر نگار
ٹھہر کر وہ گھوڑے کا چلنا سنبھل — ہما کی وہ دونوں طرف مورچھل
وہ فانوسیں آگے زمرد نگار — کہ ہو سبز مینا بھی جس پر نثار
ہزاروں تمامی کے تختے رواں — اور اہل نشاط اُن پہ جلوہ کناں
وہ گھنگھناہٹیں کی پیاری وہ نہیں — جنہیں گوش زہرہ مفصل سنیں

پھلجھڑیوں سے ہر کوچہ میں جا بجا پھولوں کا انبار تھا۔ اناروں کی کثرت سے بازار گلزار تھا۔ مہتابوں کی روشنی سے چودھویں رات کی چاندنی مات تھی۔ ستاروں کی چمک سے زیادہ روشن رات تھی غرض آتشبازی کی کیفیت روشنی کی کثرت برات کی شان کے تئیں نہ زبان کو یارا ہے کہ نہ قلم کو طاقت کہ لکھے

جب آئی دلہن کے مکاں پر برات — کہوں اُن کے عالم کی کیا تم سے بات

یہاں مجلس نشاط وہاں سے زیادہ آراستہ تھی۔ ساز بج رہے تھے۔ ناچ ہو رہا تھا۔ کتنے اشخاص پیشوا جا کر دولہا کو ہاتھوں ہاتھ لے آئے مسند شاہانہ پر بٹھایا۔ حاتم نوشہ کے پاس خوش و خرم بیٹھا اور براتی بھی اپنے اپنے قرینے سے خوش ہوئے ؎

وہ دولہا کا مسند پر آ بیٹھنا — برابر رفیقوں کے جا بیٹھنا
طوائف کا اٹھنا اک انداز سے — دکھانا وہ آ صورتیں ناز سے

غرض ناچ کا سماں راگ کا بیان کچھ کہا نہیں جاتا دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اتنے میں قاضی نے آکر نکاح پڑھایا۔ مبارک سلامت ہوئی شربت چھوارے بٹنے لگے۔ دولہا کو محل کی ڈیوڑھی پر لیگئے آغا آئیں اور بسم اللہ کہہ کر اندر لے گئیں اور دلہن کے پاس بٹھایا شہزادہ دلہن کی

صورت دیکھکر غش کر گیا۔ اناؤں نے اُسی دم گلاب پاش لاکر چہڑ کا تھوڑی دیر بعد ہوش آیا۔ حاتم کی ہمت پر تحسین و آفریں کی۔ بعدہٗ گود میں دلہن کو لیکر چنڈول میں سوار کیا بڑی دہوم دہام سے شادیانہ بجواتا ہوا دولتخانہ میں داخل ہوا۔ چار دن تک محل سے باہر قدم نہ رکہا۔ پانچویں دن حاتم کے پاؤں پر گر پڑا۔ حاتم نے گلے لگایا وصل کی مبارک باد دیکر رخصت چاہی منیر شامی نے دو چار روز اُسے اور رکہکر صحبت نشاط گرم کی تب حاتم نے کہا اب مجھے رخصت کرو۔ یہ شرط انصاف نہیں تہا۔ اپنی سی حالت سمجھو۔ منیر شامی نے اُسی وقت رخصت کیا وہ خوش ہو کر یمن کی طرف روانہ ہوا۔ تہوڑے دنوں میں شہر کے قریب پہنچا۔ بادشاہ نے آمد کی خبر سُنکر وزیر کو پیشوائی کے لئے بہیجا۔ وہ اُسکو نہایت جاہ و جلال سے بادشاہ کے حضور میں لے گئے۔ بادشاہ نے چہاتی سے لگایا۔ یہ پاؤں پر گر پڑا باپ نے پیشانی چومی اور محل میں لے گیا۔ اپنی والدہ کو مجرا کیا۔ اُس نے بہی بلائیں لیں۔ محل میں مبارکباد کی دہوم مچی۔ شہر میں آئین آئین ہوئی۔ گہر گہر شادیانے بجنے لگے۔ بادشاہ نے ہر ایک چہوٹے بڑے کو رتبہ کے موافق خلعت اور زر و جواہر بخشا محتاجوں کو غنی کر دیا حاتم کا نئے سر سے ملکہ زرین پوش کے ساتھہ نکاح کر دیا۔ پہر سب کے سب خدا کا شکر بجا لائے عیش و عشرت میں مصروف ہوئے۔ ملک آباد ہوا۔ ہر ایک غنی و غریب کا دل شاد ہوا۔ بادشاہ دیوان عام میں بیٹھکر ندیموں سے کہنے لگے کہ خلق میں ایسے بہی لوگ ہیں جو غیر کے واسطے اپنا سکہ چہوڑ کر اُن کے کام میں دکہہ سہیں۔ فی الحقیقت دونوں جہان میں بہلے وہی ہیں جنکا مرنا بہی اُنہیں کا اچہا ہے یہ چند کلمے بادشاہ نے ارشاد فرما کر گوشہ تنہائی اختیار کر کے حاتم کو قایم مقام کیا۔ غرض دس برس سات مہینے اور نوروز میں حاتم کی سیر تمام ہوئی منیر شامی اپنے مطلب کو پہنچا۔ آخر یہ رہا نہ وہ رہا۔ ایک کہانی کہنے سننے کو باقی رہگئی ہے

ہے طے کدہر جہان میں حاتم کہاں رہا
افسانہ اُن کا خلق کے بس درمیاں رہا

قطعہ تاریخ تصنیف کتاب از مصنف کتاب ہذا

اس قصہ پر لطف کے اتمام کی تاریخ
کر دور سر پاس کہا پیر خرد نے

میں دل میں سمجھتا تہا نہایت ہی ہے مشکل
کیونکر نہ کہیں ہم اسے آرائش محفل

تمام شد